الرسالة العاشرة

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ

{اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِىْ}

(صحیح البخاری)

البركات النبوية

فى

الاحكام الشرعية

تالیف

طارق انور المصباحی

{الرسالة العاشرة}

تکفیر دہلوی = حقائق وسوالات

الرسالۃ العاشرۃ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم::نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم::وآلہ العظیم

البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیہ

رسالہ دہم

السیف العجیب علٰی شاتم الحبیب
علیہ الصلوٰۃ والسلام

موضوع

اسماعیل دہلوی کی تکفیر فقہی کی تفصیل

دہلوی کی تکفیر فقہی پر سوالوں کے جواب

دہلوی کا سکوت اور فقہ وکلام میں سکوت کے احکام

اسماعیل دہلوی کی توبہ کی شہرت اور اس کا پس منظر

تکفیر میں اختلاف کی صورتوں اور اس کے اقسام کا بیان

وحدۃ الوجود، وحدۃ الشہود اور کشف والہام کی تفصیل

تاریخ اجرا=15:ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ مطابق 13:دسمبر ۲۰۱۹ء:بروز:جمعہ مبارکہ

الرسالة العاشرة

فہرست مضامین

باب اول

باب دوم

الرسالة العاشرة

باب سوم

فصل اول

فصل دوم

فصل سوم

الرسالة العاشرة

باب چهارم

باب پنجم

باب ششم

الرسالة العاشرة

باب ہفتم

الرسالة العاشرة

باب ہشتم

فصل اول

فصل دوم

الرسالة العاشرة

الرسالة العاشرة

خاتمة الكتاب

☆☆☆☆☆

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم::نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم::وآلہ العظیم

البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیہ

الرسالۃ العاشرۃ

السیف العجیب علیٰ شاتم الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم

ابتدائیہ

الحمدلربی حمداکاملا::والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبی دائما::وعلیٰ آلہ واصحابہ ابدا سرمدا

اللہ عزوجل کے فضل واحسان اورحضوراقدس تاجدارکائنات علیہ التحیۃ والثنا کی بخشش وعطا سے ’’البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیۃ‘‘ کی ترتیب سال ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۰۱۲ء میں عمل میں آئی تھی، جب حسام الحرمین کی تصدیق جدید کی تحریک کا آغاز کیا تھا۔

’’البرکات‘‘ کا رسالہ دہم افادۂ عامہ کے لیے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت وسطیٰ کو سپرد کرنے کی سعادت حاصل کی، اورسعادت عظمیٰ ایں کہ یہ مجموعہ حبیب کبریا، شارع ملت بیضا حضوراقدس سیدنا ومولانا محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب منسوب ہے۔

اللہم ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم::وتب علینا انک انت التواب الرحیم::والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولنا الکریم وآلہ العظیم

’’البرکات النبویہ‘‘ کے تمام رسائل جاری کرنے کا ارادہ ہے۔ان شاءاللہ تعالیٰ جلد ہی باقی ماندہ رسائل کا اجراعمل میں آئے گا۔ارباب علم وفضل کوکوئی لغزش وخطانظر آئے، تواطلاع فرمائیں۔علمائے کرام کے نیک مشوروں کا خیرمقدم ہے۔

جزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزا فی الدارین (آمین)

’’البرکات النبویہ‘‘ کے رسائل ومشمولات میں نسبت نبوی کے حسنات وبرکات تصریح وبیان سے مستغنی وبے نیاز ہیں۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم::والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم::وآلہ العظیم

طارق انور مصباحی

۱۵:ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۳:دسمبر ۲۰۱۹ء

بروز:جمعہ مبارکہ

الرسالة العاشرة

{البرکات النبویة فی الاحکام الشرعیة}

سنة التالیف: ۱۴۳۳ھ – ۲۰۱۲ء

الاجزاء والرسائل

مقدمة الکتاب

الرسائل

(۱)دفع الاذیٰ عن حبیب الوریٰ ﷺ

(۲)مقال العرفان فی التصدیق والایمان

(۳)جمع الاقاویل فی احکام التاویل

(۴)اقوال المحققین فی ضروریات الدین

(۵)تنقیح الکلام فی قواطع الاسلام

(۶)الطامة الکبریٰ علی الکفرة الفجرة

(۷)ازالة الاوهام عن قلوب الانام

(۸)ارشاد الحیران الٰی فردوس الایمان

(۹)سوط الرحمٰن علٰی قرن الشیطان

(۱۰)السیف العجیب علٰی شاتم الحبیب ﷺ

خاتمة الکتاب

اعـلم ان هذا الکتاب دافع لامراض سوء الاعتقاد فی حضرة حبیبنا المحتشم صلی اللّٰه تعالی علیه وسلم وشـفـاء لـلـقـلـوب–ومشتـمـل عـلٰی تشـریح ضرویات الدین وتوضیح احکام التکفیروالتاویل ومبین لاحکام الاشـخاص الاربعة من الدیابنة وحاوی علی تفاصیل الکفر الفقهی للدهلوی ودفع ایرادات البجنوری–ومنقسم الٰی اثـنـی عشر جزءً–مقدمة وخاتمة وعشرة رسائل–وما توفیقی الاباللّٰه العلی العظیم–وقد رجوت القبول من حبیبی المعظم صلی اللّٰه تعالی علیه وسلم–وهوصلی اللّٰه تعالی علیه وسلم رحمة للعٰلمین::وانا من العٰلمین::

اللّٰهم ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم::وتب علینا انک انت التواب الرحیم::اٰمین ثم اٰمین

الرسالة العاشرة

تفاصيل اجزاء الكتاب

المقدمة فی بیان فضائل الحبیب صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم

الخاتمة فی بیان اسباب التالیف وبیان سبب تصدیق جدید لحسام الحرمین

بیان موضوعات الرسائل

(۱)الرسالة الاولٰی فی بیان اٰداب حضرة الحبیب صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم وما لایجوز فی حقہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم

(۲) الرسالة الثانیة فی بیان معنی الایمان والکفر وبیان اصول التکفیر وتفصیل الکفراللزومی والکفرالالتزامی

(۳)الرسالة الثالثة فی بیان معنی المتعین والمتبین وبیان احکام التاویل وبیان معنی القطعی بالمعنی الاخص والقطعی بالمعنی الاعم

(۴)الرسالة الرابعة فی توضیح ضروریات الدین وضروریات اهل السنة

(۵)الرسالة الخامسة فی بیان الکفر الکلامی والکفر الفقهی واحکام الکفر الکلامی والکفر الفقهی

(۶)الرسالة السادسة فی بیان احکام المرتدین الاربعة من الدیابنة

(۷)الرسالة السابعة فی بیان احوال حسام الحرمین ودفا ع الدیابنة

(۸) الرسالة الثامنة فی دفع ایرادات الدیابنة ودفع ایرادات البجنوری

(۹)الرسالة التاسعة فی بیان احکام المبتدعین واحوال الوهابیة والتبلیغیة

(۱۰)الرسالة العاشرة فی توضیح تکفیرالدهلوی ودفع الایرادات التی تورد علٰی تکفیره الفقهی

فالحمد للّٰہ رب الارباب والصلوٰة والسلام علٰی احب الاحباب

وجمیع الاٰل والاصحاب وعلٰی کل اتباعه الذین هم اولوالالباب

☆☆☆☆☆

طارق انور مصباحی

(کیرلا:انڈیا)

Whats,App No: 9513209853

الرسالة العاشرة

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم::نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم::وآلہ العظیم

مقدمہ

اسماعیل دہلوی کی تکفیر فقہی

خلیل بجنوری نے ’’انکشاف حق‘‘ میں اسماعیل دہلوی کا معاملہ بڑے زور وشور سے اٹھایا ہے۔چوں کہ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی قدس سرہ العزیز نے اسماعیل دہلوی پر فتویٰ کفر جاری کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ جو اس کے کفر میں شک کرے،وہ بھی کافر ہے۔

بجنوری نے اسی بات کو طول دیا اور یہ گمرہی پھیلانے کی کوشش کی کہ جب اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز اسماعیل دہلوی کے کفر میں سکوت اور کف لسان کرتے ہیں اوران پر کوئی الزام نہیں تو میں بھی مسلک دیوبند کے اشخاص اربعہ کے کفر پر کف لسان کروں گا،مجھ پر بھی کوئی الزام عائد نہیں ہونا چاہئے۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے عہد میں بھی یہ سوال ہوا تھا۔حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز نے ان سوالوں کے مفصل جواب کے طور پر’’الموت الاحمر‘‘ تصنیف فرمائی۔ یہ کتاب امام اہل سنت کی حیات میں ہی ۱۳۳۷ھ میں شائع ہوئی۔اس کتاب میں یہ توضیح رقم کی گئی ہے کہ اسماعیل دہلوی کی تکفیر،تکفیر فقہی تھی اور امام اہل سنت مسئلہ تکفیر میں متکلمین کے مذہب پر ہیں اور دہلوی کا کفر،کفر کلامی تک نہیں پہنچتا،اس لیے امام اہل سنت نے اسماعیل دہلوی کو کافر کلامی نہ کہا،لیکن کافر فقہی تسلیم کیا ہے۔

اسماعیل دہلوی کی تکفیر کلامی ماننے پر اعتراضات

سوال : اگر یہ کہا جائے کہ اسماعیل دہلوی(۱۷۷۹ء-۱۸۳۱ء)پر حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی(۱۷۹۷ء-۱۸۶۱ء)نے کفر کلامی کا فتویٰ دیا تھا اوراعلیٰ حضرت(۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء)نے اسماعیل دہلوی پر کفر فقہی کا فتویٰ دیا،اس کی دو وجہیں ہیں۔

(۱)ایک وجہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کو اس تکفیر کلامی کی خبر تواتر کے ساتھ نہ مل سکی،جس کی وجہ سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے اسماعیل دہلوی پر کفر کلامی کا فتویٰ نہیں دیا،بلکہ کفر فقہی کا فتویٰ دیا،کیوں کہ اسماعیل دہلوی کی عبارتیں کفری معنی میں متعین نہیں ہیں۔

(۲)دوسری وجہ یہ ہے کہ علامہ خیر آبادی قدس سرہ العزیز نے اسماعیل دہلوی سے مناظرہ فرمایا اور دہلوی کی خموشی یا تاویل سے عاجز ہوجانے کے سبب اس کی عبارتیں کفری معنی میں متعین ہوگئیں،اس لیے علامہ خیر آبادی نے کفر کلامی کا فتویٰ جاری فرمایا،اور دہلوی کی خموشی یا عاجزی کی خبر اعلیٰ حضرت کو تواتر کے ساتھ نہ مل سکی،اس لیے اعلیٰ حضرت نے دہلوی پر کفر کلامی کا فتویٰ نہ دیا،بلکہ دہلوی کو کافر فقہی کہا۔

جواب: اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ اسماعیل دہلوی پر علامہ خیرآبادی نے کفر کلامی کا فتویٰ دیا تھا تو متعدد اعتراض قائم ہوتے ہیں۔

اعتراض اول: کیا کفر کلامی کا صحیح فتویٰ جاری ہوجانے کے بعد کسی کو اختلاف کا حق حاصل ہے؟

اعتراض دوم: کیا کفر کلامی میں ہر ایک محقق کو تفصیلی تحقیق کرنی ہے، اور کسی دوسرے کی تحقیق سے استفادہ کرنا درست نہیں؟

اعتراض سوم: علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ العزیز حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان کے عہد میں تھے۔ ردوہابیہ ان کا مشغلہ تھا۔ بدایوں اور دہلی قریب ہے۔ کیا انہیں بھی دہلوی کی تکفیر کلامی کی خبر تواتر سے نہ مل سکی؟ انہوں نے کیوں دہلوی کی تکفیر کلامی نہ فرمائی؟

جواب اعتراض اول

کفر کلامی کے صحیح فتویٰ میں اختلاف کی گنجائش نہیں

جب کفر کلامی ثابت ہو چکا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مجرم ایسا قطعی کافر ہے کہ اس کے مومن ہونے کا احتمال بلادلیل بھی باقی نہیں۔ اب کوئی اسے مومن کہتا ہے تو گویا کسی قطعی کافر کو مومن کہتا ہے۔ اسی حقیقت کی تفہیم کے لیے کہا جاتا ہے۔''من شک فی کفرہ فقد کفر''۔ کفر کلامی کا حکم اسی وقت جاری ہوتا ہے، جب تمام جہات محتملہ قطعی بالمعنی الاخص ہوجائیں اور قطعی بالمعنی الاخص میں عوام وخواص کسی کا اختلاف نہیں ہوتا، اور قطعی بالمعنی الاعم میں علما کا اختلاف نہیں ہوتا۔ کسی محقق کو کسی جہت محتملہ میں کوئی شبہہ ہے تو اصحاب علم سے دریافت کرے، جیسا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مانعین زکات کے خلاف حکم جہاد جاری فرمایا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا شبہہ پیش فرمایا اور شبہہ ختم ہونے کے بعد حکم صدیقی کو تسلیم فرمایا۔ ذیل کی عبارت میں قطعی کی حیثیت پر غور کیا جائے۔

امام احمد رضا قادری نے فرض اعتقادی کے بارے میں تحریر فرمایا:

{اَلْاَمْرُالَّذِیْ اَذْعَنَ الْمُجْتَھِدُ طَلَبَہ جَزمِیًّا وَحَتْمِیًّا—فان کان ذلک الاذعان فی درجۃ الیقین المعتبر فی اصول الدین—وعلٰی ذلک التقدیر لا تکون المسئلۃ الامجمعًا عَلَیْھَا بین ائمۃ الدین—لان ما فیہ خلافٌ وَلَوْ مَرْجُوْحًا لایَصِلُ الٰی دَرجۃ ھذا الیقین—فھو فرض اِعْتِقَادِیٌّ—وَمُنْکِرُہ کَافِرٌ مُطْلَقًا عِنْدَ الْفُقَھَاءِ وَکَافِرٌ عند المتکلمین اذا کَانَتِ الْمَسْئَلَۃُ من ضروریات الدین—وَاِنَّمَا ھٰذَا اَحْوَطُ وَاَسَدُّ عند المحققین وَمُعَوَّلٌ وَمُعْتَمَدٌ عِنْدَ اَسَاتِذَتِنَا الْکِرَام} (فتاویٰ رضویہ ج۱ص۶-رضااکیڈمی ممبئ)

توضیح: جب فرض اعتقادی میں ائمہ کرام کا اختلاف نہیں ہوتا تو ضروریات دین میں بھی یقینی طور پر اختلاف نہیں ہوگا، کیوں کہ فرض اعتقادی اگر ضروریات دین میں سے نہ ہو تو وہ قطعی بالمعنی الاعم ہوگا، اور ضروریات دین قطعی بالمعنی الاخص ہوتے ہیں۔ قطعی بالمعنی الاخص میں جانب موافق قطع ویقین کے ساتھ ثابت ہوتی ہے، اور اس کی جانب مخالف قطع ویقین کے ساتھ باطل ہوتی ہے۔ دونوں جانب

الرسالة العاشرة

میں خلاف کا احتمال بعید بھی نہیں ہوتا،یعنی جانب موافق کے ثبوت میں عدم ثبوت کا احتمال بعید بھی نہ ہو،اور جانب مخالف کے بطلان میں عدم بطلان کا احتمال بعید بھی نہ ہو،یہی قطعی بالمعنی الاخص ہے۔بلفظ دیگر قطعی بالمعنی الاخص میں جانب موافق واجب الثبوت ہوتی ہے اور جانب مخالف محال ہوتی ہے،یا تو محال بالذات ہوگی،یا محال بالغیر۔جب ایسا یقین پالیا جائے تو کسی اہل حق کو اختلاف کی گنجائش نہیں رہتی ،اوراہل باطل کے اختلاف کا اعتبار نہیں کیا جاتا،جیسا کہ مسلم الثبوت وشرح عقائد نسفی میں ہے کہ سوفسطائیہ،لا ادریہ اور سمنیہ وغیرہ کے اختلاف کا اعتبار نہیں۔

قطعی بالمعنی الاعم وہ ہے جس میں جانبین سے احتمال قریب معدوم ہو،یعنی جانب موافق کے ثبوت میں عدم ثبوت کا احتمال قریب نہ ہو،اور جانب مخالف کے بطلان میں عدم بطلان کا احتمال قریب نہ ہو،یہی قطعی بالمعنی الاعم ہے۔

ائمہ مجتہدین کا اس میں بھی اختلاف نہیں ہوتا ہے تو پھر قطعی بالمعنی الاخص میں کیسے اختلاف ہوسکتا ہے؟تکفیر کلامی اس وقت ہوتی ہے،جب جہات محتملہ قطعی بالمعنی الاخص ہوجائیں۔

تکفیر کلامی سے متعلق غلط نظریات کے رد کے لیے چند توضیحات مرقومہ ذیل ہیں:

(۱)اگر کفر کلامی کا فتویٰ ہی غلط تھا،مثلاً جہات محتملہ میں کوئی احتمال بالدلیل یا احتمال بلا دلیل موجود تھا اور مفتی نے کفر کلامی کا فتویٰ جاری دیا تو یہ فتویٰ ہی غلط ہوا:

(الف)اگر احتمال بلا دلیل تھا تو کفر فقہی ثابت ہوگا اور کفر فقہی کا حکم ثابت ہوگا یعنی توبہ وتجدید ایمان وتجدید نکاح وغیرہ کا حکم۔اگر کفر کلامی ثابت ہوجاتا تو کفر کلامی کا حکم ثابت ہوتا،یعنی اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل جاتی۔اس کے سارے اعمال برباد ہو جاتے۔اگر حج فرض ادا کر چکا ہے تو دوبارہ ادا کرنا ہوتا۔

(ب)اگر احتمال بالدلیل تھا تو جمہور فقہا کے یہاں بھی کفر نہیں۔اب عدم کفر کی صورت میں غور کرنا ہوگا کہ حرمت،کراہت تحریمی وغیرہ ثابت ہے یا نہیں؟عدم کفر کا مفہوم یہ نہیں کہ وہ کلام بالکل موافق شرع ہے۔

(۲)اگر مفتی نے اصول تکفیر کے خلاف کفر کا فتویٰ صادر کیا تو وہ فتویٰ بھی قابل رد ہوگا مثلاً شیخ اکبر پر ابن تیمیہ حرانی کا فتویٰ کفر کہ شیخ اکبر کی جانب کفریہ کلمات کی نسبت صحیح نہیں۔شیخ اکبر قدس سرہ العزیز کی تحریروں میں تحریف ہوئی اور الحاق ہوا ہے۔

اسی طرح صوفیائے کرام کے کلام کی تحقیق اہل تصوف کی اصطلاحات کے مطابق ہوگی۔انہیں کی مصطلحات کے اعتبار سے صوفیا کے کلام کے احکام بتائے جائیں گے۔

(۳)عقلی اعتبار سے بھی کفر کلامی میں اختلاف کا ممنوع ہونا ظاہر ہوتا ہے،مثلاً کسی مجرم پر معتمد مفتی نے کفر کلامی کا فتویٰ جاری فرمایا اور دیگر معاصر مفتیوں نے بھی تصدیق کی،اسی لیے بادشاہ اسلام نے ارتداد کے سبب اس مجرم کو قتل کردیا۔اب پچاس سال بعد کوئی مفتی یہ کہے کہ اس مجرم کے کفر کلامی کی خبر مجھے تواتر کے ساتھ نہ مل سکی،اس لیے وہ مجرم میری نظر میں کافر کلامی نہیں تو یہ بات نا قابل تسلیم ہوگی،جیسے

الرسالة العاشرة

ایک مریض مرگیا، ڈاکٹر نے چیک کر کے بتایا کہ یہ آدمی مر چکا ہے اور دیگر حاضر ڈاکٹروں نے بھی تصدیق کی، لوگوں نے اسے دفن کر دیا۔
اب پچاس سال بعد کوئی کہے کہ مجھے اس کی موت کی یقینی خبر نہ مل سکی، اس لیے میری نظر میں وہ زندہ ہے تو کیا اس بات کو کوئی تسلیم کر سکتا ہے؟

(۴) کفر کلامی کا صحیح فتویٰ جاری ہونے کے بعد کسی کو توقف، انکار یا شک کا حق حاصل نہیں۔ ''من شک فی کفرہ فقد کفر'' کا یہی مفہوم ہے۔ ہاں، ارباب تحقیق کو اس کلام میں ثبوت کفر کے دلائل کی تحقیق وتفتیش کا حق حاصل ہوگا۔ اسی طرح اگر اس کفر کلامی پر علما کا اتفاق حاصل ہو گیا تو یہ امر مزید مؤکد ہو جاتا ہے۔ البرکات: رسالہ ہشتم (نصف اول: باب دوم، فصل دوم) میں امر تکفیر میں علمائے دین کے اجماع کی مفصل بحث مرقوم ہے۔

امام اہل سنت نے اشخاص اربعہ کی تکفیر کلامی پر علمائے حرمین طیبین کے اتفاق واجماع کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

(الف) ''کفر وہابیہ دیوبندیہ پر علمائے کرام حرمین شریفین (جن کی تحقیق آپ کے یہاں کی تحقیق سے عام مسلمین کے نزدیک ارجح واعلیٰ ہے) اجماع فرما چکے، اور میرے یہاں کے کتب ورسائل مثل تمہید ایمان وحسام الحرمین ووقعات السنان وادخال السنان والموت الاحمر وکشف ضلال دیوبند شرح الاستمداد وغیر ہا نے بحمدہ تعالیٰ کوئی دقیقہ اظہار حق کا اٹھا نہ رکھا۔ مرتدین کو کچھ بناتے نہ بنی، خود اپنے کفروں کی تاویل میں جو حرکت مذبوحی کی، انہیں کے منہ پر پڑی، اور آج تک جواب نہ دے سکے۔ اس کے بعد بھی آفتاب کو چراغ دکھانے کی کچھ حاجت رہی؟ بفرض باطل اگر آپ ان کے کلام میں کوئی تاویل تراش سکیں تو ان مرتدین کو کیا نفع اور ان کا کفر کیوں کر دفع، کہ ان کی یہ مراد ہوتی تو برسوں پہلے اگل نہ دیتے۔ ضرور ان کی مراد معنی کفر ہی تھے، اور وہ کافر۔ درمختار میں ہے:

''ثم لو نیته ذلک فمسلم والا لم ینفعه حمل المفتی علی خلافه''۔ (الطاری الداری ص ۸۳-حسنی پریس بریلی)

(ب) ''تقویۃ الایمان وصراط مستقیم ویک روزی کا مصنف اسماعیل دہلوی ہے۔ اس پر صد ہا وجوہ سے لزوم کفر ہے۔ دیکھو سبحان السبوح وکوکبہ شہابیہ ومتن وشرح الاستمداد۔ اور تحذیر الناس، نانوتوی وبراہین قاطعہ، گنگوہی، وحفظ الایمان، تھانوی میں قطعی یقینی اللہ ورسول کو گالیاں ہیں، اور ان کے مصنفین مرتدین، ان کی نسبت علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے۔ ''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر''۔ جو ان کے کفر میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے۔ دیکھو کتاب مستطاب حسام الحرمین: واللہ اعلم''۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۹ ح ۲ ص ۳۱۴ - رضا اکیڈمی ممبئی)

حضرت علامہ فضل رسول بدایونی نے ابن عبد الوہاب نجدی کے کفر پر ارباب حل وعقد کے اجماع کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

{فاجمع كافة العلماء والقضاة والمفاتي على المذاهب الاربعة من اهل مكة المشرفة وسائر بلاد الاسلام -الذين جاؤا للحج وكانوا جالسين ومنتظرين لدخول البيت عاشر المحرم-وحكموا بكفرهم-وبانه يجب على امير مكة الخروج لديهم من الحرم-ويجب على المسلمين معاونته ومشاركته-فمن تخلف بلا عذر

یکون اثمًا ومن قاتلهم یکون مجاهدًا–ومن قتل من ایدیهم یکون شهیدًا–فاتفق الاجماع بلا خلاف علٰی کلمة واحدة– وکتب الفتوٰی وختم بخواتیم کلهم}(سیف الجبارص۸۹،۹۰-استنبول:ترکی)

جواب اعتراض دوم

تکفیر کلامی میں ہر ایک کو تحقیق کی اجازت نہیں

امام احمد رضا قادری نے تحریر فرمایا:''جاہل کو احکام شرع خصوصًا کفر واسلام میں جرأت سخت حرام، اشد حرام ہے۔کوئی ہو،کسے باشد ۔واللہ تعالیٰ اعلم''۔(فتاویٰ رضویہ ج۶ص۲۰۹-رضا اکیڈمی ممبئی)

امام غزالی شافعی(۴۵۰ھ-۵۰۵ھ)نے تحریر فرمایا کہ کفر کلامی کا فتویٰ صرف متکلمین جاری کریں گے،اور فقہا کو ان کی تقلید لازم ہے،اور چوں کہ تکفیر کلامی کی دلیل قطعی ہوتی ہے،اس لیے تفہیم کے وقت فقہا کا ان دلیلوں کو سمجھنا یقینی ہے۔فرقہ بجنوریہ مسئلہ تکفیر میں امام غزالی کو اپنا آئیڈیل مانتا ہے،اس لیے امام غزالی قدس سرہ العزیز کی عبارتیں حوالہ میں نقل کی جاتی ہیں۔اگر کسی کو کفر کلامی یا ضروریات دین یا کوئی امر شرعی سمجھ میں نہ آئے تو(فاسئلوا اہل الذکران کنتم لاتعلمون)کا حکم ہوگا۔انکار کا حق نہیں ہوگا:واللہ یہدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم

کیا فرقہ بجنوریہ نے ضروریات دین کی تحقیق کی ہے؟بلا استدلال ان کو یقین کیسے حاصل ہوا؟لامحالہ اہل تحقیق پر اعتماد کر کے ان لوگوں نے بلا تحقیق یقین کر لیا ہے۔فرقہ بجنوریہ،ضروریات دین کو محض شمار کر کے بتادے۔کیا کسی بجنوری کو اتنی قوت ہے؟

تکفیر کلامی میں خالص فقہا کو کلام کی اجازت نہیں

قال الغزالی:﴿فاذا فَهِمْتَ اَنَّ النَّظرَ فی التکفیر موقوفٌ علٰی جمیع هذه المقالات التی لایَسْتَقِلُّ بِاٰحَادِهَا الا المبرزون–عَلِمْتَ اَنَّ الْمُبَادِرَ اِلٰی تَکْفِیْرِ مَنْ یُخَالِفُ الاشعریَّ اَوْ غَیْرَ ہ جَاهِلٌ مُجَازِفٌ–وَکَیْفَ یَسْتَقِلُّ الْفَقِیْهُ بمجرد الفقه بهٰذا الخطب العظیم–وَاَیُّ رُبْعٍ من اربا ع الفقه یُصَادِفُ هذه العلوم–فاذا رَأَیْتَ الْفَقِیْهَ الذی بضاعتُه مجردُ الفقه،یخوضُ فی التکفیر والتضلیل–فَاعْرِضْ عنه وَلَاتَشْتَغِلْ به قَلْبَکَ وَلِسَانَکَ–فَاِنَّ التَّحَدِّیَ بالعلوم غَرِیْزَةٌ فی الطبع–لَا یَصْبِرَعَنْهَا الْجُهال–وَلِاَجَلِه کَثُرَ الْخلافُ بین الناس وَلَوْسَکَتَ مَنْ لَایَدْرِی–لَقَلَّ الْخِلَافُ بَیْنَ الْخَلْقِ﴾(فیصل التفرقة بین الاسلام والزندقة ص۷۴)

تکفیر کلامی میں فقہا کو متکلمین کی تقلید لازم

تکفیر کلامی میں جہات محتملہ کا قطعی بالمعنی الاخص ہونا ضروری ہے،اس لیے اس کا سمجھنا آسان ہے۔بالفرض اگر سمجھ میں نہ آئے تو

الرسالة العاشرة

بھی فقہا کو متکلمین کا فتویٰ تکفیر ماننا لازم ہے۔مذہب شافعی میں اجماع شرعی میں غیر کافر بدعتی کا لحاظ ہوگا،کافر بدعتی کا نہیں۔اگر فقہا کو کسی کافر بدعتی کے کفر کا علم نہ ہوسکا اور فقہا نے اس کافر بدعتی کے اختلاف کے سبب اجماع کو غیر منعقد سمجھا تو اس صورت کا حکم بیان کرتے ہوئے امام غزالی نے تحریر فرمایا کہ اگر فقہا کو اس بدعتی کے کفریہ قول کا علم تھا تو فقہا پر لازم تھا کہ متکلمین سے دریافت کرتے،اور پھر متکلمین کا فتویٰ ماننا ان پر لازم ہوتا۔اگر فقہا کو اس بدعتی کے غلط قول کی اطلاع ہی نہیں تھی تو فقہا عدم علم کے سبب اجماع کو غیر منعقد قرار دینے میں معذور ہوں گے۔

قال الغزالی:﴿فان قیل:فَلَوْ تَرَکَ بَعْضُ الفقہاء الاجماعَ بِخِلَافِ الْمُبْتَدِعِ الْمُکَفَّرِ اِذَا لَمْ یَعْلَمْ اَنَّ بدعته تُوْجِبُ الْکُفْرَ–وَظَنَّ اَنَّ الاجماع لاینعقد دونه–فَهَلْ یُعْذَرُ من حیث اَنَّ الفقہاء لایطلعون عَلٰی مَعْرِفَةِ مَا یُکَفَّرُ به من التاویلات؟قلنا لِلْمَسْئَلَةِ صُوْرَتَانِ.

(۱)اِحْدَاهُمَا اَنْ یَقُوْلَ الفقہاء:نحن لَا نَدْرِیْ اَنَّ بدعته توجب الکفرَ اَمْ لَا؟ففی هذه الصورة لَایُعْذَرُوْنَ فِیْهِ اِذْ یَلْزَمُهُمْ مُرَاجَعَةُ علماء الاصول،ویجب علی العلماء تعریفُهم،فاذا اَفْتوهُمْ بکُفْرِه فعلیهم التقلید–فَاِنْ لَمْ یَقْنَعْهُمُ التَّقلید–فَعَلَیْهِمُ السُّوَالُ عن الدلیل،حَتّٰی اذا ذُکِرَ لهم دلیلُه،فَهِمُوْهُ لَامَحَالَةَ–لِاَنَّ دَلِیْلَهُ قَاطِعٌ،فَاِنْ لَمْ یُدْرِکْهُ فَلَا یَکُوْنُ مَعْذُوْرًا،کَمَنْ لَایُدْرِکُ دَلِیْلَ صدق الرسول صلی اللّٰه علیه وسلم فانه لَاعُذْرَ مَعَ نَصْبِ اللّٰهِ تَعَالٰی الْاَدِلَّةَ الْقَاطِعَةَ.

(۲)الصورة الثانیة اَنْ لَایکونَ بَلَغَتْهُ بِدْعَتُه وَعَقِیْدَتُه فَتَرَکَ الْاِجْمَاعَ لِمُخَالَفَتِه فَهُوَ مَعْذُوْرٌ فِیْ خَطَاِهٖ وَغَیْرُ مُوَاخَذٍ بِهٖ﴾(المستصفٰی من علم الاصول ج ۱ ص ۱۸۴)

جب متکلمین کفر کلامی کا فتویٰ صادر کردیں تو فقہا کو تقلید لازم ہے۔عوام مسلمین کو امر تکفیر میں تحقیق و بحث کی اجازت نہیں۔جب کفر کلامی پر اجماع ہوجائے تو حکم کفر مزید مؤکد ہوجاتا ہے۔اگر ایک ہی متکلم نے کفر کلامی کا صحیح فتویٰ جاری کیا،اور ابھی کفر کلامی کے فتویٰ پر اجماع نہیں ہوا تو بھی متکلم دیگر کو اختلاف کی اجازت نہیں۔اگر کفر کلامی کا وہ فتویٰ صحیح ہے تو آخر اختلاف کس بنیاد پر؟اگر بلاوجہ انکار کرتا ہے تو ''من شک فی کفرہ فقد کفر'' کا حکم جاری ہوگا۔اگر کوئی شبہ واحتمال ہے تو اصل مفتی سے دریافت کرے۔

اعتراض ہونے پر امام احمد رضا قادری نے بھی ''تمہید ایمان'' میں رفع احتمالات کی وضاحت فرمائی۔الحاصل دیگر متکلمین کو تحقیق کی اجازت ہے،لیکن فتویٰ صحیح ہونے کی صورت میں اختلاف کا حق حاصل نہیں اور تحقیق کا فائدہ محض حقائق ودلائل کا ادراک ہے،جیسے فقہی امور میں مقلد کو اپنے امام مجتہد کے دلائل کے ادراک کا حق حاصل ہے،لیکن مقلد کو اپنے امام مجتہد سے اختلاف کا حق نہیں۔اسی طرح کفر کلامی کا فتویٰ صحیح ہے تو کسی کو اختلاف کا حق نہیں۔

سوال:اگر کسی متکلم نے کسی پر کفر کلامی کا حکم جاری کیا تو دیگر متکلمین آنکھ بند کرکے تسلیم کرلیں یا تحقیق کا حق انہیں حاصل ہے؟

الرسالة العاشرة

جواب: دیگر متکلمین کو تحقیق کا حق حاصل ہے، لیکن فتویٰ صحیح ہونے کی شکل میں انکار کا حق حاصل نہیں۔ کوئی احتمال سمجھ میں آئے تو خود اسی مفتی سے سوال کرنا ہوگا، جس نے کفر کا فتویٰ جاری کیا ہے، جیسے مانعین زکات سے حکم جہاد جاری کرنے پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا تھا۔ مذکورہ مفتی نہ ہوں تو دیگر اہل علم سے دریافت کرے۔

بجنوری نے تحقیق کو انکار کا مرادف قرار دیا، اور جابجا لکھا کہ ہر ایک کو تحقیق کا حق ہے، یعنی انکار کا حق ہے، حالاں کہ یہ نظریہ غلط ہے۔ اگر دیگر متکلمین کو بلاسبب انکار کا حق حاصل ہو جائے تو ''من شک فی کفرہ فقد کفر'' کا مفہوم ہی باطل ہو جائے گا۔

شریعت، عقل کے خلاف نہیں ہو سکتی۔ اگر دیگر متکلمین کو حق انکار حاصل ہو جائے تو ایک ہی ملزم کسی کے یہاں قطعی کافر ہوگا اور کسی کے یہاں قطعی مومن ہوگا اور ایمان وکفر دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں اور مذکورہ صورت میں ایک ہی جگہ ایمان وکفر کا قطعی طور پر پایا جانا لازم آتا ہے، اور یہ اجتماع ضدین ہے، نیز باب اعتقادیات میں دو قول حق نہیں ہو سکتے، پس یقینی طور پر ایک باطل ہوگا۔ ہاں، فقہ کے اجتہادی مسائل میں ایسے متضاد اقوال کو حق تسلیم کیا جاتا ہے، کیوں کہ وہ ظنی امور ہیں اور وہاں دونوں قول کو ظنی طور پر حق تسلیم کیا جاتا ہے۔

مسئلہ تکفیر، عوام مسلمین کے لیے تحقیقی ہے یا تقلیدی؟

سوال: مسئلہ تکفیر عوام مسلمین کے لیے تحقیقی ہے یا تقلیدی؟ کیا باب عقائد میں تقلید جائز ہے؟

کیا عام مسلمانوں کو تحقیق کرنے کا حکم ہے؟

جواب: باب عقائد کے تحقیقی ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ عقائد کا یقین حاصل ہو جائے، خواہ یہ یقین دلیل اجمالی سے حاصل ہو، یا دلیل تفصیلی سے، یا کسی اور ذریعہ سے یقین حاصل ہو جائے۔ عام مسلمانوں کو اعتقادی امور میں دلیل اجمالی حاصل ہے۔ وہ تفصیلی دلائل کو کما حقہ سمجھ بھی نہیں سکتے۔ البرکات: رسالہ دوم (باب اول) میں باب عقائد کے تحقیقی ہونے کی تفصیل مرقوم ہے۔

صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی (۱۲۹۶ھ-۱۳۶۷ھ-۱۸۸۲ء-۱۹۴۸ء) نے تحریر فرمایا:

''اصول عقائد میں تقلید جائز نہیں، بلکہ جو بات ہو، یقین قطعی کے ساتھ ہو، خواہ وہ یقین کسی طرح بھی حاصل ہو۔ اس کے حصول میں بالخصوص علم استدلالی کی حاجت نہیں۔ ہاں، بعض فروع عقائد میں تقلید ہو سکتی ہے۔ اسی بنا پر خود اہل سنت میں دو گروہ ہیں۔ ماتریدیہ کہ امام علم الہدیٰ حضرت ابو منصور ماتریدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متبع ہوئے، اور اشاعرہ کہ حضرت امام شیخ ابو الحسن رحمہ اللہ تعالیٰ کے تابع ہیں۔ یہ دونوں جماعتیں اہل سنت ہی کی ہیں اور دونوں حق پر ہیں۔ آپس میں صرف بعض فروع کا اختلاف ہے۔ ان کا اختلاف حنفی، شافعی کا سا ہے کہ دونوں اہل حق ہیں۔ کوئی کسی کی تضلیل وتفسیق نہیں کر سکتا''۔ (بہار شریعت حصہ اول ص ۵۳)

مسئلہ تکفیر کے تحقیقی ہونے کا مفہوم کیا ہے؟

خلیل بجنوری نے جابجا لکھا کہ مسئلہ تکفیر تقلیدی نہیں، بلکہ تحقیقی ہے۔ تحقیقی ہونے کا یہ مفہوم بتایا کہ کسی پر کفر کا فتویٰ عائد ہو تو ہر ایک

الرسالة العاشرة

مفتی کو ذاتی تحقیق کی بنیاد پر ہی اسے کافر کہنے کا حکم ہے، حالاں کہ یہ مفہوم اس کا خود ساختہ ہے۔ جب ہر کوئی فتویٰ تکفیر جاری کرنے کا اہل ہی نہیں، جیسا کہ بجنوری نے بھی لکھا ہے تو ہر ایک کو تحقیق کا حکم کیوں کر ہوگا؟

مسئلہ تکفیر کے تحقیقی ہونے کا یہ مفہوم نہیں کہ ہر کوئی تحقیق کرے، بلکہ تحقیقی ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ جو عالم فتویٰ کفر جاری کرنے کا اہل ہے، وہ شرعی اصول وقوانین کو موجودہ کفریہ کلام پر منطبق کرے، پھر اگر اس قسم کی جزئیات یا اس کے نظائر موجود ہیں تو ان پر غور وفکر کرے، جہات محتملہ کی تحقیق کرے کہ وہ یقینی درجہ میں ہیں یا محض ظنی ہیں؟ تمام شرائط کی تکمیل وتحقیق کے بعد فتویٰ کفر جاری کرے۔ غیر اہل کو تحقیق کی اجازت نہیں ہے، بلکہ علمائے اہل تحقیق کے فیصلے کو تسلیم کرنا اسے لازم ہے۔

خلیل بجنوری نے مسئلہ تکفیر کے تحقیقی ہونے کی غلط تشریح کی ہے، اور مسلمانوں کو غلط فہمی میں مبتلا کیا۔ فیصلہ کن امور درج ذیل ہیں۔

(۱) کافر کلامی کو کافر کلامی ماننا ضروریات دین میں سے ہے، اور ضروریات دین میں توقف جائز نہیں، خواہ ضروریات دین کا علم دلیل اجمالی سے ہو، یا دلیل تفصیلی سے، اس لیے کافر کلامی کے کفر سے انکار کی کوئی صورت نہیں۔ (البرکات: رسالہ دوم، باب اول)

(۲) کسی کے کفر کلامی پر ارباب حل وعقد کے اجماع سے حکم کفر مزید مؤکد ہو جاتا ہے۔ اشخاص اربعہ کے کفر پر اجماع ہو چکا ہے۔ اب اشخاص اربعہ کو مومن قرار دینے کے لیے توبہ کا ثبوت چاہئے، جو نادرد ہے۔ (البرکات: رسالہ ہشتم، نصف اول، باب دوم، فصل دوم)

(۳) کسی مفتی کو کسی جہت میں احتمال نظر آئے تو اس احتمال کی توضیح دریافت کرے، جیسا کہ مانعین زکات سے جہاد کے جواز پر شبہ ہوا تو حضرت فاروق اعظم نے حضرت صدیق اکبر سے دریافت فرمایا تھا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

(البرکات: رسالہ ہشتم، نصف اول، باب سوم، بحث: مانعین زکات سے جہاد اور شیخین کریمین کا اختلاف)

(ماہنامہ پیغام شریعت: اپریل ۲۰۱۸ء ص ۴۸)

(۴) من شک فی کفرہ فقد کفر متفق علیہ کلیہ ہے کہ کفر کلامی کا صحیح فتویٰ جاری ہونے کے بعد اختلاف کی گنجائش نہیں۔

(البرکات: رسالہ ہشتم، نصف اول، باب دوم، فصل اول)

(ماہنامہ پیغام شریعت: اپریل ۲۰۱۸ء: ص ۵۰ - ماہنامہ پیغام شریعت: مئی وجون ۲۰۱۸ء: ص ۴۴ تا ۴۷)

(۵) جو کسی سبب سے باب تکفیر میں تحقیق نہ کر سکے، وہ سائل کی منزل میں ہوگا اور ''فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون'' کا حکم جاری ہوگا۔ عدم تحقیق کے سبب انکار کا حق نہیں ہوگا۔ مفتیان اسلام کے فتویٰ پر اسے عمل کرنا ہوگا۔

(البرکات: رسالہ ہشتم، نصف اول، باب سوم - ماہنامہ پیغام شریعت: مئی وجون ۲۰۱۸ء: ص ۴۵، ۴۶)

(۶) تحقیق کے سبب جس کے گمراہ ہونے کا خطرہ ہو، جیسے بجنوی اور اس کے امثال ونظائر، ایسے لوگوں کو اس باب میں تحقیق کی اجازت نہیں ہوگی، باب عقائد کے مشکل مسائل میں ہر ایک کو غور وفکر اور تحقیق کی اجازت نہیں۔ (پیغام شریعت: مئی وجون ۲۰۱۸ء: ص ۴۹)

(۷) منکر ضروریات دین کو کافر ماننا اور شخصی طور پر کسی منکر ضروری کو کافر نہ ماننا اجمال کا اقرار، تفصیل کا انکار ہے۔ یہ بھی کفر ہے۔

الرسالة العاشرة

(البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیہ: رسالہ دوم، بحث: ایمان اجمالی وایمان تفصیلی کا بیان)

سوال: کیا کفرفقہی پر بھی اجماع ہوتا ہے؟ اگر کفرفقہی پر اجماع کے بعد کوئی اس کفرفقہی کا انکار کرے تو کیا حکم ہے؟

جواب: کفرفقہی میں متکلمین کا لفظی اختلاف ہوتا ہے، وہ کفرفقہی کو ضلالت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اگر کفرفقہی پر تعبیری اختلاف کے ساتھ اجماع ہو گیا تو اس کا منکر فقہا کے یہاں کافرفقہی ہوگا اور متکلمین کے یہاں ضال وبدعتی ہوگا، جیسے اسماعیل دہلوی کے کفرفقہی پر تعبیری اختلاف کے ساتھ اجماع ہے۔ اسی طرح ابن عبدالوہاب نجدی کے کفر پر تعبیری اختلاف کے ساتھ فقہا ومتکلمین کا اجماع ہے۔

نجدی و دہلوی دونوں بحکم فقہا کافر اور بحکم متکلمین گمراہ ہیں۔ اب کسی کو دہلوی ونجدی کے کفرفقہی کا انکار کا حق نہیں۔

واضح رہے کہ مسئلہ تکفیر میں اجماع محض تائید وتقویت کے لیے ہے، ورنہ اگر ایک ہی مفتی نے کفر کلامی یا کفرفقہی کا صحیح فتویٰ دیا تو کفر کلامی کا منکر کافر کلامی اور کفرفقہی کا منکر کافرفقہی ہے۔ کفرفقہی لزومی کی بعض صورتیں متکلمین کے یہاں قابل قبول نہیں۔ اس کی تفصیلی بحث ((البرکات)) رسالہ: پنجم میں مرقوم ہے۔

ضروریات اہل سنت (قطعی بالمعنی الاعم امور) کے انکار پر بہت سے فقہا کفر کا حکم لگاتے ہیں، اسی کفرفقہی کو متکلمین ضلالت سے تعبیر کرتے ہیں۔ ضروریات اہل سنت کے انکار کے علاوہ بھی فقہا کے یہاں لزوم کفر کے سبب کفرفقہی کا حکم نافذ کیا جاتا ہے۔ یہ کفرفقہی لزومی ہے۔ کفرفقہی لزومی کو بھی کفرفقہی کہا جاتا ہے۔ کفرفقہی لزومی کی بہت سی صورتیں متکلمین کی بحث سے خارج ہیں۔ فقہ کی کتابوں میں کفر کلامی، کفرفقہی اور کفرفقہی لزومی کی بحث مخلوط ہوتی ہے۔ فرق وتمیز کے لیے اصول وقواعد سے واقف ہونا لازم ہے۔

سوال: کسی مفتی کے فتویٰ تکفیر سے یہ کیسے معلوم ہوگا کہ یہ کفر کلامی کا فتویٰ ہے، یا کفرفقہی کا؟

جواب: فتویٰ کفر میں عام طور پر یہ صراحت نہیں کی جاتی ہے کہ یہ کفر کلامی کا فتویٰ ہے، یا کفرفقہی کا۔ کفرفقہی یا کفر کلامی کے تعین کے لیے یہ دیکھنا ہوگا کہ تمام جہات محتملہ قطعی بالمعنی الاخص ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو کفر کلامی کا فتویٰ ہے، ورنہ وہ کفرفقہی کا فتویٰ ہوگا۔ دہلوی کی تکفیر میں تمام جہات محتملہ قطعی بالمعنی الاخص نہیں، بلکہ دہلوی کی عبارتوں میں احتمالات ضعیفہ موجود ہیں، اس لیے وہ فتویٰ کفرفقہی کا ہے۔

جواب اعتراض سوم

علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ مذہب متکلمین پر تھے

حضرت علامہ فضل رسول بدایونی (۱۷۹۷ء-۱۸۷۲ء) مسئلہ تکفیر میں متکلمین کے مذہب پر تھے، اسی لیے انہوں نے اسماعیل دہلوی کو خود کافر نہیں کہا، بلکہ گمراہ، اہل سنت سے خارج وغیرہ الفاظ استعمال فرمائے۔

انہوں نے علامہ فضل حق خیرآبادی (۱۷۹۷ء-۱۸۶۱ء) کے فتویٰ تکفیر کو اپنی متعدد تصانیف میں نقل فرمایا۔ خود اپنی زبان سے اسماعیل دہلوی کو کہیں کافر نہیں فرمایا۔ وہ علامہ خیرآبادی کے ہم عمر بھی تھے۔

الرسالة العاشرة

فتویٰ کفر ۱۸: رمضان ۱۲۴۰ھ مطابق ۵: مئی ۱۸۲۵ء کو جاری کیا گیا۔قریباً سینتالیس (۴۷) بعد ۱۸۷۲ء میں علامہ بدایونی کی وفات ہوئی۔اسماعیل دہلوی کے خلاف جس طرح علامہ خیرآبادی میدان میں تھے،اسی طرح علامہ خیرآبادی کے عہد میں اور علامہ خیرآبادی کے جزیرہ انڈمان جانے کے بعد اوران کی وفات کے بعد علامہ فضل رسول بدایونی میدان میں براجمان رہے، بلکہ اس عہد میں سرخیل جماعت اوراہل سنت و جماعت کے روح رواں تھے۔

علامہ خیرآبادی اور علامہ بدایونی کے مابین اچھے روابط بھی تھے۔علامہ خیرآبادی بدایوں بھی تشریف لائے اور خاص علامہ بدایونی کے مدرسہ قادریہ میں قیام پذیر بھی ہوئے۔علامہ بدایونی کی کتاب ’’المعتقد المنتقد‘‘ پر علامہ خیرآبادی کی تقریظ بھی ہے۔یہ کتاب ۱۲۷۰ھ میں تالیف ہوئی۔اس میں علامہ خیرآبادی کی تردید وہابیہ کا ذکر ہے۔دہلی اور بدایوں میں بہت زیادہ فاصلہ بھی نہیں۔ان کے علاوہ بہت سے قرائن ہیں،جن کی موجودگی میں یہ کہنا کہ علامہ فضل رسول بدایونی کو تکفیر دہلوی کی خبر نہ ہوئی ، یا تکفیر کی خبر متواتر نہ ہوئی،ایک غلط دعویٰ ہوگا۔حق یہ ہے کہ علامہ بدایونی مسئلہ تکفیر میں مذہب متکلمین پر تھے۔علامہ فضل رسول بدایونی سے متعلق امام اہل سنت نے تحریر فرمایا:

{فیہ تکفیر الکرامیۃ وھو مسلک الفقھاء–اما جمھور المتکلمین فَیَابُوْنَ الْاِکْفَارَ اِلَّا بِاِنْکَارِ شَیْءٍ من ضروریات الدین–وھو الاحوط الماخوذ المعتمد عندنا وعند المصنف العلام تبعًا لِلْمُحَقِّقِیْن}

(المعتمد المستند ص ۳۸-مبارک پور)

تکفیر دہلوی سے متعلق سوالات وجوابات

سوال: مسئلہ تکفیر میں فقہا و متکلمین کا اختلاف لفظی ہے،یا حقیقی اختلاف ہے؟

جواب: مسئلہ تکفیر میں فقہا و متکلمین کا اختلاف لفظی ہے۔فقہا ان امور کو کفر کہتے ہیں اور قائل و فاعل کو کافر کہتے ہیں۔متکلمین ان امور کو ضلالت کہتے ہیں اور قائل و فاعل کو ضال کہتے ہیں۔ہاں،کفر لزومی فقہی کی بہت سی صورتیں متکلمین کی بحث سے خارج ہیں۔

سوال: کیا کافر فقہی کے لیے بھی ’’من شک فی کفرہ فقد کفر‘‘ کا قانون استعمال کیا جا سکتا ہے؟

جواب: ہاں،کفر فقہی میں بھی یہ قانون جاری ہوسکتا ہے۔اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ جو اس مجرم کو کافر فقہی نہ تسلیم کرے، بلکہ اسے مومن کامل تسلیم کرے،وہ بھی اسی کی طرح کافر فقہی ہے۔کفر کلامی کے وقت اس قانون کا مفہوم یہ ہوگا کہ جو اس کے کفر کلامی میں شک کرے،وہ اسی کی طرح کافر کلامی ہے۔متکلمین بھی کافر فقہی کو کافر فقہی مانتے ہیں،لیکن مطلقاً کافر کا لفظ اس کے لیے استعمال نہیں کرتے، بلکہ اسے گمراہ کہتے ہیں،یا کہتے ہیں کہ وہ بحکم فقہا کافر ہے۔

اگر وہ بلا کسی قید کے مطلقا کافر کہہ دیں تو یہی سمجھا جائے گا کہ شاید یہ مجرم، متکلمین کے یہاں بھی کافر ہے،اسی لیے وہ علی الاطلاق بلا کسی قید کے کافر فقہی کو کافر نہیں کہتے۔اس وضاحت سے یہ ظاہر ہوگیا کہ کفر فقہی میں ’’من شک فی کفرہ فقد کفر‘‘ کے استعمال سے متکلمین پر

الرسالة العاشرة

کوئی اعتراض وارد نہیں ہوگا، کیوں کہ متکلمین اس کفر فقہی کو تسلیم کرتے ہیں، صرف تعبیر میں فرق ہے۔

امام اہل سنت نے اسماعیل دہلوی کو الکوکبۃ الشہابیہ اور سل السیوف الہندیہ میں متعدد وجوہ سے کافر فقہی تسلیم کیا اور پھر اخیر میں کافر کلامی ہونے سے انکار بھی فرمایا۔ تمہید ایمان میں بھی کافر کلامی ہونے کا انکار کیا، کیوں کہ وہ کافر کلامی نہیں تھا۔ الموت الاحمر میں تفصیلات مرقوم ہیں۔ حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی نے اسماعیل دہلوی پر کفر فقہی کا فتویٰ دیا تھا۔ متکلمین ایسے کافر فقہی کو ضال وگمراہ کہتے ہیں۔

سوال: کیا حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی قدس سرہ العزیز نے اسماعیل دہلوی سے کبھی مناظرہ فرمایا تھا؟

جواب: کوئی ایسی روایت نہیں ملتی کہ حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی نے اسماعیل دہلوی سے مناظرہ فرمایا تھا۔ جامع مسجد کے مناظرہ میں علامہ موجود نہیں تھے، نیز اس مناظرہ میں دہلوی شروع سے خاموش تھا، پھر درمیان مباحثہ بھاگ نکلا، علمائے اہل سنت کی جانب سے علامہ رشیدالدین خاں علیہ الرحمہ بحث فرمارہے تھے اور دہلوی کی جانب سے عبدالحی بڈھانوی۔

وہ مباحثہ تقویۃ الایمان کی عبارتوں سے متعلق نہیں تھا، بلکہ دہلوی وبڈھانوی معمولات اہل سنت وجماعت کو شرک وبدعت کا نام دیتے تھے، اس لیے چودہ سوالات علمائے اہل سنت کی مشاورت سے تیار کیے گئے۔ علامہ فضل حق خیرآبادی بھی اس مشاورت میں شریک تھے۔ ان سوالات پر علمائے اہل سنت کے دستخط ہوئے، پھر انہیں سوالات پر عبدالحی بڈھانوی سے مباحثہ ہوا، اس نے بھی آخر کار دستخط کر دیا۔ اس کی تفصیل البرکات: رسالہ دہم میں موجود ہے۔

اگر یہ مباحثہ تقویۃ الایمان کی عبارتوں سے متعلق ہوتا تو یہ کہا جاسکتا تھا کہ دہلوی کی خموشی اس بات پر دلیل تھی کہ وہ اپنی کفریہ عبارتوں کی تاویل نہیں کرسکا۔ اس وقت تقویۃ الایمان کے شائع نہیں ہوئی تھی۔

۱۵: محرم الحرام ۱۲۴۰ء کو تقویۃ الایمان کی تصنیف مکمل ہوئی۔ اسی سال تین ماہ بعد ۲۹: ربیع الآخر ۱۲۴۰ھ کو دہلی جامع مسجد میں مناظرہ ہوا۔ روایتوں کے مطابق تقویۃ الایمان ۱۲۴۳ھ مطابق ۱۸۲۶ء میں شائع ہوئی۔

کسی سائل نے شفاعت سے متعلق تقویۃ الایمان کی عبارت نقل کر کے حضرت علامہ خیرآبادی سے سوال کیا۔ علامہ خیرآبادی نے اولاً اس بحث کی ایک خاص عبارت پر ''تقریر اعتراضات بر تقویۃ الایمان'' کے نام سے چند سوال لکھے۔ اسماعیل دہلوی نے جامع مسجد دہلی میں بیٹھ کر ایک ہی دن میں اس کا جواب لکھا، اس لیے اس جواب کا نام ''یک روزی'' ہوا۔

علامہ خیرآبادی کو تقویۃ الایمان کی یہ عبارت دہلی جامع مسجد کے مناظرہ کے بعد حاصل ہوئی۔ اگر مناظرہ سے قبل اس عبارت پر اطلاع ہوتی تو مناظرہ میں اس پر بھی بحث ہوتی۔ اس قدر اہم مسئلہ سے چشم پوشی نہیں کی جاتی۔ مناظرہ کے بعد گرچہ دہلوی اور بڈھانوی کچھ نرم ہوگئے تھے، لیکن رسالہ یک روزی سے یہ ظاہر ہوگیا کہ یہ لوگ اپنی گمرہی سے باز آنے والے نہیں۔ اس کے بعد علامہ خیرآبادی نہیں سائل کے سوال کے جواب میں ''تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ'' تحریر فرمائی۔ تحقیق الفتویٰ میں شفاعت سے متعلق تقویۃ الایمان اور رسالہ یک روزی، دونوں کا رد بلیغ فرمایا، اور حکم شرعی جاری فرمایا۔

الرسالۃ العاشرۃ

سوال: اگر مجلس مناظرہ میں تقویۃ الایمان کی عبارتوں پر گفتگو نہ ہوئی تھی، تو کیا تحقیق الفتویٰ کی اشاعت کے بعد دہلوی کی خموشی کو اس پر محمول کیا جاسکتا ہے کہ اس کے پاس اپنے اقوال باطلہ کی تاویل قریب یا تاویل بعید نہیں تھی، اسی لیے وہ خاموش رہا، اور اس خموشی کے سبب اس کے متردد و غیر متعین اقوال، کفری معنی میں متعین ہوگئے۔ اگر کوئی تاویل ہوتی تو اپنے کو کفر سے بچانے کے واسطے ضرور پیش کرتا؟

جواب: فقہا بعض صورتوں میں قرینہ کے سبب سکوت کو بیان کے درجہ میں تسلیم کرتے ہیں، لیکن متکلمین کے یہاں سکوت وخموشی بیان قطعی کی منزل میں نہیں، کیوں کہ سکوت سے قطعی بالمعنی الاخص طور پر اقرار، انکار یا کوئی امر ثابت نہیں ہوتا، بلکہ سکوت میں متعدد امور کا احتمال رہتا ہے۔ یہاں ممکن ہے کہ دہلوی نے تاویل اور قیل وقال کو نقصان دہ سمجھتے ہوئے خاموشی اختیار کرلی ہو، کیوں کہ وہ جہاد کو جانے والا تھا۔ بحث ومباحثہ کے سبب لوگوں کے مزید ناراض ہوجانے کا خطرہ محسوس کیا ہو۔ فتویٰ کفر عائد ہونے کے بعد اسے زیادہ موقع بھی نہ مل سکا۔ ۱۸: رمضان ۱۲۴۰ھ کو دہلوی کے خلاف حکم کفر جاری کیا گیا، اسی سال وہ حج کو گیا۔ اس زمانہ میں پانی جہاز سے حج کا سفر ہوتا تھا، لوگ کئی ماہ قبل سفر حج کے لیے روانہ ہوتے۔ فتویٰ کفر عائد ہونے کے وقت وہ دہلی میں تھا، یا حج کو روانہ ہو چکا تھا، اس کی تحقیق نہیں ہوسکی۔ جب وہ حج سے واپس آیا تو جمادی الاولیٰ ۱۲۴۱ھ میں جہاد کے لیے نکل گیا، حج سے واپسی کے بعد وہ جہاد کی تیاریوں میں مصروف تھا۔

سوال: علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا کہ علامہ خیر آبادی نے اسماعیل دہلوی کے روبرو کفر کا فتویٰ جاری فرمایا؟ اور دہلوی نے کچھ جواب نہیں دیا؟ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ علامہ خیر آبادی نے آمنے سامنے دہلوی کو کافر کہا اور وہ کوئی تاویل نہ کرسکا؟

جواب: علامہ خیر آبادی اور اسماعیل دہلوی کے مابین تقویۃ الایمان کی عبارتوں پر کبھی آمنے سامنے بحث نہیں ہوئی، بلکہ ایک تحریری مباحثہ ہوا۔ علامہ خیر آبادی نے ''تقریر اعتراضات برتقویۃ الایمان'' تحریر فرمائی۔ اسماعیل دہلوی نے اس کا جواب ''رسالہ یک روزی'' کی شکل میں دیا۔ یہاں ''روبرو'' سے اس کا حقیقی معنی مراد نہیں، بلکہ مراد یہ ہے کہ دہلوی کی زندگی میں اسی شہر دہلی میں علامہ خیر آبادی نے دہلوی پر فتویٰ کفر جاری فرمایا۔ علامہ خیر آبادی نے ''تحقیق الفتویٰ'' سے قبل دہلوی پر زبانی فتویٰ کفر جاری نہیں فرمایا تھا، پھر روبرو کا حقیقی معنی یعنی آمنے سامنے تکفیر کی کوئی صورت ہی نہیں۔ نیز ''روبرو'' کا ذکر الگ جملہ میں ہے، تکفیر کا ذکر مابعد جملہ میں ہے۔ پہلے اجمالی طور پر دو امر یعنی ردو ابطال اور تکفیر کا ذکر ہے، پھر تفصیلی طور پر تحقیق الفتویٰ اور حکم کفر کا ذکر ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ تحقیق الفتویٰ پر دستخط دہلوی کے روبرو نہیں ہوا۔

سوال: کیا رسالہ ''یک روزی'' سے اسماعیل دہلوی کی عبارت کا متعین فی الکفر ہونا ثابت ہوتا ہے؟

جواب: علامہ خیر آبادی نے ''تقریر اعتراضات برتقویۃ الایمان'' میں دہلوی کی درج ذیل عبارت پر بحث فرمائی تھی۔

''اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن وفرشتہ، جبریل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کرڈالے''۔ (تقویۃ الایمان ص ۳۴ - سلفیہ بنارس)

الرسالة العاشرة

عبارت مذکورہ بالا پر بحث فرماتے ہوئے علامہ خیرآبادی نے تحریر فرمایا تھا کہ اس سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظیر کا ممکن ہونا ثابت ہوتا ہے،اور رب تعالیٰ کے کذب کا امکان ثابت ہوتا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آخری نبی بنا کر بھیجا۔ اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی آپ کے مثل ہو تو وہ نبی ہوگا، پھر خاتم النبیین کی آیت کریمہ کا خلاف واقع ہونا ثابت ہوگا۔ دہلوی نے رسالہ یک روزی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظیر کا محض امکان عقلی اور کذب باری تعالیٰ کا محض امکان عقلی ثابت کیا۔ ان دونوں امر میں محض امکان عقلی تسلیم کرنا کفر فقہی ہے،اور مذکورہ دونوں امر میں امکان وقوعی تسلیم کرنا کفر کلامی ہے۔ نانوتوی نے تحذیر الناس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی جدید نبی کی آمد کا امکان وقوعی ثابت کر دیا،اور گنگوہی نے اپنے فتویٰ میں کذب باری تعالیٰ کا امکان وقوعی ثابت کر دیا،اس سبب سے ان دونوں پر کفر کلامی کا حکم جاری ہوا،اور دہلوی کفر کلامی سے بچ گیا۔

سوال: علامہ خیرآبادی کو تقویۃ الایمان کی وہ عبارت پیش کی گئی تھی، جو شفاعت سے متعلق ہے، کیا شفاعت کا انکار کفر کلامی نہیں؟

جواب: اسماعیل دہلوی نے شفاعت کا من کل الوجوہ انکار نہیں کیا، بلکہ شفاعت کی چند قسمیں بتائی، پھر بعض قسموں کا انکار کیا اور بعض کو ثابت رکھا، گرچہ اس سے بھی اصل شفاعت کا انکار لازم آتا ہے، لیکن مطلق شفاعت کا انکار بطریق لزوم ثابت ہوتا ہے، بطریق التزام، اصل شفاعت کا انکار ثابت نہیں ہوتا۔ معتزلہ نے بھی شفاعت کی بعض صورتوں کا انکار کیا ہے، بلکہ دہلوی نے بھی انکار شفاعت میں معتزلہ کی پیروی کی ہے۔ متکلمین نے شفاعت کی بعض صورتوں کے انکار کے سبب معتزلہ کی تکفیر نہیں کی، کیوں کہ اصل شفاعت کا انکار معتزلہ نے نہیں کیا اور فقہا نے معتزلہ کی تکفیر کی، کیوں کہ معتزلہ نے اہل کبائر کے لیے شفاعت کا انکار کیا ہے، اور اہل کبائر کی شفاعت جن احادیث مقدسہ سے ثابت ہے، وہ احادیث مبارکہ متواتر معنوی ہیں، گرچہ وہ متواتر لفظی نہیں ہیں۔

متکلمین اسی وقت تکفیر کرتے ہیں، جب ضروریات دین میں سے کسی امر کا انکار بطریق التزام، یعنی مفسر طور پر پایا جائے۔ اہل کبائر کی شفاعت کا شمار ضروریات اہل سنت میں ہے۔ دہلوی سرزمین ہند کا اولین شقی القلب ہے، جس نے خدا و رسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی شان اقدس میں بدگوئی اور بے ادبی کی ہے، لیکن یہ تنقیص و بے ادبی مفسر طور پر نہیں، اسی لیے دہلوی کی فقہی تکفیر ہوئی ،اور متبعین نے مفسر طور پر بے ادبی کی تو کفر کلامی کا حکم عائد ہوا۔

سوال: بعض کتابوں میں ہے کہ اسماعیل دہلوی نے شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کی زندگی ہی میں تقویۃ الایمان لکھی تھی؟

جواب: اگر شاہ عبد العزیز علیہ الرحمہ کے عہد میں بھی تقویۃ الایمان کالکھی گئی ہے تو یہ بات بالکل ثابت ہے کہ شاہ عبد العزیز دہلوی کی زندگی میں اسماعیل دہلوی نے اس کا چرچا نہیں کیا، بلکہ ۲۹: ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ کو جامع مسجد دہلی کے مناظرہ سے قبل بھی تقویۃ الایمان کی عبارتوں پر علمائے کرام کو اطلاع نہ تھی۔ اگر مناظرہ سے قبل اطلاع ہوتی تو اس مناظرہ میں تقویۃ الایمان کی عبارتوں پر بحث کی جاتی۔ مناظرہ ان امور سے متعلق تھا، جن کو اپنے وعظ میں اسماعیل دہلوی اور عبد الحی بڈھانوی بدعت کہا کرتے تھے۔

تقویۃ الایمان دراصل ابن عبد الوہاب نجدی (۱۱۱۵ھ-۱۲۰۶ھ) کی تصنیف ''کتاب التوحید'' کا خلاصہ ہے۔

الرسالة العاشرة

علامہ فضل رسول بدایونی نے تحریر فرمایا کہ اسماعیل دہلوی کو کتاب التوحید مراد آباد میں ملی۔ (سیف الجبار ص ۵۸، ۵۹-کانپور)
کتاب التوحید سے متاثر ہو کر ہی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان لکھی ہے۔

حالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مناظرۂ جامع مسجد سے کچھ ہی مہینے قبل یہ کتاب اسماعیل دہلوی کو دستیاب ہوئی تھی۔قاضی فضل احمد لدھیانوی نے لکھا کہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کی زندگی میں اسماعیل دہلوی کو کتاب التوحید بمبئی میں دستیاب ہوئی۔شاہ عبد العزیز دہلوی نے اسماعیل دہلوی کو اس کتاب سے منع فرمایا۔(انوار آفتاب صداقت ج اص ۵۱۶)

ابوالکلام آزاد (۱۸۸۸ء-۱۹۵۸ء) نے لکھا کہ اسماعیل دہلوی نے شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کی وفات کے بعد تقویۃ الایمان اور جلاء العینین لکھی۔(آزادی کی کہانی ص ۲۸-مکتبہ خلیل اردو بازار لاہور)

۷: شوال ۱۲۳۹ھ کو شاہ عبد العزیز دہلوی کی وفات ہوئی۔۱۵: محرم ۱۲۴۰ھ کو تقویۃ الایمان مکمل ہوئی۔۲۹: ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ کو جامع مسجد کا مناظرہ ہوا۔۱۸: رمضان ۱۲۴۰ھ کو دہلوی پر حکم کفر جاری ہوا، اسی سال دہلوی حج کو گیا، واپسی پر جمادی الاولی ۱۲۴۱ھ میں جہاد کو گیا۔

علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا:

''کتاب التوحید نجدیہ کی مراد آباد میں کہ وہاں پہلے سے کسی قدر اس مذہب کی گفتگو تھی، ہاتھ لگی۔اس مذہب کو پسند کیا اور تقویۃ الایمان تصنیف کی۔گویا اسی کتاب التوحید کی شرح ہے۔اس دین کی بڑی شہرت ہوئی اور عوام الناس بہت اس بلا میں پھنسے۔توہین وتحقیر انبیا واولیا کی، اور تکفیر تمام امت سلف وخلف کی خوب جاری ہوئی۔

دیندار اہل علم جہاں تھے۔ان کے فیض صحبت سے جو بچا، سو بچا، ورنہ اول وہلہ میں اکثروں کو اس طرف میل آ گیا، بسبب شہرت ان کے خاندان کے اور ناواقفی کے فن سیرت وحدیث سے۔

جب نوبت دہلی پہنچی۔ہزاروں ہزار آدمی کہ شاگرد اور مرید، دیکھنے والے، صحبت یافتہ شاہ عبد العزیز اور مولوی رفیع الدین صاحب کے اور علم میں ان سے زائد لوگ موجود تھے، مولوی اسماعیل صاحب اور مولوی عبد الحیٔ صاحب سے دست وگریباں ہوئے، اور خواص نے فہمائش کی کہ اس سفر میں یہ نیا دین کیسا نکال لائے کہ اس کی رو سے تمہارے استادوں سے لے کر صحابہ تک کوئی کفر وشرک سے نہیں بچتا، اور قبل اس سفر کے تم بھی اسی طریقہ پر تھے، اور ویسا ہی وعظ کہتے تھے اور فتویٰ لکھتے تھے، جس کو اب شرک کہتے ہو۔

یہ دین میں فساد ڈالنا اور قرآن وحدیث میں تحریف کرنا اور خلائق کو گمراہ کرنا بہت برا ہے۔ہر چند نصیحت کی، کچھ سودمند نہ ہوئی۔ ناچار ہو کر سب نے انکار وابطال کیا۔

مولوی مخصوص اللہ اور مولوی موسیٰ صاحب، مولوی رفیع الدین صاحب کے صاحبزادوں نے فتویٰ اور رسالے ان کے رد میں لکھے، نوبت تکفیر تک پہنچائی۔مولوی فضل حق صاحب خیر آبادی جزاہ اللہ خیراً کہ علم وفضل میں مولوی اسماعیل وغیرہ کو ان سے کچھ نسبت نہیں۔علوم عقلیہ ونقلیہ اپنے والد ماجد سے جو یگانہ عصر تھے، حاصل کیے۔ہر طرح مولوی اسماعیل کے روبرو ان کا رد وابطال کیا اور تکفیر کی نوبت تحریر

میں آئی۔مسئلہ شفاعت میں مولوی اسماعیل نے حرکت مذبوحی کچھ جواب میں کی، آخر کو عاجز وساکت ہو گئے، اور تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ کمال شرح وبسط سے مولوی فضل حق صاحب نے لکھا''۔(سیف الجبار ص ۵۸،۵۹-کانپور)

اس نجدی کا فتنہ ہندوستان پہنچا۔نجدی کی ''کتاب التوحید'' ہندوستان میں سب سے پہلے ممبئی آئی، پھر وہاں سے دہلی آئی۔

اسماعیل دہلوی (۱۱۹۳ھ-۱۲۴۶ھ-۱۷۷۹ء-۱۸۳۱ء) اس کتاب پر فریفتہ ہوگیا۔علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۱۱۵۹ھ-۱۲۳۹ھ) اس وقت باحیات تھے۔انہوں نے اپنے بھتیجے اسماعیل دہلوی کو ان لفظوں میں تنبیہ فرمائی۔

''میری طرف سے کہو اس لڑکے نامراد کو کہ جو کتاب ممبئی سے آئی ہے (یعنی کتاب التوحید) میں نے بھی اس کو دیکھا ہے۔اس کے عقائد صحیح نہیں، بلکہ بے ادبی و بے نصیبی سے بھرے ہوئے ہیں۔میں آج کل بیمار ہوں، اگر صحت ہوگئی تو میں اس کی تردید لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔تم ابھی نوجوان بچے ہو، ناحق شور وشر برپا نہ کرو''۔(انوار آفتاب صداقت ج ا ص ۵۱۶-قاضی فضل احمد لدھیانوی)

ابوالکلام آزاد (۱۸۸۸ء-۱۹۵۸ء) نے لکھا:

''مولانا محمد اسماعیل شہید، مولانا منورالدین کے ہم درس تھے۔شاہ عبدالعزیز کے انتقال کے بعد جب انہوں نے تقویۃ الایمان اور جلاء العینین لکھی اور ان کے مسلک کا ملک میں چرچا ہوا تو تمام علما میں ہل چل پڑ گئی۔ان کے رد میں سب سے زیادہ سرگرمی، بلکہ سربرا ہی مولانا منورالدین نے دکھائی۔متعدد کتابیں لکھیں ۱۲۴۰ھ والا مشہور مباحثہ جامع مسجد میں کرایا۔تمام علمائے ہند سے فتویٰ مرتب کرایا، پھر حرمین سے فتویٰ منگوایا۔اس معاملے میں مولانا فضل حق خیرآبادی اور دیگر علما ان کے شریک ومعاون تھے''۔

(آزاد کی کہانی ص ۲۸-مکتبہ خلیل اردو بازار لاہور)

علامہ خیرآبادی اور دہلوی کی تکفیر فقہی

علامہ خیرآبادی نے تکفیر فقہی فرمائی ہے۔علامہ ممدوح نے (تحقیق الفتویٰ) کے مقام رابع میں تحریر فرمایا کہ یہ فقہی احکام ہیں:

(۱)''المقام الرابع: در حکم اقتراف استخفاف بہ شان آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحضرات سائر انبیا علیہم السلام وحال مرتکب ایں جریمہ شنیعہ عند الفقہا وعلماء الشریعۃ''(تحقیق الفتویٰ ص ۳۹۹-فارسی نسخہ)

(۲)''بعد ازاں حال مستخف واستخفاف شرعاً از روئے روایات فقہ گزارش باید، تا در اذہان اوقع ومستر شد را انفع باشد''(ایضاً)

شرعی احکام کا بیان مقام رابع میں ہے اور اخیر میں فتویٰ کا خلاصہ ہے اور یہ صراحت ہے کہ یہ فتویٰ کا خلاصہ ہے۔آپ نے فرمایا:

''چوں ہر مقام پیرایہ انجام واختتام یافت، حالا خلاصہ فتویٰ وجواب استفتا باید شنید''(تحقیق الفتویٰ ص ۴۳۳-فارسی نسخہ)

امام اہل سنت نے تحریر فرمایا کہ متاخرین فقہائے احناف کفر فقہی کا فتویٰ جاری کرتے تھے۔(فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۲۴۲-لاہور)

متاخرین فقہا کے طریق کار سے بھی ظاہر کہ دہلوی کی تکفیر فقہی ہے، نیز دہلوی کی عبارتوں میں کفر لزومی ہے، التزامی نہیں۔

الرسالة العاشرة

تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ

اس مباحثہ کے بعد ایک سائل نے علامہ فضل حق خیرآبادی (۱۲۱۲ھ-۱۲۷۸ھ-۱۷۹۷ء-۱۸۶۱ء) کو تقویۃ الایمان سے شفاعت سے متعلق کچھ مباحث نقل کر کے سوال کیا۔ علامہ خیرآبادی نے اس سوال کے بعد ''تقریر اعتراضات بر تقویۃ الایمان'' رقم فرمائی۔ اس کے جواب میں اسماعیل دہلوی نے ''رسالہ یکروزی'' لکھا۔ رسالہ یک روزہ میں امکان کذب وامکان نظیر کا قائل ہوا۔

اس کے بعد علامہ خیرآبادی نے ۱۸: رمضان المبارک ۱۲۴۰ھ مطابق ۵: مئی ۱۸۲۵ء کو ''تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ'' رقم فرمائی، جس میں اسماعیل دہلوی پر کفر فقہی کا حکم صادر فرمایا۔ علمائے اہل سنت وجماعت نے اس فتویٰ کی تصدیق فرمائی۔ اس حکم شرعی کے ظہور وشیوع کے بعد اسماعیل دہلوی خاموش ہو گیا۔ دہلوی اسی سال ۱۲۴۰ھ میں حج کے لیے روانہ ہو گیا۔

حج سے واپسی کے بعد جمادی الاولیٰ ۱۲۴۱ھ میں اپنے پیر سید احمد رائے بریلوی کے پاس رائے بریلی گیا۔ وہاں سے ۷: جمادی الاخریٰ ۱۲۴۱ھ-۱۷: جنوری ۱۸۲۶ھ کو سرحدی علاقوں کی طرف جہاد کے لیے نکل گیا، پھر دہلی واپس نہ آ سکا۔

سرحدی علاقوں کے پٹھانوں کے ہاتھوں ایک ہی دن دہلوی اور رائے بریلوی دونوں بروز جمعہ ۲۴: ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ، مطابق ۶: مئی ۱۸۳۱ء کو بالاکوٹ میں قتل ہوئے۔ علامہ خیرآبادی نے اسماعیل دہلوی کو کافر اور واجب القتل قرار دیا تھا۔ یہ اسلامی حکم بالاکوٹ میں عمل میں آ گیا۔ ''ان اللہ علیٰ کل شیء قدیر'' کی جلوہ نمائی ہوئی۔

علامہ فضل حق خیرآبادی نے مئی ۱۸۲۵ء میں فتویٰ کفر جاری فرمایا تھا۔ اس وقت تقویۃ الایمان کی اشاعت نہ ہوئی تھی۔

فتویٰ علامہ خیرآبادی

چوں ہر چہار مقام پیرایۂ انجام واختتام یافت، حالا خلاصہ فتویٰ وجواب استفتا باید شنید کہ مستفتی در استفتا سہ سوال کرد:

(۱) یکے آں کہ ایں کلام حق است یا باطل؟

(۲) دوم آں کہ کلامش بر استخفاف وانتقاص شان واجب التوقیر حضرت سید الاولین والآخرین افضل الانبیا والمرسلین اشتمال دارد یا نہ؟

(۳) سوم ایں کہ بر تقدیر اشتمال ودلالت آں عبارت بر استخفاف وانتقاص شان آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حال وحکم مرتکب آں شرعاً چیست؟ واُو از روئے دین وملت کیست؟

(۱) جواب سول اول ایں است کہ کلام قائل مذکور از سرتا پا کذب وزور وفریب وغریب است۔ چہ اُو نفی بودنِ شفاعت برائے نجات گنہگاراں ونفی شفاعت وجاہت وشفاعت محبت از آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحضرت سائر انبیا وملائکہ واصفیا می کند۔ ایں اعتقاد اُو خلافِ کتاب مبین واحادیث سید المرسلین واجماع المسلمین است، کما ثبت فی المقام الاول مفصلاً، وقد بان بطلان بعض کلماتہ فی

المقام الثانی۔

(۲) جواب سوال دوم ایں است کہ کلام اُو بلاتر دد واشتباہ بر استخفافِ منزلت وجاہِ آں سرورِ مقربانِ بارگاہِ حضرت الٰہ وانتقاص شان سائر انبیا وملائکہ واصفیا وشیوخ واولیا اشتمال ودلالت دارد، چناں چہ در مقام ثالث مذکور وفیما سبق مبرہن ومسطور است۔

(۳) وجواب سوال سوم ایں است کہ قائل ایں کلام لا طائل از روئے شرع مبین بلا شبہ کافر و بے دین است، ہر گز مومن ومسلمان نیست، وحکم اُو شرعاً قتل وتکفیر است، وہر کہ در کفر اُو شک آرد، یا تردد دارد، یا ایں استخفاف را سہل انگارد، کافر و بے دین ونا مسلمان ولعین است۔(تحقیق الفتویٰ قلمی نسخہ-سیف الجبار ص ۸۸)

ملک ہند کے علمائے مصدقین

(۱) مولانا محمد شریف (۲) مولانا حاجی محمد قاسم (۳) مولانا محمد حیات الآری (۴) مولانا کریم اللہ فاروقی (۵) مولانا رشید الدین خاں (۶) مولانا مخصوص اللہ (۷) مولانا محمد رحمت (۸) مولانا عبد الخالق (۹) مولانا محمد عبد اللہ (۱۰) مولانا محمد موسیٰ (۱۱) مولانا خادم محمد (۱۲) مولانا شاہ احمد سعید مجددی (۱۳) مولانا محمد شریف (۱۴) مولانا محمد حیات (۱۵) مفتی صدر الدین آزردہ دہلوی (۱۶) مولانا رحیم الدین (۱۷) مولانا محبوب علی۔(تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ ص ۲۴۹، ۲۵۰-الممتاز پبلی کیشنز لاہور)

تصدیق علمائے حرمین طیبین

حضرت مولانا منور الدین دہلوی (م ۱۲۷۳ھ، ۱۸۵۷ء) شاگرد شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے اسماعیلی ضلالت کے رد وابطال میں اہم کردار نبھایا۔اسماعیل دہلوی کے کفر فقہی کی تصدیق علمائے حرمین طیبین سے کرائی۔قاضی فضل احمد لدھیانوی نے اس فتویٰ کی مختصر سی عبارت نقل فرمائی،اور مصدقین کے اسمائے گرامی تحریر فرمائے ہیں،وہ عبارت اور اسمائے مصدقین ذیل میں مرقوم ہیں۔

﴿لاشک فی بطلان المنقول من تفویة الایمان وکونه موافقًا للنجدیة وماخوذًا من کتاب التوحید لقرن الشیطان—وایضًا له نسبت تفویة الایمان—ومؤلف ان هذا الدجال والکذاب استحق اللعنة من اللّٰه تعالٰی وملٰئکته واولی العلم وسائر العٰلمین—اعلم ان کلام هذا الدجال کله سبُّ الانبیاء والاستهزاء بسنن المرسلین وعداوة بعلوشان المرفوع الذکر صلی اللّٰه علیه وسلم الدرجة القصوٰی لایصور المزید علیها فهوملعون مطرود ساقط من عین اللّٰه لیس له فی الاسلام نصیب ولمعاونیه وناصریه اجمعین—لعنة اللّٰه بعدد رمل القفار واوراق الاشجار—الخ﴾ (انوار آفتاب صداقت ص ۵۳۳، ۵۳۴-کتب خانہ سمنانی اندر کوٹ میرٹھ)

تصدیق فرمانے والے علمائے حرمین طیبین کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

الرسالة العاشرة

مکہ معظّمہ کے علمائے کرام

(۱)مولانا شیخ عمر جمال (۲)مولانا سید احمد دحلان (۳)مولانا عبدالرحمن (۴)مفتی محمد کتبی مکی۔

مدینہ منورہ کے علمائے کرام

(۱) مفتی سید مسعود حنفی (۲) مولانا محمد بالی (۳) مولانا سید یوسف العربی (۴) مولانا سید ابومحمد طاہر صدیقی (۵) مولانا ابو السعادات محمد (۶) مولانا عبدالقادر الایتاوی (۷) مولانا مولوی محمد اشرف خراسانی ولایتی (۸) مولانا شمس الدین ولد عبدالرحمن۔

مولانا منورالدین دہلوی (م ۱۲۷۳ھ)،ابوالکلام آزاد کے والد مولانا خیرالدین دہلوی (۱۸۳۱ء-۱۹۰۸ء) کے نانا تھے۔

ابوالکلام آزاد (۱۸۸۸ء-۱۹۵۸ء) نے لکھا:''مولانا محمد اسماعیل شہید،مولانا منورالدین کے ہم درس تھے۔شاہ عبدالعزیز کے انتقال کے بعد جب انہوں نے تقویۃ الایمان اور جلاء العینین لکھی اوران کے مسلک کا ملک میں چرچا ہوا تو تمام علما میں ہل چل پڑ گئی۔ان کے رد میں سب سے زیادہ سرگرمی، بلکہ سربراہی مولانا منورالدین نے دکھائی۔متعدد کتابیں لکھیں ۱۲۴۰ھ والا مشہور مباحثہ جامع مسجد میں کرایا۔تمام علمائے ہند سے فتویٰ مرتب کرایا، پھر حرمین سے فتویٰ منگوایا۔اس معاملے میں مولانا فضل حق خیر آبادی اور دیگر علما ان کے شریک ومعاون تھے''۔(آزاد کی کہانی ص ۲۸-مکتبہ خلیل اردو بازار لاہور)

تقویۃ الایمان کا رد وابطال

تقویۃ الایمان کے رد میں بے شمار کتابیں لکھی گئیں،جن کی تعداد ایک سو سے زائد بتائی جاتی ہے۔دہلوی کے عم زادہ مولانا مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین دہلوی نے ''معید الایمان'' اور مولانا موسیٰ بن شاہ رفیع الدین دہلوی نے ''حجۃ العمل فی ابطال الحیل'' تحریر فرمائی۔

خاکسار نے بھی پانچ جلدوں میں ''تزکیۃ القلوب والاذہان من اباطیل تقویۃ الایمان'' رقم کی ہے:تقبل اللہ منی قبولا حسنا(آمین)

تقویۃ الایمان کے رد میں تحریر کردہ بہت سی کتابیں غیر مطبوع ہیں۔بمشکل پچیس تیس کتابیں شائع ہوسکیں۔کتاب التوحید کے رد میں تحریر کردہ کتابیں بھی تقویۃ الایمان کا رد ہیں، کیوں کہ دونوں کتابوں کے مضامین ایک ہی طرح ہیں۔

تقویۃ الایمان اور گنگوہی

مسلک دیوبند کے مجتہد مطلق رشید احمد گنگوہی (۱۸۲۸ء-۱۹۰۵ء) نے تقویۃ الایمان اور اسماعیل دہلوی کے بارے میں لکھا:

(۱) کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور رد شرک وبدعت میں لاجواب ہے۔استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں۔اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۱)

(۲) بندہ کے نزدیک سب مسائل اس (تقویۃ الایمان) کے صحیح ہیں، گرچہ بعض مسائل میں بظاہر تشدد ہے،اور توبہ کرنا ان کا بعض

مسائل سے محض افترا اہل بدعت کا ہے،اور اگران کو بزرگ نہ جانے، جھوٹے حالات ان کے سن کر،تو معذور ہے،اور اگر کتاب کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے،تو وہ مبتدع فاسق ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ ص۴۴)

(۳) کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ اور سچی کتاب اور موجب قوت واصلاح ایمان کی ہے اور قرآن وحدیث کا مطلب پورا اس میں ہے۔اس کا مؤلف ایک مقبول بندہ تھا،اور مولٰینا محمد اسحٰق دہلوی، ولی، کامل، محدث، فقیہ،عمدہ مقبولین حق تعالیٰ کے تھے۔جو کوئی ان دونوں کو کافر یا بد جانتا ہے، وہ خود شیطان ملعون حق تعالیٰ کا ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ ص۴۰)

(۴) مولوی محمد اسماعیل صاحب عالم متقی اور بدعت کے اکھاڑنے والے اور سنت کے جاری کرنے والے اور قرآن وحدیث پر پورا عمل کرنے والے اور خلق اللہ کو ہدایت کرنے والے تھے،اور تمام عمر اسی حالت میں رہے۔آخر کار فی سبیل اللہ جہاد میں کفار کے ہاتھوں سے شہید ہوئے، پس جس کا ظاہر حال ایسا ہو، وہ ولی اللہ اور شہید ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ ص۴۱)

اسماعیل دہلوی کی توبہ

علامہ عبدالحکیم خاں اختر شاہجہاں پوری نے لکھا کہ جب اسماعیل دہلوی سکھوں سے جنگ کے بہانے پنجاب اور سرحدی علاقوں کی طرف گیا اور وہاں کے علما وفضلا اس کے بدترین عقائد کے بارے میں سنے تو مقام ''پنجتار''میں علمائے اہل سنت جمع ہوئے،اور دہلوی سے مناظرہ ہوا۔علمائے اہل سنت نے دہلوی کے عقائد باطلہ کو غیر اسلامی ثابت کر دکھایا،اور اسے توبہ پر مجبور کیا۔لاچار ہو کر اسماعیل دہلوی کو توبہ کرنا پڑا،اگر چہ وہ دل سے تائب نہ ہوا۔(باطل فرقے برطانیہ کے سائے میں ج اص ۳۷۰-رضا اکیڈمی ممبئی)

دہلوی کی توبہ کی روایت مختلف فیہ ہے۔بعض اسے تسلیم کرتے ہیں اور اکثر حضرات اس کا انکار کرتے ہیں۔رشید احمد گنگوہی نے بھی فتاویٰ رشیدیہ میں لکھا کہ اسماعیل دہلوی کی توبہ کی روایت اہل بدعت (اہل سنت وجماعت) کا افترا ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ ص۴۴)

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے مسئلہ تکفیر میں مذہب متکلمین پر تھے،اور دہلوی کی عبارتوں میں ضعیف احتمالات ہیں،اس لیے آپ نے اس کی تکفیر کلامی نہ فرمائی۔کفر فقہی تسلیم فرمایا،جیسا کہ علامہ فضل حق خیر آبادی نے دہلوی کو کافر فقہی قرار دیا تھا۔

دہلوی کی نسل منقطع

اسماعیل دہلوی کی نسل منقطع ہوگئی،جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ حضور اقدس رسول مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمن کی نسل منقطع ہو جاتی ہے۔{ان شانئک هو الابتر}(سورہ کوثر: آیت ۳)

وہابیہ کے معتمد مؤرخ محمد جعفر تھانیسری نے لکھا کہ مولوی محمد عمر صاحب،آپ (اسماعیل دہلوی) کے صاحبزادے تھے۔<u>۱۲۶۸</u>ھ میں وہ بھی لاولد اس جہاں سے رخصت ہو گئے اور اس دنیائے ناپائیدار کی حقیقت پر بڑا افسوس ہے کہ اس خاندان عالی، شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ میں جس میں بیسیوں عالم فاضل موجود تھے،اب ایک شخص بھی نہ رہا۔بالکل خاندان بھر کا خاتمہ ہو گیا۔(حیات سید احمد شہید ص۳۱۶)

وہابیہ کے دو گروپ

ہندوستان میں اسماعیل دہلوی کے پیروکار دو حصوں میں تقسیم ہو گئے: (۱) غیر مقلدین (۲) مقلدین۔

مقلد وہابیہ نے تقیہ بازی کی راہ اختیار کی، اور بہت سے مسلمانانِ ہند، ان کے ظاہری تقویٰ کو دیکھ کر گمرہی میں مبتلا ہو گئے۔

غیر مقلد طبقہ کی رہنمائی اور قیادت اسماعیل دہلوی کے بعد نواب صدیق حسن خاں بھوپالی (۱۲۴۸ھ-۱۳۰۷ھ-۱۸۳۲ء-۱۸۹۰ء)، ڈپٹی نذیر حسین دہلوی (م ۱۳۲۰ھ-۱۹۰۲ء)، ثناء اللہ امرتسری وغیرہم کے ہاتھ آئی۔

مقلد طبقہ کو اس عہد میں گلابی وہابی کہا جاتا تھا۔ اس کی قیادت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے نواسے اسحٰق دہلوی (م ۱۲۶۲ھ-۱۸۴۵ء) کے حصہ میں آئی۔ اسحٰق دہلوی جب سال ۱۲۵۷ھ مطابق ۱۸۴۱ء میں ہندوستان سے ہجرت کر کے مکہ جانے لگا تو اس نے اس جماعت کی قیادت اپنے شاگرد مملوک علی نانوتوی (م ۱۲۶۷ھ-۱۸۵۱ء) کے سپرد کر دی۔ رشید احمد گنگوہی (۱۲۴۴ھ-۱۳۲۳ھ-۱۸۲۸ء-۱۹۰۵ء) اور قاسم نانوتوی (۱۲۴۸ھ-۱۲۹۷ھ) مملوک علی نانوتوی کے شاگرد ہوئے۔

مدرسہ دیوبند سال ۱۲۸۳ھ-۱۸۶۷ء میں قائم ہوا۔ اس کا اولین صدر مدرس، یعقوب نانوتوی بن مملوک علی نانوتوی ہوا۔ اس کے بعد قاسم نانوتوی مدرسہ دیوبند کا صدر مدرس ہوا۔ اس طرح مقلد وہابیوں کا مرکز دہلی سے دیوبند کی طرف منتقل ہو گیا۔

غیر مقلد وہابیہ کا انتشار

غیر مقلد وہابیہ ہندوستان میں اپنا کوئی مرکز نہ بنا سکے، اس لیے وہ بکھر گئے۔ اب سعودیہ حکومت کے تعاون سے غیر مقلد وہابیوں کو ہندوستان میں پھلنے پھولنے کا موقعہ ملا اور آج کل غیر مقلد وہابی، ہندوستان میں سلفی اور اہل حدیث کے نام سے مشہور ہے۔ حکومت سعودیہ پورے عالم اسلام میں وہابیت اور سلفیت کے فروغ کے لیے اپنی دولت وقوت کو پانی کی طرح بہا رہی ہے۔

نجد کا نام بدل کر ریاض رکھ دیا گیا ہے۔ وہابیت کا نام بدل کر سلفیت کر دیا گیا۔ ''دعوہ سنٹر'' کے نام سے مختلف ممالک میں جگہ جگہ سلفیت کی تبلیغ کے لیے مراکز قائم کر دئے گئے ہیں، جہاں ان کے مبلغین موجود رہا کرتے ہیں۔ آس پاس کے علاقوں کے غریب مسلمانوں کو روپئے وپیسے کا لالچ دے کر سلفی مذہب میں شامل کر لیا جاتا ہے۔

مختلف زبانوں میں سعودیہ کی جانب سے کتابیں شائع ہوتی ہیں اور پورے عالم اسلام میں مفت تقسیم کی جاتی ہیں۔ موقعہ بموقعہ سعودیہ عربیہ سے اطراف واکناف عالم میں مبلغین بھیجے جاتے ہیں۔ حیرت بالائے حیرت یہ کہ امت محمدیہ نے اس مذہب کو قبول کیسے کر لیا جو مذہب توہین شان رسالت علیٰ صاحبہا التحیۃ والثنا پر مشتمل ہے۔ درحقیقت عوام الناس سے اپنے مسلک کے حقائق چھپا لیے جاتے ہیں اور عام امت مسلمہ کو بتایا جاتا ہے کہ اہل سنت کی جانب سے مسلک وہابیت پر اس طرح کے جھوٹے الزامات لگائے گئے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہابیوں کے عقائد بھی اہل سنت کے عقائد کی طرح ہیں تو پھر آخر اختلاف کیوں؟

الرسالة العاشرة

فرقہ وہابیہ خوارج کی ایک شاخ ہے۔آج یاکل ان بداعتقادیوں کا نیست ونابود ہونا متوقع ہے۔سعودی حکومت کا زوال بد اعتقادیوں کا خاتمہ ہوگا،لیکن جب تک علمائے حق کوسینہ سپر رہنا ہوگا۔ایسا بھی ممکن ہے کہ یہی وہابیت خروج دجال تک باقی رہے،اور وہابی لوگ دجال کے معاون ومددگار رہوں:واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآ ب

وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم::والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم::وآلہ العظیم

☆☆☆☆☆

الرسالة العاشرة

باب اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم::الحمد رب العٰلمین::والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سید المرسلین::وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

باب اول میں اسماعیل دہلوی کے ذاتی حالات ،علما کی جانب سے اس کی اصلاح کی کوشش ،دہلوی کے وعظ پر پابندی ،عبدالحیٔ بڑھانوی سے دہلی جامع مسجد میں مناظرہ ،چہاردہ مسائل ،تقویۃ الایمان کی تصنیف ،تقویۃ الایمان کی اشاعت ومفت تقسیم کا بیان ہے۔

اسماعیل دہلوی کا خاندانی پس منظر

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۱۴ھ-۱۱۷۶ھ) کے چار فرزند تھے۔

(۱) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۱۱۵۹ھ-۱۲۳۹ھ-۱۷۴۵ء-۱۸۲۴ء)

(۲) شاہ رفیع الدین دہلوی (۱۱۶۳ھ-۱۲۳۳ھ-۱۷۴۹ء-۱۸۱۷ء)

(۳) شاہ عبدالقادر دہلوی (۱۱۶۷ھ-۱۲۳۰ھ-۱۷۵۳ء-۱۸۱۴ء)

(۴) شاہ عبدالغنی دہلوی (۱۱۷۰ھ-۱۲۰۳ھ-۱۷۵۶ء-۱۷۸۹ء)

اسماعیل دہلوی (۱۱۹۳ھ-۱۲۴۶ھ-۱۷۷۹ء-۱۸۳۱ء) شاہ عبدالغنی دہلوی کا ناخلف بیٹا تھا۔

شاہ عبدالغنی دہلوی کی وفات کے وقت اسماعیل دہلوی کی عمر دس سال کی تھی۔

ایام طفولیت میں والد کی وفات کے سبب اسماعیل دہلوی کے تینوں چچا اس سے محبت رکھتے اور حسن سلوک سے پیش آتے ،لیکن بعد میں اسماعیل دہلوی کی گمرہی وضلالت کا مشاہدہ فرما کر تینوں چچا اس سے ناراض ہو گئے۔

اپنے تینوں چچا کی وفات کے بعد اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان لکھی۔جب اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان لکھی تو علمائے اہل سنت وجماعت نے بھی اس کا رد لکھا اور خود اس کے چچازاد بھائیوں نے بھی رد لکھا۔

اسماعیل دہلوی کے عم زادہ مولانا مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین دہلوی (۱۲۷۱ھ-۱۸۵۶ء) نے ''معید الایمان'' اور مولانا موسیٰ بن شاہ رفیع الدین دہلوی (۱۲۵۹ھ-۱۸۴۳ء) نے ''حجۃ العمل فی ابطال الحیل'' تحریر فرمائی۔

علامہ فضل حق خیر آبادی (۱۲۱۲ھ-۱۲۷۸ھ-۱۷۹۷ء-۱۸۷۱ء) نے ''تقویۃ الایمان'' کی بعض عبارتوں کے سبب اسماعیل دہلوی پر کفر فقہی کا فتویٰ جاری فرمایا۔اس فتویٰ پر دہلی کے سترہ علمائے مشاہیر اور عرب کے بارہ علمائے کرام کی تصدیقات ہیں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا داماد عبدالحیٔ بڑھانوی ( ) اسماعیل دہلوی کا ہم خیال بن گیا تھا۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ القوی کی تین صاحبزادیاں تھیں۔آپ کی نرینہ اولاد نہ تھی۔آپ کی تینوں صاحبزادیوں کی

وفات آپ کی حیات ہی میں ہوگئی۔ بڑی بیٹی کا عقدنکاح شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کے بڑے بیٹے مولوی محمد عیسیٰ سے ہوا۔ دوسری بیٹی کا نکاح شیخ محمد افضل محدث لاہوری سے ہوا۔ ان کے دو بیٹے ہوئے۔ محمد اسحاق دہلوی اور محمد یعقوب دہلوی۔ اسماعیل دہلوی کی موت کے بعد اسحاق دہلوی نے ہی ملک ہند میں وہابیت کو فروغ دیا اور اس نے تقیہ بازی اختیار کی۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تیسری صاحبزادی کا نکاح عبدالحئی بڈھانوی (م ۱۲۴۳ھ-۱۸۲۸ء) سے ہوا۔ اس سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

ضبط تواریخ

اسماعیل دہلوی نے تقلید کے رد میں ''جلاء العینین''، لکھی اور اپنے مزعومہ شرک وبدعات کے رد میں ''تقویۃ الایمان''، لکھی۔

(۱) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی وفات ۷: شوال المکرّم ۱۲۳۹ھ کو ہوئی۔

(۲) تقویۃ الایمان کی تکمیل ۱۵: محرم الحرام ۱۲۴۰ھ کو ہوئی۔ یہ رسالہ ابن عبدالوہاب نجدی کی ''کتاب التوحید'' کا خلاصہ تھا۔

(۳) ۲۹: ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ کو جامع مسجد دہلی میں اسماعیل دہلوی، عبدالحئی بڈھانوی اور علمائے اہل سنت کے درمیان مناظرہ ہوا۔

(۴) مناظرہ کے بعد علامہ فضل حق خیرآبادی نے ''تقریر اعتراضات بر تقویۃ الایمان'' فارسی زبان میں تحریر فرمائی۔

(۵) تقریر اعتراضات بر تقویۃ الایمان کے جواب میں اسماعیل دہلوی نے ''رسالہ یکروزی'' فارسی زبان میں لکھا۔

اس رسالے میں دہلوی نے امکان کذب اور امکان نظیر حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نظریہ پیش کیا۔

(۶) علامہ فضل حق خیرآبادی نے تقویۃ الایمان کی مسئولہ عبارت کے رد میں ''تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ'' فارسی زبان میں رقم فرمائی۔ اس کی تکمیل اور اس پر علمائے کرام کی تصدیق ۱۸: رمضان المبارک ۱۲۴۰ھ مطابق ۵: مئی ۱۸۲۵ء کو ہوئی۔ اسی کتاب میں رسالہ یک روزی کا بھی رد تحریر فرمایا۔

(۷) سال ۱۲۴۰ھ ہی میں اسماعیل دہلوی حج کے لیے چلا گیا۔

(۸) دہلوی سفر حج سے جمادی الاولیٰ ۱۲۴۱ھ میں واپس ہوا، پھر حج سے واپسی کے بعد جمادی الاولیٰ ۱۲۴۱ھ میں رائے بریلی گیا۔

(۹) رائے بریلی سے بروز دوشنبہ ۷: جمادی الاخریٰ ۱۲۴۱ھ مطابق ۱۷: جنوری ۱۸۲۶ء کو سرحدی علاقوں کی طرف جہاد کے لیے نکل گیا، پھر دہلی واپس نہ آسکا۔ سرحدی علاقوں کے پٹھانوں کے ہاتھوں ایک ہی دن اسماعیل دہلوی اور سید احمد رائے بریلوی دونوں بروز جمعہ ۲۴: ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ مطابق ۶: مئی ۱۸۳۱ء کو بالاکوٹ میں قتل ہوئے۔

(۱۰) تکفیر کے بعد دہلوی خاموش رہا۔ اپنے اوپر سے حکم کفر اٹھانے کے واسطے کوئی تاویل وتشریح پیش نہیں کی۔

(۱۱) چند سالوں بعد اسماعیل دہلوی کا شاگرد حیدر علی ٹونکی (م ۱۲۷۲ھ-۱۸۵۶ء) نے دہلوی کی تائید میں ایک کتاب لکھی، جس میں امکان کذب اور امکان نظیر کی تائید کی تھی۔ علامہ فضل حق خیرآبادی نے ٹونکی کے رد میں اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''امتناع النظیر'' رقم فرمائی۔ یہ

فارسی زبان میں ایک مفصل کتاب ہے۔ یہ کتاب نوادرات ہند میں سے ہے۔

مناظرۂ دہلی سے قبل دہلوی کے احوال

حضرت علامہ فضل رسول بدایونی (۱۲۱۳ھ-۱۲۸۹ھ-۱۷۹۷ء-۱۸۷۲ء) نے رقم فرمایا:

''مولوی اسماعیل کی فکر میں حد سے اور طبعیت میں مذہب سے بے قیدی کی رغبت پہلے ہی سے تھی۔ بزرگ ان کے اس سبب سے ان سے ناراض تھے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے آخر عمر میں اپنا تمام مملوکہ منقولہ، غیر منقولہ کہ ہر جنس سے کثرت سے تھی، حرم اور نواسوں وغیرہ کو ہبہ کر کے قابض کرادیا، مگر مولوی اسماعیل کو کچھ نہ دیا۔ جب شاہ صاحب نے انتقال کیا۔ کوئی بزرگوں میں نہ رہا۔ مولوی اسماعیل نے کھلے بندوں کھیل کھیلے۔ تین چشمے فساد کے دین میں ان کی ذات سے جاری ہوئے۔ ایک فتنہ ظاہر یہ کا کہ قیاس وتقلید حرام ہیں۔ دوسرا فتنہ سید احمد کو نبی بنانے کا، تیسرا فتنہ تفویۃ الایمان لکھنے کا''۔ (سیف الجبار ص ۴۹: مطبوعہ کانپور)

اسماعیل دہلوی کے والد شاہ عبدالغنی دہلوی کی وفات سال ۱۲۰۳ء مطابق ۱۷۸۹ء میں ہو چکی تھی، جب کہ اسماعیل دہلوی کی عمر صرف دس سال کی تھی۔ اسماعیل دہلوی یتیمی کی حالت میں پرورش پایا۔

دہلوی کی اصلاح کے لیے علمائے دہلی کی کوشش

اسماعیل دہلوی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۱۴ھ-۱۱۷۶ھ) کا پوتا اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۱۱۵۹ھ-۱۲۳۹ھ) کا بھتیجا تھا۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اس عہد کے اکثر علما کے استاذ تھے، اور تیرہویں صدی کے مجدد تھے۔ علمائے کرام نے اسماعیل دہلوی کو سمجھا بجھا کر معاملہ حل کرنا چاہا، لیکن وہ شقاوت دائمی سے متاثر تھا اور اس کے دل میں نجدی مذہب مستحکم ہو چکا تھا۔ وہ وقتی طور پر خاموش ہو جاتا، پھر اپنی راہ پر آجاتا۔ متعدد علمائے کرام نے اسے سمجھانے کی کوشش فرمائی تھی۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی کوشش

قاضی فضل احمد لدھیانوی (م ۱۹۴۶ء) نے رقم فرمایا:

''انہیں دنوں ایک کتاب شیخ ابن عبدالوہاب نجدی کی تصانیف کا انتخاب بمبئ سے دہلی میں آئی۔ چوں کہ ابن عبدالوہاب مسطور ملک عرب کا باشندہ زبان داں تھا۔ مولوی اسماعیل ان کی فصاحت وبلاغت پر فریفتہ ہو گئے۔ اس کے کچھ مسائل انتخاب واخذ کر کے علمائے دہلی حنفی مذہب سے چھیڑ چھاڑ کرنی شروع کر دی۔ انہوں نے اس کو خوردسال، خام خیال سمجھ کر ان سے بحث نہ کی، مگر مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی بے اعتدالی کے شاکی ہوئے۔ مولانا موصوف نے کچھ رنجیدہ خاطر ہو کر مولوی اسماعیل کے پاس پیغام بھیجا کہ میری طرف سے کہو اس لڑکے نامراد کو کہ جو کتاب بمبئ سے آئی ہے، میں نے بھی اس کو دیکھا ہے۔ اس کے عقائد صحیح نہیں ہیں، بلکہ بے ادبی وبے

نصیبی سے بھرے ہوئے ہیں۔میں آج کل بیمار ہوں،اگر صحت ہوگئی تو میں اس کی تردید لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔تم ابھی نوجوان بچے ہو۔ ناحق شوروشر برپا نہ کرو"۔(انوار آفتاب صداقت ص۵۱۶-کتب خانہ سمنانی اندرکوٹ میرٹھ)

قاضی فضل احمد لدھیانوی(م۱۹۴۶ء)نے تحریر فرمایا کہ علامہ فضل رسول بدایونی نے شاہ مخصوص اللہ دہلوی بن شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے سات امور کے بارے میں سوال فرمایا تھا۔پانچواں سوال ابن عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید کے بارے میں تھا۔تقویۃ الایمان اسی کتاب التوحید کا خلاصہ ہے۔شاہ مخصوص اللہ دہلوی نے سوال پنجم کے جواب میں رقم فرمایا:

"بڑے عم بزرگوار(شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی)کہ وہ بینائی سے معذور ہوگئے تھے،اس کو سنا۔یہ فرمایا:اگر بیماریوں سے معذور نہ ہوتا تو"تحفہ اثنا عشریہ"کا سا جواب اس کا رد لکھتا۔اس کی بخشش وہاب بے منت نے اس بے اعتبار کو دی۔شرح کا رد لکھا،متن کا مقصد بھی نابود ہوگیا"۔(انوار آفتاب صداقت ص۶۲۰-کریمی پریس لاہور-ص۵۳۰-کتب خانہ سمنانی اندرکوٹ میرٹھ)

ابوالکلام آزاد(۱۸۸۸ء-۱۹۵۸ء)نے لکھا:"مولانا محمد اسماعیل شہید،مولانا منورالدین کے ہم درس تھے۔شاہ عبدالعزیز کے انتقال کے بعد جب انہوں نے تقویۃ الایمان اور جلاء العینین لکھی اور ان کے مسلک کا ملک میں چرچا ہوا تو تمام علما میں ہل چل پڑ گئی۔ان کے رد میں سب سے زیادہ سرگرمی،بلکہ سربراہی مولانا منورالدین نے دکھائی۔متعدد کتابیں لکھیں۔۱۲۴۰ھ والا مشہور مباحثہ جامع مسجد میں کرایا۔تمام علمائے ہند سے فتویٰ مرتب کرایا،پھر حرمین سے فتویٰ منگوایا۔اس معاملے میں مولانا فضل حق خیرآبادی اور دیگر علما ان کے شریک ومعاون تھے"۔(آزادی کہانی ص۲۸-مکتبہ خلیل اردو بازار لاہور)

شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کی کوشش

اپنے تینوں چچا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور شاہ عبدالقادر دہلوی،شاہ رفیع الدین دہلوی کے عہد میں بھی اسماعیل دہلوی اسلاف کرام کی مخالفت کرتا تھا۔وہ اپنے عہد شباب سے ہی غلط راہ کی طرف مائل تھا۔اس کے تینوں چچا میں سب سے آخر میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کی وفات ہوئی۔شاہ موصوف کی وفات کے بعد اسماعیل دہلوی بالکل آزاد ہوگیا۔

اشرف علی تھانوی(۱۲۸۰ھ-۱۳۶۲ھ)نے اسماعیل دہلوی کی کج روی کے بارے میں لکھا:

(۱)"اس کے متعلق مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خوب جواب دیا تھا۔مولانا شہید نے ان سے جہر بالتامین کے متعلق کہا تھا کہ حضرت!آمین بالجہر سنت ہے،اور یہ سنت مردہ ہو چکی ہے،اس لیے اس کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا کہ یہ حدیث اس سنت کے باب میں ہے،جس کے مقابل بدعت ہو،اور جہاں سنت کے مقابل سنت ہو،وہاں یہ نہیں اور آمین بالسر بھی سنت ہے تو اس کا وجود بھی سنت کی حیات ہے۔مولانا شہید نے کچھ جواب نہیں دیا"۔(الافاضات الیومیہ ج۳ص۱۶۰)

(۲)تھانوی نے لکھا:"شاہ عبدالقادر صاحب نے مولوی محمد یعقوب کی معرفت مولوی اسماعیل صاحب سے کہہ دیا تھا کہ تم رفع

یدین چھوڑ دو، اس سے خواہ مخواہ فتنہ ہوگا۔ جب مولوی محمد یعقوب صاحب نے مولوی محمد اسماعیل صاحب سے کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر عوام کے فتنہ کا خیال کیا جائے تو پھر اس حدیث کے کیا معنی ہوں گے: (مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِیْدٍ) کیوں کہ جو کوئی سنت متروکہ کو اختیار کرے گا، عوام میں ضرور شورش ہوگی۔

مولوی محمد یعقوب صاب نے عبدالقادر صاحب سے اس کا جواب بیان کیا۔ اسے سن کر شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا: بابا! ہم تو سمجھتے تھے کہ اسماعیل عالم ہوگیا، مگر وہ تو ایک حدیث کے معنی بھی نہیں سمجھتا۔ یہ حکم تو اس وقت ہے جبکہ سنت کے مقابل خلاف سنت ہو، اور مانحن فیہ میں سنت کا مقابل خلاف سنت نہیں، بلکہ دوسری سنت ہے''۔ (بوادر النوادر ص ۴۶۹ - دیوبند)

(۳) ڈاکٹر محمد مسعود احمد پاکستانی مجددی (۱۹۳۰ء-۲۰۰۸ء) نے رقم فرمایا: ''مولانا اسمٰعیل تو شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے پوتے اور حضرت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے۔ ان کے دونوں چچا (کیوں کہ تیسرے چچا شاہ رفیع الدین علیہ الرحمہ کا ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۷ء میں انتقال ہوگیا تھا) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب ان پر بڑی شفقت فرمایا کرتے تھے، مگر جب زورِ علم نے بے باک بنادیا تو بات یہاں تک پہنچی کہ ایک مرتبہ حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مجلس مبارکہ سے ان کو اٹھا دیا۔ آخر میں دونوں چچا ان سے ناراض ہو گئے تھے، لیکن سوانح نگار صرف ابتدائی دور کا ذکر کرتے ہیں۔ مجلس سے اٹھانے کا واقعہ تو شاید مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی بوادر النوادر میں تحریر فرمایا ہے''۔ (مواعظ مظہری ص ۸۲)

صدر الصدور مفتی صدر الدین آزردہ کی کوشش

سلطنت مغلیہ کے صدر الصدور حضرت مفتی صدر الدین آزردہ دہلوی (۱۷۸۹ء-۱۸۶۸ء) نے دہلوی کو بلایا اور اس کو سمجھایا۔

قاضی فضل احمد لدھیانوی (م ۱۹۴۶ء) نے رقم فرمایا:

''مفتی صاحب، اسماعیل کو فہمائش کر کے راہ راست پر لائے، اور ان سے اقرار کرالیا کہ اب ہم نے تحقیق کی اور افراط وتفریط کو چھوڑا، سواد اعظم کے تخالف سے منہ موڑا، اور یہ بات خاص وعام پر جامع مسجد میں شائع وذائع ہوگئی''۔ (انوار آفتاب صداقت ص ۵۱۴)

علامہ رشید الدین خاں دہلوی کی کوشش

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۱۱۵۹ھ-۱۲۳۹ھ) کے مشہور شاگرد علامہ رشید الدین خاں دہلوی (م ۱۲۴۹ھ-۱۸۳۳ء) نے اسماعیل دہلوی کو تنہائی میں بلا کر سمجھایا، لیکن معاملہ حل نہ ہوسکا۔

قاضی فضل احمد لدھیانوی (م ۱۹۴۶ء) نے رقم فرمایا: ''مولانا رشید الدین خان صاحب نے تخلیہ میں بذریعہ وبلا ذریعہ اسماعیل کو بہت سمجھایا کہ دین میں فتنہ ڈالنا اور جماعت میں تفرقہ پیدا کرنا قبیح ہے اور واجب الترک اور مفروض الاجتناب۔ اگر دل میں کچھ خلش ہے (یعنی شک وشبہہ) تو آؤ، ما وشما و دیگر علماء وصلحا متفق ہو کر کتب دین کی طرف رجوع کریں اور احقاق حق قبول کرلیں اور شقاق ونفاق کو

جماعت مومنین سے استیصال کریں اور نوائے اعانت واشاعت کا راہ راست پر کہ اتباع سواد اعظم ہے، بلند کریں اور خاص وعام کو حق سے آگاہ کریں۔مولوی عبدالحئ اور مولوی اسماعیل اس خوف سے کہ ہمارے عقائد فاسدہ طشت از بام نہ ہو جائیں، روبراہ نہ لائے''۔

(انوار آفتاب صداقت ص ۵۱۴-کتب خانہ سمنانی اندرکورٹ میرٹھ)

دہلوی کے وعظ پر پابندی

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی وفات ۷: شوال ۱۲۳۹ھ کو ہوئی۔شاہ موصوف کی وفات کے بعد اسماعیل دہلوی نے اپنے وعظ میں اہل سنت وجماعت کے معمولات کو شرک وبدعت بتانا شروع کیا تو یہ کیفیت مسلمانان اہل سنت کے لیے نا قابل برداشت ہوگئی۔اب حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی دنیا میں نہیں تھے کہ ان سے شکایت کی جاتی۔سنی مسلمانوں نے دہلوی کی شکایت خاتم الفلاسفہ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی سے کی۔اس وقت علامہ خیر آبادی قدس سرہ العزیز حاکم دہلی کے نائب اور معتمد تھے۔دہلی کا حاکم انگریز تھا۔

علامہ خیر آبادی کی کوششوں سے نصرانی حاکم نے جامع مسجد دہلی میں دہلوی کے وعظ پر پابندی لگا دی۔اس کے بعد اسماعیل دہلوی نے نصرانی حاکم سے ملاقات کی۔اسماعیل دہلوی انگریزوں کا وفادار اور ان حکومت کا طرفدار تھا۔ملک ہند میں وہابی تحریک کا آغاز انگریزوں کے اشارے پر ہوا تھا۔ملاقات کے بعد انگریز حاکم نے دہلوی کو وعظ کی اجازت دے دی۔پہلے اسی حاکم نے علامہ خیر آبادی کے مشورہ پر وعظ کی پابندی لگادی تھی۔حاکم دہلی نے اس پابندی کا تذکرہ اسماعیل دہلوی کے پاس بھی کیا۔

اگر علامہ خیر آبادی کے مشورہ پر انگریز حاکم اسماعیل دہلوی کو وعظ سے نہیں روکتا تو وہ شک کے دائرہ میں آجاتا،لہٰذا نصرانی حاکم نے اپنی حقیقت کو چھپانے کے واسطے وعظ پر پابندی عائد کی تھی۔اب جب دہلوی کو وعظ کی اجازت مل گئی تو علمائے اہل سنت وجماعت نے دہلوی کے فتنے کو ختم کرنے کے واسطے مناظرہ کی راہ اپنائی۔اسماعیل دہلوی کی موجودگی میں عبدالحئ بڈھانوی اور علمائے اہل سنت وجماعت سے مناظرہ ہوا۔اس مناظرہ کی تفصیل مابعد میں رقم کی گئی ہے۔دہلوی کے وعظ پر پابندی، پھر وعظ کی اجازت ملنے کا واقعہ علامہ عبدالحکیم اختر خاں شاہ جہاں پوری نے اپنی کتاب ''باطل فرقے برطانیہ کے سائے میں'' (ج ا ص ۲۱۴ تا ۲۱۹) میں تفصیل کے ساتھ لکھا۔

اہل سنت وجماعت اور وہابیہ کے مابین پہلا مناظرہ

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی وفات کے بعد دہلی کی جامع مسجد میں علمائے اہل سنت وجماعت اور وہابیہ کا پہلا مناظرہ ۲۹: ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ کو ہوا۔شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۱۱۵۹ھ-۱۲۳۹ھ) کی وفات ۷: شوال المکرم ۱۲۳۹ھ کو ہو چکی تھی۔ابن عبدالوہاب نجدی (۱۱۱۵ھ-۱۲۰۶ھ) کی کتاب التوحید شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے عہد ہی میں اسماعیل دہلوی کو دستیاب ہو چکی تھی، اور وہ اس پر فریفتہ ہو چکا تھا،لیکن وہ شاہ صاحب کے خوف سے خاموش رہا۔ان کی وفات کے بعد وہ آزاد ہو چکا تھا۔

اسماعیل دہلوی نے نجدی کی کتاب التوحید کا اردو خلاصہ تقویۃ الایمان کے نام سے لکھنا شروع کیا۔پندرہ محرم الحرام ۱۲۴۰ھ کو یہ اردو

الرسالة العاشرة

خلاصہ مکمل ہوا۔ یہ کتاب اس عہد میں غیر مطبوع تھی۔ تھانوی کی روایت کے مطابق اسماعیل دہلوی نے پہلا خلاصہ عربی میں لکھا تھا۔

ابھی تقویۃ الایمان کی تشہیر نہیں ہوئی تھی، لیکن اسماعیل دہلوی دہلی کی جامع مسجد میں وعظ کہتا تھا۔اسی وعظ میں یہ لوگوں کو غلط مسائل بتاتا۔اس طرح رفتہ رفتہ دہلوی کا مذہب باطل اس کے وعظ کے سبب مشہور ہو گیا۔

اسماعیل دہلوی کا بہنوئی اور اس کا دست راست عبدالحئ بڈھانوی بھی جامع مسجد دہلی میں وعظ کہتا تھا، اور غلط مسائل بیان کر کے علمائے اہل سنت و جماعت کو مناظرہ کا چیلنج کرتا تھا۔ جب ان دونوں کی گمرہی کا شہرہ ہونے لگا اور علمائے اہل سنت کو مناظرہ کے چیلنج کی خبر پہنچی تو دہلی کے علمائے اہل سنت و جماعت نے اس فتنہ کے تدارک کی کوشش فرمائی۔

اس کے لیے ایک استفتا تیار کیا گیا۔اس استفتا میں چودہ سوال تھے۔علامہ رشیدالدین خاں دہلوی نے ان سوالوں کے جواب مذہب اہل سنت و جماعت کے مطابق تحریر فرمائے تھے۔اس جواب نامہ پر علامہ فضل حق خیرآبادی اور علمائے دہلی کی تصدیقات تھیں۔

ایک دن علمائے اہل سنت و جماعت مذکورہ بالا استفتا اور جواب کے ساتھ جامع مسجد دہلی تشریف لے گئے، اور عبدالحئ بڈھانوی سے تصدیق کا مطالبہ کیا۔بڈھانوی نے تصدیق سے انکار کیا، پس علمائے اہل سنت اس سے بحث کرنے لگے۔اسماعیل دہلوی بھی عبدالحئ بڈھانوی کے ساتھ تھا، لیکن وہ خاموش تھا، پھر وہ مجلس سے بھی بھاگ کھڑا ہوا۔

علمائے اہل سنت و جماعت سوال کرتے تھے اور بڈھانوی جواب دیتا تھا۔مشہور محرر زید ابوالحسن فاروقی نے ان تمام سوالوں کو اپنی کتاب ''اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان'' میں نقل کیا ہے۔یہ تمام سوالات فارسی زبان میں ہیں اور بدعت سے متعلق ہیں۔اس میں کوئی سوال اسماعیل دہلوی کی ''تقویۃ الایمان'' کے بارے میں نہیں ہے۔اس وقت تک تقویۃ الایمان کی اشاعت نہیں ہوئی تھی۔

علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ العزیز نے دہلی جامع مسجد کے مناظرہ کی تفصیل رقم فرمائی ہے۔وہ مندرجہ ذیل ہے۔

''مجلس جامع مسجد (دہلی) کی تفصیل یہ ہے کہ پہلے ایک استفتا مرتب ہوا، بمہر ودستخط مولوی رشیدالدین خاں صاحب، ومولوی فضل حق صاحب ومولوی مخصوص اللہ صاحب ومولوی محمد موسیٰ صاحب ومولوی محمد شریف صاحب ومولوی عبداللہ صاحب واخون شیر محمد صاحب کے۔صبح کے وقت منگل کے دن انتیسویں ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ کو کہ مولوی عبدالحئ جامع مسجد (دہلی) میں وعظ کہہ رہے تھے۔مولوی رشیدالدین خاں صاحب، مولوی مخصوص اللہ اور مولوی محمد موسیٰ صاحب، مولوی رفیع الدین صاحب مرحوم کے صاحبزادے اور مولوی محمد شریف صاحب وغیرہ علما وطلبا خاص وعام حوض پر مجتمع ہوئے۔

جب مولوی عبدالحئ وعظ کہہ چکے۔عبیداللہ طالب علم نے استفتا پیش کیا کہ اپنی مہر اس پر کر دیجئے۔مولوی عبدالحئ نے کہا۔میں نہیں مہر کرتا کہ میں کچھ نہیں جانتا۔اس نے کہا: یہی لکھ دیجئے اور اصرار کیا۔مولوی عبدالحئ نے انکار کیا اور ملال ظاہر کرنے لگے۔

مفتی شجاع الدین علی خاں صاحب نے کہا کہ اس کا تصفیہ ضرور ہے کہ بڑا اختلاف پڑ گیا ہے۔مرزا غلام حیدر شاہزادے، طالب علم کی تکرار سے رنجیدہ ہوئے اور مولوی عبدالحئ وغیرہ کو مجمع علماء میں واسطے مناظرہ کے لائے۔مجمع بے شمار خاص وعام، امیر وفقیر کا ہو گیا۔

الرسالۃ العاشرۃ

کوتوال بھی واسطے بندوبست کے آ پہنچا، پھر مولوی عبدالحیٔ نے فاضلوں سے پوچھا کہ تم کیوں آئے ہو؟ کسی نے کہا کہ آپ کے بلانے کے موافق کہ ہر روز کہا کرتے تھے کہ جس کو تاب مناظرہ کی ہو، ہمارے سامنے آوے۔ سن کر چپ ہو گئے۔

مولوی محمد موسیٰ نے کہا کہ تم ہمارے استادوں کو برا کہتے ہو۔ بولے کہ میں نہیں کہتا۔ مولوی محمد موسیٰ نے کہا۔ یہ ایسے مسئلے نئے بتاتے ہیں کہ ان سے برائی استادوں کی ثابت ہوتی ہے۔ پوچھا۔ وہ کیا ہے؟ کہا کہ مثلاً قبر کے بوسے کو شرک کہتے ہو اور ہمارے اکابر اس کے مباشر ہوتے تھے۔ مولوی عبدالحیٔ نے انکار کیا۔ کسی نے کہا کہ لکھ دو، تاکہ تمہارے اوپر جھوٹ باندھنے والوں کی تکذیب کی جاوے۔ مولوی عبدالحیٔ نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے لکھ دیا۔ ''بوسہ دہندہ قبر مشرک نیست''۔

مولوی رشیدالدین خاں کے ہاتھ میں فتویٰ دیا گیا اور قریب مولوی عبدالحیٔ کے آ بیٹھے۔ مولوی عبدالحیٔ نے گلہ شکوہ ان سے شروع کیا کہ خاں صاحب! مجھے آپ کی خدمت میں دوستی تھی۔ تم برملا مجھے ذلیل کرتے ہو۔ خاں صاحب نے فرمایا کہ ہم تمہارے اعزاز و اظہار کمال کے واسطے آئے ہیں۔ لوگوں نے مشہور کیا ہے کہ تم مسئلے خلاف سلف کے کہتے ہو۔ اس سبب سے تم سے خلق کو وحشت ہے۔ ایسے مجمع میں مفتریوں کی تکذیب ہو جاوے گی۔ مولوی عبدالحیٔ شکوے ہی کی پریشان باتیں کرتے رہے۔

خاں صاحب نے فرمایا کہ تمہارے لوگ کہتے ہیں کہ عبدالعزیز کی راہ جہنم کی ہے۔ اسی وقت گواہی سے یہ بات ثابت ہوگئی۔ لوگ برا کہنے لگے۔ مولوی عبدالحیٔ نے بھی تبرا کیا باآواز بلند، اور مولوی رشیدالدین خاں صاحب سے کہا کہ مولانا عبدالعزیز کی محبت اور اعتقاد علم و بزرگی میں مثل تمہارے ہوں۔ طحاوی اور کرخی کے برابر جانتا ہوں، پھر استفسار شروع ہوا۔

ہر مسئلے کا جواب دیا کہ چنداں مخالف جمہور کے نہ تھا۔ مولوی اسمٰعیل نے پہلے ہی استفسار سے ارادہ کیا اٹھ جانے کا۔ مولوی رحمت اللہ صاحب نے کہا کہ ذرا تشریف رکھیے کہ جناب کے بھی دستخط اس تحریر پر ضروری ہیں۔

مولوی اسماعیل نے کہا کہ میں کسی نے باپ کا نوکر نہیں ہوں، میرے واسطے محتسب لا! اے مردود! میرے ساتھ سختی کرتا ہے۔

انھوں نے کہا کہ حضرت! میں سختی نہیں کرتا، عرض کرتا ہوں، پھر مولوی اسماعیل نے کہا کہ میرے رسالہ کا جواب لکھ۔

مولوی رحمت اللہ صاحب نے کہا کہ رسالہ آپ کا میری بغل میں ہے۔ اگر فرمایئے، اسی مجمع میں جواب عرض کروں۔ غصہ کھا کر کچھ نہ کہا، پھر مولوی رحمت اللہ نے کہا۔ جواب عقلی لکھوں یا نقلی؟ کہا۔ جیسا چاہے، پھر مولوی رحمت اللہ نے کہا کہ رد جواب اس کا لکھو گے؟ کہا کہ میں محکوم کسی کا نہیں ہوں۔ مولوی رحمت اللہ نے کہا کہ نئے عقیدے اپنے دل کے بنائے ہوئے کسی سے نہ فرمایئے، اور نہیں تو ابھی بحث کر لیجئے۔ مولوی اسماعیل اٹھ بھاگے اور چلتے ہوئے۔

مولوی رشیدالدین خاں صاحب مولوی عبدالحیٔ سے پوچھا کیے۔ وہ جواب دیتے تھے ایسے کہ قدما کے بہت خلاف نہ تھے۔ تیرہویں سوال میں کہ بدعت کی بحث تھی۔ مولوی عبدالحیٔ نے کہا کہ میرے نزدیک بدعت حسنہ یہی ہے۔ گو اصل ہر بدعت کی بد ہے، مگر سبب نیکی کا اس میں ہو تو حسنہ ہو جاتی ہے: وَاِلَّا فَلَا

الرسالة العاشرة

مولوی رشیدالدین خاں صاحب نے کہا کہ اصل ہر بدعت کی بدنہیں ہے۔بموجب حدیث (مَنْ سَنَّ حَسَنَةً وَمَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً—الحديث) کےاورحدیث (مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ) اورحدیث (مَنْ اِبْتَدَعَ بِدْعَةً ضَلَالَةً لَا يَرْضَاهَا اللّٰهُ) کے،کہ ان تینوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ نیا طریقہ نیک بھی ہوتا ہے، بدبھی، اور خدا ورسول کی مرضی کے موافق بھی، مخالف بھی، گمراہ بھی، غیر گمراہ بھی۔اسی سبب سے علمانے کہا ہے کہ بعض بدعت واجب ومندوب ومباح بعض حرام ومکروہ۔

مولوی مخصوص اللہ صاحب نے کہا۔جس بدعت کی وجہ حسن وقبح کی ظاہر نہ ہو، وہ کیا ہے؟ مولوی عبدالحیٔ نے کہا۔سئیہ۔انھوں نے کہا۔اس تقدیر پر بدعت ومباح میں کیا فرق ہے؟ مولوی عبدالحیٔ ساکت ہو گئے۔کسی نے کہا کہ احکام خمسہ میں سے ایک حکم کم ہو گیا، پھر مولوی عبدالحیٔ نے کہا کہ ہر بدعت کو برا اس واسطے کہتا ہوں کہ (كُلُّ بِدْعَةٍ) کا کلیہ ظاہر پر رہے، اور مخصوص نہ ہو جاوے۔

خاں صاحب نے کہا کہ تخصیص سے کیا قباحت لازم آتی ہے؟ اور عمومات میں تخصیص مشہور ہے۔مولوی محمد شریف نے پڑھا: (ما من عام الا وقد خص منه البعض) خاں صاحب نے کہا کہ تینوں حدیثیں مذکورہ بالا تخصیص کو چاہتی ہیں، پس تخصیص ضروری ہوئی۔

مولوی عبدالحیٔ نے کہا کہ اصل ہر بدعت کی قبیح بعض علما کا مذہب ہے۔خاں صاحب نے کہا کہ یہ قول حضرت مجدد کا ہے، مگر تمہارے مذہب سے نہایت دور کہ ان کے مذہب میں جس کی اصل شرع میں پائی جائے وہ سنت ہے۔بدعت وہی ہے کہ جس کی اصل نہ پائی جائے۔پھر مولوی عبدالحیٔ نے غوطہ میں جا کر کہا کہ یہ قول نووی کا فتح المبین میں لکھا ہے۔اسی وقت فتح المبین شرح اربعین امام نووی کی پیش کی گئ۔عبارت اس مقام کی بآواز بلند مع ترجمہ پڑھی گئی، پھر تو مولوی عبدالحیٔ اچھی طرح سے قائل معقول ہو گئے۔

پھر اذان میں بعد دفن کے کلام ہوا۔بعد کسی قدر تکرار کے کہا کہ میں کسی کو منع نہیں کرتا، پھر کلام ہوا سوم کے فاتحہ میں۔بعد قیل وقال کے کہا کہ اگر اس دن میں ثواب زیادہ جانتا ہے، ممنوع ہے اور اگر ثواب زائد نہیں جانتا اور برعایت مصلحت کے کرتا ہے تو منع نہیں ہے۔تمام ہوا خلاصہ نقل مجلس۔

پھر تو حال یہ ہوا کہ ہر ایک مسئلہ میں ادنیٰ ادنیٰ سے آدمی سے قائل ہونے لگے، اور اطراف وجوانب میں بھی یہ تقریریں اور تحریریں جابجا پھیل پڑیں۔سب پر ظاہر ہو گیا کہ مولوی اسماعیل کا طریقہ مخالف ہے تمام سلف صالح کے اور اپنے خاندان کے بھی مخالف ہے، اور سبب اعتبار کا وہی نسبت خاندان کی تھی۔ جب اس کے خلاف ٹھرے تو کچھ اعتبار نہ رہا اور ساری قلعی کھل گئی اور ہر ایک جگہ جو اہل علم تھے، متوجہ ہوئے ان کی بے دینی کے اظہار اور اس کا رد لکھنے پر۔

ایسے سببوں سے آگ ان کے فتنے کی ٹھنڈی ہو گئی، اور نئے دین والے بھی زبان دبا کر بات کرنے لگے اور توجیہ بات بنانے میں اور تقیہ جاری ہوا۔ہزاروں ہزار آدمی اس طریقے سے تائب ہوئے۔صرف وہی لوگ کہ جن کو سخن پروری کا پاس دین پر غالب ہوا، یا جن کو وہ پیشہ واسطہ ہوا دنیا پیدا کرنے کا، اس پر قائم رہے، مگر نہایت ذلت وخواری کے ساتھ، اہل علم کی مجلسوں میں تقیہ سے گزارا کر کے مولوی اسماعیل وغیرہ ارکان دین جدید نے بھی اس بحث کو کم کر کے وعظ کو منحصر کیا جہاد کی ترغیب پر، اس حیلہ جمیلہ سے کہ امر محمود ہے، بہت لوگ

اکٹھے ہوئے اور روپیہ جنس بھی، جس کو توفیق ہوئی، بقدر حوصلہ دیا۔ ایک جماعت کے ساتھ گئے افغانستان کو اور سید احمد کو امیر المومنین بنایا''۔

(سیف الجبار ص ۱۰۰ تا ص ۱۰۳- تاج الفحول اکیڈمی بدایوں شریف)

چہاردہ مسائل

استفتا: مولانا رشید الدین خاں از اسماعیل دہلوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از: علمائے اہل سنت و جماعت ابقاہم اللہ تعالیٰ استفسار چند مسئلہ می رود

اول: آں کہ دخل عقل و فکر در فہم شرعیات باید داد، یا ہر چہ از ترجمہ لغت بہ فہم لغت داں در آید محض بر ہماں اکتفا باید کرد۔

دوم: آں کہ رائے مومنین را در حسن شرعی دخل ہست یا نہ؟ یعنی بہ اتفاق رائے مومنین در امرے حسن شرعی دراں پیدا می شود یا نہ؟

سیوم: آں کہ اجماع حجت قطعی ہست یا نہ؟

چہارم: قیاس حجت شرعی ہست یا نہ؟

پنجم: آں کہ تاویل در کتاب و سنت جائز ہست یا نہ؟

ششم: آں کہ بوسہ دادن قبور شرک و کفر است یا نہ؟

ہفتم: آں کہ کسے را کہ بہ بدعت سیئہ فتویٰ دہد ضال و مضل تواں گفت یا نہ؟

ہشتم: آں کہ ثواب عبادت بدنیہ مثل قرأت قرآن و صلاۃ و صوم و نفل ہر گاہ کہ بہ نیت میتے خواندہ و گزرانیدہ شود، بہ او می رسد یا نہ؟

نہم: آں کہ ناقل اجماع اگر عالمے معتبر باشد، نقل او را تسلیم باید کرد یا رد؟

دہم: آں کہ ارواح مفارقہ از ابدان عند الشرع مدرک و حساس اند یا نہ؟

یازدہم: آں کہ مستحسِن بدعت سیئہ کافر یا مشرک ہست یا نہ؟

دوازدہم: آں کہ کتابت قرآن در مصاحف بدعت است یا نہ؟

سیزدہم: آں کہ اعراب قرآن بدعت ہست یا نہ؟ و اگر ہست حسنہ است یا سیئہ؟ و ایں جمع قرآن بہ حکم کدام آیت قرآن بود، یا بہ کدام حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یا بہ حکم ایں ہر دو نہ بود، پس بدعت ہست یا نے؟ و ہم چنیں ہر حکمے کہ از نص قرآن شریف یا ظاہر احادیث متعین نہ بود، بدعت ہست یا نہ؟

چہاردہم: آں کہ عدم قول و فعل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم و ہم چنیں عدم قول و فعل صحابہ موجب عدم جواز آں قول و فعل می شود یا نے؟ بینوا توجروا۔ (اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان ص ۱۰۴- از: زید ابوالحسن فاروقی مجددی- شبیر ربانی پبلی کیشنز لاہور)

امام اہل سنت کے قول کی توضیح

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی ایک تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسماعیل دہلوی سے صراط مستقیم کی عبارت پر مواخذہ ومناظرہ ہوا تھا۔

امام اہل سنت نے رقم فرمایا:''کلمات اسماعیل کہ موافق ومخالف کے نزدیک اس سے متواتر ہیں۔مخالفین رد کرتے ہیں،موافقین تاویلیں کرتے ہیں۔اب یہیں دیکھئے،اس چمار والے کلام پر سے دفع ایراد کو یہ عبارت پیش کی۔خود اسماعیل کی زندگی میں اس پر مواخذے ہوئے۔جامع مسجد دہلی میں شاہ عبدالعزیز صاحب کے اعزہ واخص تلامذہ مثل مفتی رشیدالدین خاں صاحب وشاہ موسیٰ صاحب نے مناظرے کیے،الزام دیئے۔نہ اس نے کہا کہ یہ کلمات میرے نہیں،نہ اس کے ہواخواہوں نے۔جب سے آج تک تو اس سے ثبوت یقینی ہے''۔(فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۳۱۰-رضا اکیڈمی ممبئی)

توضیح: مذکورہ بالا عبارت میں یہ مراد نہیں کہ اسماعیل دہلوی سے صراط مستقیم کی عبارت پر مواخذہ ہوا، بلکہ اسماعیل دہلوی سے جو مواخذے ومناظرے ہوئے،ان کا ذکر ہے۔لفظ''اس''سے اسماعیل دہلوی مراد ہے۔صراط مستقیم کی عبارت مراد نہیں۔

اسماعیل دہلوی سے متعدد قسم کے مواخذے ہوئے۔اس کے دونوں چچا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی،اور شاہ عبدالقادر محدث دہلوی نے اس کو سمجھانے کی کوشش کی۔علامہ رشیدالدین خاں دہلوی،صدرالصدور مفتی صدرالدین آزردہ وغیرہما نے اس کی تفہیم کی کوشش کی۔

(۱) جامع مسجد دہلی میں اسماعیل دہلوی کی موجودگی میں علامہ رشیدالدین خاں دہلوی نے عبدالحیٔ بڈھانوی سے ان امور پر بحث کی ،اسماعیل دہلوی اور بڈھانوی اپنے وعظ میں جن معمولات ومراسم اہل سنت کو بدعت کہتے تھے۔

(۲) تقویۃ الایمان کی بحث شفاعت کی عبارت پر علامہ فضل حق خیرآبادی نے ((تقریر اعتراضات برتقویۃ الایمان)) تحریر کی۔ اسماعیل دہلوی نے رسالہ یک روزہ میں ان سوالوں کا جواب لکھا۔

(۳) علامہ خیرآبادی نے تقویۃ الایمان کی بحث شفاعت کی عبارتوں کا رد،اور رسالہ یک روزہ کا رد تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ میں رقم فرمایا۔اسی کتاب میں اسماعیل دہلوی پر کفر فقہی کا حکم عائد فرمایا۔اسماعیل دہلوی اور اس کے متبعین نے تکفیر کے بعد خموشی اختیار کرلی۔

(۴) تحقیق الفتویٰ کے بعد جنگ کے دوران سرحدی علما نے اسماعیل دہلوی کے عقائد باطلہ کو غیر اسلامی ثابت کیا،جس پر اسماعیل دہلوی نے وقتی طور پر توبہ کرلی،لیکن پھر اپنے عقائد ہی پر قائم رہا۔

تقویۃ الایمان عربی زبان میں

اشرف علی تھانوی(۱۲۸۰ھ-۱۳۶۲ھ) نے لکھا کہ اسماعیل دہلوی نے شروع میں تقویۃ الایمان عربی زبان میں لکھی تھی ، پھر بعد میں دہلوی نے اسے اردو زبان میں لکھا۔اردو میں لکھنے کی وجہ یہ تھی کہ عام لوگ بھی اسے پڑھ کر گمرہی میں مبتلا ہوسکیں۔

تھانوی نے لکھا:''مولوی اسماعیل صاحب نے تقویۃ الایمان اول عربی میں لکھی تھی۔چنانچہ اس کا ایک نسخہ میرے پاس اور ایک نسخہ

الرسالة العاشرة

مولانا گنگوہی کے پاس اور ایک نسخہ مولوی نصر اللہ خان خورجوی کے کتب خانہ میں بھی تھا۔اس کے بعد مولانا نے اس کو اردو میں لکھا اور لکھنے کے بعد اپنے خاص خاص لوگوں کو جمع کیا، جن میں سید صاحب، مولوی عبدالحیٔ صاحب، شاہ اسحاق صاحب، مولانا محمد یعقوب صاحب، مولوی فریدالدین صاحب مرادآبادی، مومن خان، عبداللہ خان علوی (استاذ امام بخش صہبائی و مملوک علی صاحب) بھی تھے، اور ان کے سامنے تقویۃ الایمان پیش کی اور فرمایا کہ:

میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آ گئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے، مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے، شرک جلی لکھ دیا گیا ہے۔ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی۔

اگر میں یہاں رہتا تو ان مضامین کو میں آٹھ دس برس میں بتدریج بیان کرتا، لیکن اس وقت میرا ارادہ حج کا ہے اور وہاں سے واپسی کے بعد عزم جہاد ہے، اس لیے اس کام سے معذور ہوں اور میں دیکھتا ہوں کہ دوسرا اس بار کو اٹھائے گا نہیں، اس لیے میں نے یہ کتاب لکھ دی ہے۔گو اس سے شورش ہوگی، مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔یہ میرا خیال ہے۔

اگر آپ حضرات کی رائے اشاعت کی ہو تو اشاعت کی جائے، ورنہ اسے چاک کر دیا جائے۔اس پر ایک شخص نے کہا کہ اشاعت تو ضرور ہونی چاہئے، مگر فلاں فلاں مقام پر ترمیم ہونی چاہئے۔اس پر مولوی عبدالحیٔ صاحب، شاہ اسحاق صاحب اور عبداللہ خاں علوی و مومن خاں نے مخالفت کی، اور کہا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں۔اس پر آپس میں گفتگو کے بعد بالاتفاق یہ طے ہوا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں ہے، اور اسی طرح شائع ہونی چاہئے۔چناں چہ اس کی اشاعت اسی طرح ہوگئی''۔(ارواح ثلاثہ ص ۶۱، ۶۲-سہارنپور)

توضیح: مذکورہ بالا اقتباس سے معلوم ہوا کہ دہلوی نے تقویۃ الایمان کا اردو نسخہ حج میں جانے سے کچھ قبل لکھا ہے۔۲۹: ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ کو دہلی جامع مسجد میں مناظرہ ہوا تھا، اسی سال اسماعیل دہلوی حج کو گیا تھا اور اسی سال ماہ رمضان میں تحقیق الفتویٰ میں علامہ خیر آبادی نے دہلوی کے کفر فقہی کا حکم صادر فرمایا تھا۔اسی سال محرم الحرام میں تقویۃ الایمان کی تصنیف ہوئی تھی۔تھانوی کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ محرم الحرام میں جو تقویۃ الایمان لکھی گئی، وہ عربی زبان میں تھی، پھر اسی سال دہلوی نے اس کو اردو زبان میں منتقل کیا۔

سال ۱۲۴۰ھ سے قبل تقویۃ الایمان کی تحریر کا ثبوت نہیں، بلکہ نجدی کی کتاب التوحید پر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کی ناراضگی دیکھ کر دہلوی نے وقتی طور پر خموشی اختیار کر لی تھی۔۷: شوال المکرّم ۱۲۳۹ھ کو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی وفات ہوئی، اس کے بعد اسماعیل دہلوی نے اعلانیہ طور پر اپنی گمرہی کی تبلیغ واشاعت شروع کر دی تھی، اور نجدی کی کتاب التوحید کا خلاصہ بھی تقویۃ الایمان کے نام سے لکھا۔اپنے وعظ میں بھی معمولات اہل سنت و جماعت کو شرک و بدعت بتانا شروع کیا۔

تقویۃ الایمان کی اشاعت کب ہوئی؟

جب علامہ فضل حق خیرآبادی نے تحقیق الفتویٰ تحریر فرمائی تھی، اس وقت تقویۃ الایمان شائع نہیں ہوئی تھی۔سائل کو کسی طرح اس

الرسالة العاشرة

رسالے پر اطلاع ہوئی، اور اس نے تقویۃ الایمان کی بحث شفاعت کی عبارت نقل کر کے علامہ خیر آبادی سے سوال کیا۔

علامہ موصوف نے تقویۃ الایمان کی منقولہ عبارتوں کے رد میں چند سوالات رقم فرمائے۔ سوالات کا مجموعہ ''تقریر اعتراضات بر تقویۃ الایمان'' کے نام سے معروف ومشہور ہے۔ اسماعیل دہلوی نے ((تقریر اعتراضات)) کے جواب میں رسالہ ''یک روزہ'' لکھا۔ اس کے بعد علامہ خیر آبادی نے تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ تحریر فرمائی، اور اسماعیل دہلوی کا حکم شرعی بیان فرمایا۔

علامہ عبد الحکیم شرف قادری پاکستانی (۱۳۶۳ھ-۱۴۲۸ھ) نے تحریر فرمایا: ''مولوی محمد اسماعیل دہلوی نے ''تقویۃ الایمان'' میں مسئلہ شفاعت پر گفتگو کرتے ہوئے ایک قبیح عبارت لکھی۔ علامہ محمد فضل حق خیر آبادی نے اس پر رد کرتے ہوئے چند صفحات تحریر کیے۔ ان کا ترجمہ آئندہ صفحات میں پیش کیا جا رہا ہے۔ مولوی محمد اسماعیل دہلوی نے اس کے جواب میں ایک رسالہ ''یک روزہ'' لکھا۔ حضرت علامہ نے اسی کے رد میں ''تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ'' لکھی، اور جب مولوی محمد اسماعیل دہلوی کے شاگرد مولوی حیدر علی ٹونکی نے اس کے جواب میں ایک کتاب لکھی تو علامہ نے اس کے جواب میں ''امتناع النظیر'' لکھی، اور وہ کتاب خود بے نظیر واقع وثابت ہوئی۔ آج تک کسی کو اس کے جواب میں زبان کھولنے کی جرأت نہیں ہو سکی''۔ (مقدمہ: تقریر اعتراضات بر تقویۃ الایمان)

علامہ عبد الحکیم شرف قادری پاکستانی (۱۳۶۳ھ-۱۴۲۸ھ) نے تحریر فرمایا: ''مولوی اسماعیل دہلوی نے ۱۵: محرم ۱۲۴۰ھ کو ''تقویۃ الایمان'' لکھی۔ کسی شخص نے اس کی ایک عبارت نقل کر کے شاہ فضل حق خیر آبادی کی خدمت میں پیش کی، جس میں شفاعت کا انکار کیا گیا تھا۔ علامہ نے ۱۸: رمضان المبارک ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۵ء میں ''تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ'' لکھی اور جواب کا حق ادا کر دیا''۔

(مقدمہ: تحقیق الفتوی ص ۵۴-الممتاز پبلی کیشنز لاہور)

(۱) مولانا سید شاہ فخر الدین قادری نقشبندی المعروف بہ حکیم بادشاہ سجادہ نشیں دائرہ حضرت شاہ محمد رفیع الزماں قدس سرہ نے سال ۱۲۹۷ھ میں تقویۃ الایمان کا رد بنام ''ازالۃ الشکوک والاوہام فی العقائد الحقۃ لاہل الاسلام'' تحریر فرمایا۔ موصوف نے اس میں رقم فرمایا:

''ان دنوں رسالہ تقویۃ الایمان مؤلفہ مولوی اسماعیل صاحب دہلوی مطبوعہ ۱۲۵۷ ہجری مطبع کلکتہ کا فقیر کی نظر سے گذرا''۔

(ازالۃ الشکوک والاوہام ص ۱-مطبع قیصری الہ آباد)

مذکورہ بالا اقتباس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسماعیل دہلوی کی موت کے گیارہ سال بعد ۱۲۵۷ھ میں یہ کتاب کلکتہ میں طبع ہوئی۔

مناظرۂ جامع مسجد (دہلی) کے بعد ایک سائل نے علامہ فضل حق خیر آبادی (۱۲۱۲ھ-۱۲۷۸ھ-۱۷۹۷ء-۱۸۶۱ء) کو تقویۃ الایمان سے شفاعت سے متعلق مباحث نقل کر کے سوال کیا۔ علامہ خیر آبادی نے اس سوال کے بعد ''تقریر اعتراضات بر تقویۃ الایمان'' رقم فرمائی۔ اس کے جواب میں اسماعیل دہلوی نے ''رسالہ یکروزی'' لکھا۔

علامہ فضل حق خیر آبادی نے ۱۸: رمضان المبارک ۱۲۴۰ھ مطابق ۵: مئی ۱۸۲۵ء کو ''تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ'' رقم فرمائی۔ جس میں اسماعیل دہلوی پر کفر فقہی کا حکم صادر فرمایا۔ علمائے اہل سنت وجماعت نے اس فتویٰ کی تصدیق فرمائی۔

الرسالة العاشرة

(۲)ایک غیر مقلد محمد خالد سیف نے لکھا: ''تقویۃ الایمان ۱۸۲۲ء کو تصنیف کی گئی، اور ۱۸۲٦ء میں غالبًا سید عبداللہ بن سید بہادر علی کے اہتمام سے پہلی مرتبہ زیورِ طباعت سے آراستہ ہوئی، جب کہ امام صاحب (اسماعیل دہلوی) اپنے رفقا سمیت وطنِ مالوف سے ہجرت کر کے پنجتار تشریف لے جا چکے تھے، اور سکھوں کے خلاف باقاعدہ محاذِ جنگ قائم کر چکے تھے''۔

(تذکرۂ شہید ص ۲۵٦-مکتبہ غزنویہ شیش محل روڈ لاہور: اشاعت: مئی ۱۹۸۳)

علامہ فضل حق خیرآبادی نے ۵: مئی ۱۸۲۵ء کو فتویٰ کفر جاری فرمایا تھا۔ اس وقت تقویۃ الایمان کی اشاعت نہ ہوئی تھی۔ خالد سیف نے بھی تحقیق الفتویٰ کے ایک سال بعد طباعت کی بات کہی ہے۔ مزید متعدد روایتیں یہی ثابت کرتی ہیں کہ علامہ خیرآبادی کے فتویٰ کے وقت یہ کتاب شائع نہیں ہوئی تھی۔ جب دہلوی جہاد کے لیے پنجاب چلا گیا، تب انگریزوں کے اشارہ پر دہلوی کے معتقدین نے شائع کیا۔

(۳)مشہور وہابی مؤرخ غلام رسول مہر نے لکھا: ''تقویۃ الایمان جس کے نئے ایڈیشن کے تعارف میں یہ سطریں لکھی جا رہی ہیں، پہلی مرتبہ ۱۲۴۳ھ/ ۲۷، ۱۸۲٦ء میں چھپی تھی۔ جب شاہ شہید، امیر المؤمنین سید احمد بریلوی اور جماعت مجاہدین کے ہمراہ وطنِ مالوف سے ہجرت کر کے جا چکے تھے، اور ہندوستان کی آزادی وتطہیر کے لیے جہاد بالسیف کا آغاز ہو چکا تھا''۔

(مقدمہ: تقویۃ الایمان ص ۱٦-اشرف پریس لاہور- برطانوی مظالم کی کہانی ص ۲۳۰-فرید بک اسٹال لاہور)

(۴)علامہ اختر شاہجہاں پوری نے تحریر فرمایا: ''مولوی محمد اسماعیل دہلوی کی حکمت عملی بھی دیدنی ہے کہ جب تک دہلی میں رہے تو وہابیت کے لیے میدان ہموار کرتے رہے، اور جب جہاد کے نام سے مغربی ہند کی سرحد پر پہنچ گئے، اس وقت تقویۃ الایمان کو شائع کروایا گیا، تاکہ اس کی اشاعت سے جو آگ بھڑکتی ہے، وہ عدم موجودگی میں بھڑکے، اور مصنف مواخذے سے محفوظ رہے''۔

(برطانوی مظالم کی کہانی ص ۲۳۰-فرید بک اسٹال لاہور)

(۵)مفتی سید عبد الفتاح حسینی قادری گلشن آبادی (م ۱۳۲۳ھ) نے تقویۃ الایمان کے رد میں دو کتابیں ((تحفہ محمدیہ فی رد الوہابیہ)) اور ((تائید حق)) تحریر فرمائیں۔ انہوں نے تقویت الایمان کی پہلی اشاعت کے بارے میں تحریر فرمایا:

''کتاب تقویۃ الایمان مؤلفہ مولوی محمد اسماعیل دہلوی، شہر کلکتہ میں مطبع احمدی باہتمام سید عبداللہ بن سید بہادر علی ۱۲۴۲ھ میں مطبوع ہوئی ہے''۔ (جامع الفتاویٰ جلد دوم ص ٦۱- برطانوی مظالم کی کہانی ص ۲۳۲-فرید بک اسٹال لاہور)

(٦)ادیب شہیر علامہ عبد الحکیم خاں اختر شاہجہاں پوری نے رقم فرمایا:

''مولوی محمد اسماعیل دہلوی تو سکھوں سے جہاد کرنے کا نام نہاد اعلان کرتے ہوئے ۱۲۴۱ھ میں صوبہ سرحد کی طرف چلے گئے۔ موصوف کی عدم موجودگی میں تقویۃ الایمان کا انگریز کی راجدھانی یعنی شہر کلکتہ سے ۱۲۴۲ھ میں شائع ہونا، بلکہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ سے لاکھوں کی تعداد میں انگریزوں نے تقویۃ الایمان شائع کی، اور پورے ہندوستان جہاں تک انگریز اسے پہنچا سکتے تھے، وہاں تک مفت پہنچاتے رہے۔ کیا یہ افسوس ناک صورت حال اہل فکر ونظر کے لیے لمحہ فکریہ نہیں۔ دہلی کے ایک نیم مولوی کی تصنیف اور اس کی نشر واشاعت

ایسٹ انڈیا کمپنی کرے، آخر کیوں؟'' (برطانوی مظالم کی کہانی ص۲۳۲-فرید بک اسٹال لاہور)

تقویۃ الایمان کا انگریزی ترجمہ

(۱)ڈاکٹر قمرالنسا نے علامہ فضل حق خیرآبادی پر عربی زبان میں ڈکٹریٹ کا مقالہ لکھا۔انہیں عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباددکن (ہند) سے پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض ہوئی۔اس مقالہ میں انہوں نے لکھا کہ تقویۃ الایمان اولاً انگریزوں نے رائل ایشیاٹک سوسائٹی کی جانب سے شائع کی،اوراسے مفت تقسیم کی۔شایداس سے یہ مراد ہے کہ انگریزی میں تقویۃ الایمان کو سب سے پہلے انگریزوں نے شائع کی۔

(شاع کتاب تقویۃ الایمان اولًا من رائل ایسیا تک سوسائتی (Royal Asiatic Society)–وقد اعترف البروفیسرمحمد شجاع الدین (المتوفی ۱۹۶۵ء)رئیس قسم التاریخ بکلیۃ دیال سنکھ بلاھور فی مکتوبہ الی البروفیسرخالد البزمی بلاھور ان الانجلیزیین قد وزعوا کتاب تقویۃ الایمان بغیرثمن)

(العلامہ فضل حق الخیرآبادی-ص۱۵۲-النسخۃ القلمیہ)

ترجمہ:تقویت الایمان سب سے پہلے رائل ایشیاٹک سوسائٹی سے شائع ہوئی،اور پروفیسر محمد شجاع الدین (م۱۹۶۵ء)صدر شعبہ تاریخ دیال سنگھ کالج لاہور نے لاہور کے پروفیسر خالد بزمی کے نام ایک خط میں اعتراف کیا کہ انگریزوں نے اس کتاب کو مفت تقسیم کیا۔

(۲)سرسید احمد خاں نے لکھا:''جن چودہ کتابوں کا ذکر ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اپنی کتاب میں کیا ہے،ان میں ساتویں کتاب تقویۃ الایمان ہے۔چناں چہ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن) کے رسالہ (ج۱۳/۱۸۵۲ء) میں چھپا''۔

(مقالات سرسیدج۹ص۱۷۸-مجلس ترقی ادب لاہور)

(۳)علامہ عبدالحکیم شرف قادری نے تحریر فرمایا:''یہ انگریزی ترجمہ منشی شہامت علی نے کیا تھا،جو۱۸۵۲ء میں چھپا تھا''۔

(غیر مقلدین کی انگریز نوازی ص۳۹-رضوی کتاب گھر بھیونڈی)

مذکورہ بالا اقتباسات سے ظاہر ہوگیا کہ انگریزوں نے تقویۃ الایمان کے انگریزی ترجمہ کو۱۸۵۲ء میں لندن سے شائع کیا۔

تقریر اعتراضات بر تقویۃ الایمان

دہلی جامع مسجد کے مناظرہ کے بعد کسی نے حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی سے تقویۃ الایمان کی شفاعت کی بحث نقل کرکے چند سوالات کیے۔حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی (۱۲۱۲ھ-۱۲۷۸ھ-۱۷۹۷ء-۱۸۶۱ء) نے ان عبارتوں پر اعتراض کرتے ہوئے ایک مختصر رسالہ''تقریر اعتراضات بر تقویۃ الایمان'' رقم فرمایا۔اس کے جواب میں اسماعیل دہلوی نے''رسالہ یکروزی'' تحریر کیا۔

علامہ فضل حق خیرآبادی نے ۱۸:رمضان المبارک۱۲۴۰ھ مطابق ۵:مئی۱۸۲۵ء کو''تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ'' رقم فرمائی، جس میں اسماعیل دہلوی پر کفرفقہی کا حکم صادر فرمایا۔علمائے اہل سنت نے اس فتویٰ کی تصدیق فرمائی۔اس حکم شرعی کے ظہوروشیوع کے

الرسالة العاشرة

بعداسماعیل دہلوی خاموش ہوگیا۔اسی سال ۱۲۴۰ھ میں حج کے لیے روانہ ہوا۔

حج سے واپسی کے بعد جمادی الاولیٰ ۱۲۴۱ھ میں رائے بریلی گیا۔ وہاں سے بروز دوشنبہ ۷:جمادی الاخریٰ ۱۲۴۱ھ مطابق ۱۷: جنوری ۱۸۲۶ء کوسرحدی علاقوں کی طرف جہاد کے لیے نکل گیا، پھر دہلی واپس نہ آسکا۔سرحدی علاقوں کے پٹھانوں کے ہاتھوں ایک ہی دن دہلوی اوررائے بریلوی دونوں بروز جمعہ ۲۴: ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ مطابق ۶: مئی ۱۸۳۱ء کو بالاکوٹ میں قتل ہوئے۔علامہ خیرآبادی نے اسماعیل دہلوی کوکافراورواجب القتل قراردیا تھا۔یہ اسلامی حکم بالاکوٹ میں عمل میں آگیا۔''ان اللہ علیٰ کل شیءقدیر'' کی جلوہ نمائی ہوئی۔

وماتوفیقی الاباللہ العلی العظیم ::والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم ::وآلہ العظیم

☆☆☆☆☆

الرسالة العاشرة

باب دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ::الحمد رب العٰلمین ::والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سید المرسلین ::وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

باب دوم میں اسماعیل دہلوی پر کفر فقہی کا فتویٰ، علامہ خیر آبادی کی توجیہات سے کفر فقہی کا ثبوت، مناظرۂ دہلی کے سبب اشتباہ، مناظرہ سے دہلوی کا فرار وسکوت، تقریر اعتراضات اور رسالہ یک روزہ کی بعض عبارات، اور لفظ ''روبرو'' سے اشتباہ کا بیان ہے۔

اسماعیل دہلوی پر کفر فقہی کا فتویٰ

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کی وفات ۷:شوال المکرم ۱۲۳۹ھ کو ہوئی۔ان کے وصال کے بعد اسماعیل دہلوی آزاد ہو گیا۔دہلوی نے نجدی کی کتاب التوحید کا خلاصہ تقویۃ الایمان کے نام سے لکھنا شروع کیا۔اس کی تکمیل ۱۵:محرم الحرام ۱۲۴۰ھ کو ہوئی۔

اسی عہد میں دہلوی کے وعظ پر پابندی عائد ہوئی، پھر حاکم دہلی سے دہلوی کی ملاقات کے بعد وہ پابندی ہٹا دی گئی۔

اسی سال ۲۹:ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ کو جامع مسجد دہلی کا مناظرہ ہوا۔

مناظرہ کے بعد کوئی شخص دہلوی کی تقویۃ الایمان پر مطلع ہوا۔اس نے تقویۃ الایمان سے شفاعت کی بحث کو نقل کر کے علامہ فضل حق خیر آبادی سے تین سوال کیے۔علامہ خیر آبادی نے تقویۃ الایمان کی عبارت پر چند سوال تحریر فرمائے۔اس سوال نامہ کو''تقریر اعتراضات برتقویۃ الایمان'' کے نام سے شہرت حاصل ہے۔اسماعیل دہلوی نے''تقریر اعتراضات برتقویۃ الایمان'' کے رد میں رسالہ یک روزہ لکھا۔

علامہ عبد الحکیم شرف قادری پاکستانی نے تحریر فرمایا:

''مولوی اسماعیل دہلوی نے ۱۵:محرم ۱۲۴۰ھ کو''تقویۃ الایمان''لکھی۔کسی شخص نے اس کی ایک عبارت نقل کر کے شاہ فضل حق خیر آبادی کی خدمت میں پیش کی،جس میں شفاعت کا انکار کیا گیا تھا۔علامہ نے ۱۸:رمضان المبارک ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۵ء میں''تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ''لکھی اور جواب کا حق ادا کر دیا''۔(مقدمہ:تحقیق الفتوی ص۵۴-المتاز پبلی کیشنز:لاہور)

علامہ عبد الحکیم شرف قادری پاکستانی نے تحریر فرمایا:''مولوی محمد اسماعیل دہلوی نے''تقویۃ الایمان''میں مسئلہ شفاعت پر گفتگو کرتے ہوئے ایک قبیح عبارت لکھی۔علامہ محمد فضل حق خیر آبادی نے اس پر رد کرتے ہوئے چند صفحات تحریر کیے۔ان کا ترجمہ آئندہ صفحات میں پیش کیا جا رہا ہے۔مولوی محمد اسماعیل دہلوی نے اس کے جواب میں ایک رسالہ''یک روزہ'' لکھا۔حضرت علامہ نے اسی کے رد میں ''تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ''لکھی،اور جب مولوی محمد اسماعیل دہلوی کے شاگرد مولوی حیدر علی ٹونکی نے اس کے جواب میں ایک کتاب لکھی تو علامہ نے اس کے جواب میں''امتناع النظیر''لکھی،اور وہ کتاب خود بے نظیر واقع وثابت ہوئی۔آج تک کسی کو اس کے

جواب میں زبان کھولنے کی جرأت نہیں ہوسکی‘‘۔(مقدمہ:تقریر اعتراضات برتقویۃ الایمان)

علامہ فضل رسول بدایونی نے رقم فرمایا:’’مسئلہ شفاعت میں مولوی اسماعیل نے حرکت مذبوحی کچھ جواب میں کی ۔آخر کو عاجز وساکت ہوگئے اور تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ کمال شرح وبسط سے مولوی فضل حق صاحب نے لکھا۔اجمال اس کا یہ ہے کہ مستفتی نے عبارت تقویۃ الایمان کی جو شفاعت میں ہے،سب نقل کر کے سوال کیا کہ یہ کلام حق ہے یا باطل؟اور حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کے استخفاف پر شامل ہے یا نہیں؟اور شرعاً اس کے قائل کا کیا حکم ہے؟تفصیل جواب کی چار مقام میں مولوی فضل حق صاحب نے بیان کی ۔پہلا مقام شفاعت کی حقیقت اور اس کے اقسام کے بیان میں ۔دوسرا مقام کلمہ لا طائل کے بیان میں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں مولوی اسماعیل کی زبان سے سرزد ہوا۔تیسرا مقام ثابت کرنے میں اس کے کہ وہ کلام آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استخفاف شان پر دلالت کرتا ہے۔چوتھا مقام اس کے حکم میں،اور چاروں مقاموں کو آیات واحادیث واقوال ائمہ دین سے جیسا چاہئے،مفصل اور شرح بیان کر کے آخر میں لکھا......‘‘۔(سیف الجبار ص۵۸،۵۹-مطبوعہ کانپور)

علامہ فضل حق خیرآبادی کا فتویٰ

حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان نے’’تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ‘‘ کے اخیر میں کتاب کا خلاصہ رقم فرمایا، اور اس خلاصہ میں سائل کے تینوں سوالوں کے جواب اختصار کے ساتھ رقم فرمائے۔

علامہ خیرآبادی نے خلاصہ میں رقم فرمایا:

’’چوں ہر چہار مقام پیرایہ انجام واختتام یافت۔حالا خلاصہ فتویٰ وجواب استفتا باید شنید کہ مستفتی دراستفتا سہ سوال کرد:

(۱) یکے آں کہ ایں کلام حق است یا باطل؟

(۲) دوم آں کہ کلامش براستخفاف وانتقاص شان واجب التوقیر حضرت سید الاولین والآخرین افضل الانبیا والمرسلین اشتمال دارد یا نہ؟

(۳) سوم ایں کہ برتقدیر اشتمال ودلالت آں عبارت براستخفاف وانتقاص شان آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حال وحکم مرتکب آں شرعاً چیست؟ واُو از روئے دین وملت کیست؟

(۱) جواب سول اول ایں است کہ:

کلام قائل مذکور از سرتا پا کذب وزور وفریب وغریب است۔چہ اُو نفی بودنِ شفاعت برائے نجات گنہگاراں ونفی شفاعت وجاہت وشفاعت محبت از آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحضرت سائر انبیا وملائکہ واصفیا می کند۔ایں اعتقاد اُو خلافِ کتاب مبین واحادیث سید المرسلین واجماع المسلمین است کما ثبت فی المقام الاول مفصلاً،وقد بان بطلان بعض کلماتہ فی المقام الثانی۔

(۲) جواب سوال دوم ایں است کہ:

کلام اُو بلا تردد واشتباہ بر استخفافِ منزلت وجاہِ آں سرورِ مقربانِ بارگاہِ حضرت الٰہ وانتقاص شان سائر انبیا وملائکہ واصفیا وشیوخ واولیا اشتمال ودلالت دارد۔ چناں چہ در مقام ثالث مذکور وفیما سبق مبرہن ومسطور است۔

(۳) وجواب سوال سوم ایں است کہ:

قائل ایں کلام لاطائل از روئے شرع مبین بلاشبہ کافر وبے دین است۔ ہرگز مومن ومسلمان نیست، وحکم اُو شرعاً قتل وتکفیر است، وہر کہ در کفر اُو شک آرد، یا تردد دارد، یا ایں استخفاف را سہل انگارد، کافر وبے دین ونامسلمان ولعین است۔

(تحقیق الفتویٰ قلمی نسخہ: سیف الجبار ص ۸۸-مطبوعہ کانپور)

علامہ خیر آبادی کے فتویٰ کے الفاظ وعبارات پر غور کیا جائے۔ علامہ ممدوح نے رقم فرمایا کہ اسماعیل دہلوی کے الفاظ تنقیص پر دلالت کرتے ہیں اور استخفاف شان پر مشتمل ہے۔ علامہ خیر آبادی نے یہ نہیں فرمایا کہ دہلوی کے کلام میں صریح ومفسر تنقیص ہے، یا دہلوی کا کلام میرے نزدیک تنقیص شان میں متعین ومفسر ہو چکا ہے، بلکہ آپ نے فرمایا: ((اشتمال ودلالت دارد)) یہ جملہ صریح طور پر بتا رہا ہے کہ دہلوی کے نازیبا کلمات سے تنقیص پر دلالت ہوتی ہے اور وہ کلام تنقیص پر مشتمل ہے۔

علامہ خیر آبادی نے سوال دوم کے جواب میں رقم فرمایا کہ تنقیص واستخفاف کی تفصیل تحقیق الفتویٰ کے مقام ثالث میں ہے۔

مقام ثالث کی چند عبارتیں ذیل میں نقل کی جاتی ہیں، تا کہ حقیقت حال ظاہر ہو جائے کہ دہلوی کے کلام میں تنقیص مفسر کے درجہ میں نہیں ہے، بلکہ دہلوی کے کلام میں تاویل بعید کی گنجائش ہے، ایسی صورت میں دہلوی پر کفر کلامی کا حکم عائد نہیں ہو سکتا ہے۔

علامہ خیر آبادی کی توجیہات سے کفر فقہی کا ثبوت

حضرت علامہ خیر آبادی قدس سرہ العزیز کی کتاب ''تحقیق الفتویٰ'' فارسی زبان میں تھی۔ یہ غیر مطبوعہ تھی۔ اس کے قلمی نسخے متعدد مقامات پر تھے۔ علامہ عبد الحکیم شرف قادری (م ۱۴۲۸ھ-۲۰۰۷ء) نے اردو زبان میں اس کا ترجمہ کیا، اور اسے پاکستان سے شائع فرمایا۔

اسی مترجم تحقیق الفتویٰ کے چند اقتباسات مندرجہ ذیل ہیں۔

علامہ فضل حق خیر آبادی نے تحقیق الفتویٰ کے مقام ثالث میں رقم فرمایا:

(۱) ''مقام ثالث اس امر کے بیان میں کہ یہ گمراہانہ اور گمراہ کن کلام اس ذات کریم کی توہین وتنقیص پر مشتمل ہے جن کی تعظیم فرض ہے، اور جو بارگاہ الٰہی کے مقربین کے سردار ہیں: صلی اللہ علیہ وعلیہم وسلم''۔ (تحقیق الفتویٰ ص ۱۷۷-ممتاز پبلی کیشنز لاہور)

(۲) ''اس قائل کا بے فائدہ کلام حضور سیدنا ومولانا سید الاولین والآخرین ودیگر انبیا ومرسلین، ملائکہ مقربین اور اولیائے عارفین صلوات اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا وعلیہم اجمعین کی انتہائی توہین تنقیص شان پر مشتمل ہے، اور اس قائل نے ان حضرات کی توہین وتنقیص کا ارتکاب

قصداً کیا ہے،اورتوہین کی بدترین وجوہ میں گرفتار ہوا ہے‘‘۔(تحقیق الفتویٰ ص ۱۸۲-ممتاز پبلی کیشنز لاہور)

اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں لکھا:

’’’اور جو سب لوگ پہلے اور پچھلے آدمی اور جن، جبریل اور پیغمبر ہی سے ہو جائیں تو اس مالک الملک کی سلطنت میں ان کے سبب کچھ رونق بڑھ نہ جائے گی،اور جو سب شیطان اور دجال ہی سے ہو جائیں تو اس کی کچھ رونق گھٹنے کی نہیں‘‘۔

(۳)علامہ خیرآبادی نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا:’’اس کلام کا سیاق وسباق عرف عام کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تخفیف شان اور تنقیص پر دلالت کرتا ہے‘‘۔(تحقیق الفتویٰ ص ۱۸۵-ممتاز پبلی کیشنز لاہور)

(۴)’’اس کا یہ کہنا:’’اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن وفرشتہ ،جبریل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے‘‘تخفیف شان پر مشتمل ہے۔(تحقیق الفتویٰ ص ۱۸۶-ممتاز پبلی کیشنز لاہور)

(۵)’’سینکڑوں، ہزاروں، لاکھوں،کروڑوں،اوراس جیسے الفاظ کا کسی شیٔ کی نظیر کے لیے استعمال کرنا،اس شیٔ کی تحقیر پر دلالت کرتا ہے‘‘۔(تحقیق الفتویٰ ص ۱۸۷-ممتاز پبلی کیشنز لاہور)

(۶)’’اردو میں’’کر ڈالے‘‘ کا لفظ اہانت اور استخفاف پر دلالت کرتا ہے‘‘۔(تحقیق الفتویٰ ص ۱۸۹-ممتاز پبلی کیشنز لاہور)

(۷)’’اس کا قول’’اس امیر نے اس چور کی سفارش اس واسطے نہیں کی کہ اس کا قرابتی ہے یا آشنا،یا اس کی حمایت اس نے اٹھائی ، بلکہ محض بادشاہ کی مرضی سمجھ کر،کیوں کہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے،نہ چوروں کا تھانگی‘‘۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رفیع کی انتہائی تنقیص پر دلالت کرتا ہے‘‘۔(تحقیق الفتویٰ ص ۲۰۳-ممتاز پبلی کیشنز لاہور)

حضرت علامہ خیرآبادی کے مذکورہ بالا الفاظ واضح انداز میں بتا رہے ہیں کہ دہلوی کا کلام تنقیص پر مشتمل ہے،اور تنقیص پر دلالت کرتا ہے۔اشتمال ودلالت کے الفاظ اوران دونوں سے مشتق کلمات کا استعمال مقام ثالث میں بھی ہوا،اور پھر خلاصہ فتویٰ میں بھی اشتمال ودلالت کے الفاظ استعمال ہوئے۔ان دونوں لفظوں نے واضح کر دیا کہ دہلوی کا کلام تنقیص وتحقیر کے باب میں مفسر نہیں ہے۔

ہاں،دہلوی کے کلام میں تنقیص وتحقیر پائی جاتی ہے،پس یہ کفر لزومی ہوا۔بلا التزام،کفر کلامی نہیں ہوسکتا۔دہلوی کے کلام میں تاویل بعید کی گنجائش ہے۔بعض کا یہ قول کہ دہلوی کی تاویلات کے سبب اس کا کلام کفری معنی میں متعین ہو گیا اور اس طرح اس کا کلام بیان متکلم کے سبب تنقیص وتحقیر کے باب میں مفسر ہو گیا۔یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔دہلوی نے اپنے کلام کی تشریح میں صرف رسالہ یکروزی لکھا تھا۔اس میں دہلوی نے امکان کذب اور امکان نظیر کا نظریہ پیش کیا،یعنی دونوں امر میں امکان ذاتی کا دعویٰ کیا،اور امکان وقوعی کا انکار کیا۔

کذب باری تعالیٰ کے امکان وقوعی کا قول کفر کلامی ہے،اسی طرح حضور اقدس خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی خاتم النبیین کی آمد کے امکان وقوعی کا قول کفر کلامی ہے۔اسی طرح کسی جدید نبی کی آمد کے امکان وقوعی قول بھی کفر کلامی ہے۔

مناظرۂ دہلی کے سبب اشتباہ

تحقیق الفتویٰ کے تفصیلی مباحث میں اور خلاصہ فتویٰ میں علامہ خیرآبادی قدس سرہ العزیز کی عبارتیں صاف طور پر دلالت کررہی ہیں کہ اسماعیل دہلوی کا کلام کفر کی طرف منجر ہے،اوراس کی عبارت سے کفرلازم آتا ہے،یعنی یہاں التزام کفرنہیں ہے،پس یہ کفرفقہی ہوگا۔کفرکلامی کی یہاں کوئی صورت نہیں۔

بعض کا یہ قول کہ حضرت علامہ خیرآبادی نے اسماعیل دہلوی پرکفرکلامی کا فتویٰ دیا تھا،اور دہلوی کی تاویل باطل کے سبب علامہ خیرآبادی کی نظر میں دہلوی کا کلام کفری معنی میں متعین ومفسر ہوگیا تھا۔اس وہم کا منشااوراس کی بنیاد جامع مسجد دہلی کا مناظرہ ہے۔

اس مقام پر محققین کو چارامور کی جانب توجہ دینی لازم ہے۔

(۱) پہلی بات یہ کہ جامع مسجد دہلی کے مناظرہ میں علامہ فضل حق خیرآبادی موجودنہیں تھے،گرچہ مناظرہ ان کے مشورہ سے ہوا تھا۔

(۲) دوسری بات یہ کہ اس مجلس میں تقویۃ الایمان کی عبارتوں پر بحث نہیں ہوئی تھی ، بلکہ بدعت سے متعلق چودہ سوالات تھے،انہی چودہ سوالوں پر بحث ہوئی تھی۔چوں کہ اسماعیل دہلوی اورعبدالحئ بڈھانوی (م۱۲۴۳ھ-۱۸۲۸ء)،ابن عبدالوہاب نجدی کی پیروی میں معمولات اہل سنت وجماعت کوشرک وبدعت سے تعبیر کرتے تھے،اس لیے بدعت کے بارے میں یہ مباحثہ ہوا تھا،تاکہ واضح ہوسکے کہ بدعت کیا ہے،اورکون سے امور بدعت ہیں۔

(۳) تیسری بات یہ کہ مناظرہ کے وقت تک تقویۃ الایمان کی اشاعت بھی نہیں ہوئی تھی۔علما کے پاس اس کے قلمی نسخے بھی نہیں تھے،ورنہ ضرور اس کتاب کی اختلافی عبارتوں پرکلام ہوتا۔

(۴) چوتھی بات یہ کہ اس مجلس میں بات چیت علامہ رشیدالدین خاں دہلوی اورعبدالحئ بڈھانوی کے درمیان ہورہی تھی۔اسماعیل دہلوی خاموش تھا،پھر بحث کے درمیان ہی مجلس سے بھاگ کھڑا ہوا۔

مناظرہ میں دہلوی کا سکوت اورفرار

اسماعیل دہلوی جامع مسجد دہلی کے مناظرہ میں ساکت وخاموش تھا۔علمائے اہل سنت کی جانب سے علامہ رشیدالدین خاں دہلوی (م۱۲۴۹ھ-۱۸۳۳ء)سوال کرتے تھے،اوردہلوی کی جانب سے عبدالحئ بڈھانوی (م۱۲۴۳ھ)جواب دیتا تھا۔بڈھانوی بھی اسماعیل دہلوی کے فریب میں آ کروہابیت سے متاثر ہوچکا تھا۔جامع مسجد دہلی میں اسماعیل دہلوی اورعبدالحئ بڈھانوی دونوں وعظ کہتے تھے۔

آغاز بحث کے وقت اسماعیل دہلوی مجلس میں موجود تھا،پھر بحث کے درمیان ہی مجلس سے نکل کر چلا گیا۔اسماعیل دہلوی ابتدائے بحث کے وقت ہی نکلنا چاہا،لیکن اسے روک لیا گیا۔وہ مجبورہوکرکچھ دیربیٹھا،آخرکاروہ بحث کے درمیان ہی نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔

علامہ فضل حق خیرآبادی نہ اس مجلس میں موجود تھے،نہ ہی اس مجلس میں تقویۃ الایمان کی عبارتوں پر بحث ہوئی تھی ، بلکہ اس وقت

تقویۃ الایمان شائع بھی نہیں ہوئی تھی۔

بعض کا یہ خیال کہ علامہ خیر آبادی دہلی جامع مسجد کے مناظرہ میں شریک تھے، یہ عدم تحقیق پر مبنی ہے۔

اسی طرح یہ قول کہ اسی مناظرہ کی مجلس میں علامہ خیر آبادی نے کفر کا فتویٰ دیا تھا، یہ بھی حقیقت سے متصادم دعویٰ ہے۔

''تقریر اعتراضات برتقویۃ الایمان'' اور ''رسالہ یک روزہ''

جامع مسجد دہلی کے مناظرہ کے چار ماہ بعد علامہ خیر آبادی قدس سرہ القوی نے اسماعیل دہلوی پر کفر فقہی کا فتویٰ دیا تھا۔اس کا پس منظر یہ ہے کہ جامع مسجد کے مناظرہ کے بعد کسی سائل نے تقویۃ الایمان کی بحث شفاعت کی عبارت نقل کر کے علامہ خیر آبادی سے تین سوال کیے۔علامہ خیر آبادی نے ''تحقیق الفتویٰ'' میں انہی تینوں سوالوں کے جواب رقم فرمائے۔

علامہ خیر آبادی نے تحقیق الفتویٰ سے قبل اسماعیل دہلوی کی عبارت پر چند اعتراضات رقم فرمائے، جو ''تقریر اعتراضات برتقویۃ الایمان'' کے نام سے متعارف ومشہور ہے۔اسماعیل دہلوی نے ''تقریر اعتراضات برتقویۃ الایمان'' کے جواب میں رسالہ یک روزہ لکھا۔

اسماعیل دہلوی نے شفاعت بالوجاہت کی تردید میں لکھا:''اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن وفرشتہ، جبریل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے''۔(تقویۃ الایمان ص ۳۴-سلفیہ بنارس)

تقویۃ الایمان میں دہلوی کے منقولہ بالا کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مماثل ونظیر ممکن ہے۔

علامہ فضل حق خیر آبادی قدس سرہ العزیز نے ''تقریر اعتراضات برتقویۃ الایمان'' میں ثابت فرمایا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مماثل ونظیر محال بالذات ہے، کیوں کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مماثل ونظیر پایا جائے تو اس سے رب تعالیٰ کے کلام (ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین) کا کذب لازم آتا ہے، اور باری تعالیٰ کے کلام کا کذب محال ہے، کیوں کہ کذب نقص ہے اور اللہ تعالیٰ ہر قسم کے نقص وعیب سے پاک ومنزہ ہے۔

اسماعیل دہلوی نے ''تقریر اعتراضات برتقویۃ الایمان'' میں پیش کردہ سوالوں کے جواب رسالہ یک روزہ میں لکھا۔دہلوی نے رسالہ یک روزہ میں کذب باری تعالیٰ کا امکان ذاتی تسلیم کیا اور امکان وقوعی کا انکار کیا۔اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مماثل ونظیر کا امکان ذاتی تسلیم کیا اور امکان وقوعی کا انکار کیا۔

مذکورہ دونوں مسئلوں میں امکان ذاتی کا قول کرنا کفر فقہی ہے، اور مذکورہ دونوں مسئلوں میں امکان وقوعی کا قول کرنا کفر کلامی ہے۔

اسماعیل دہلوی نے دونوں مسئلوں میں امکان وقوعی کا انکار کیا تھا، اس لیے دہلوی پر کفر کلامی کا حکم عائد نہیں ہوسکتا۔تقویۃ الایمان کی کسی عبارت کی توضیح وتاویل میں دہلوی کا صرف یہی ایک رسالہ(یک روزہ) ہے۔اس کے علاوہ کوئی دوسری تحریر یا تقریر نہیں ہے۔

چوں کہ یہ رسالہ ایک دن میں تحریر کیا گیا تھا، اس لیے اسماعیل دہلوی نے اس کا نام ''رسالہ یک روزہ'' رکھا۔

الرسالۃ العاشرۃ

علامہ خیر آبادی نے ''تحقیق الفتویٰ'' میں تقویۃ الایمان کی منقولہ عبارت اور رسالہ یک روزہ کے مشمولات کارد فرمایا۔
رسالہ یک روزہ کے مشمولات کارد وابطال ''تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ'' کے مقام ثانی میں ہے۔

باب کذب میں امکان وقوعی کا انکار

اسماعیل دہلوی نے کذب باری تعالیٰ کے امکان ذاتی کا قول کیا اور امکان وقوعی کا انکار کیا ہے،اسی لیے وہ کفر کلامی سے بچ گیا۔
امکان وقوعی کا قول کرنے سے قرآن مقدس کی متعدد آیات مبارکہ کا انکار مفسر ہو جاتا ہے:
مثلاً آیت مقدسہ (ومن اصدق من اللہ قیلا) کا انکار مفسر ہو جاتا ہے۔
رشید احمد گنگوہی کے دستخطی فتویٰ میں کذب باری تعالیٰ کے امکان وقوعی کا قول کیا گیا ہے،اس لیے گنگوہی پر کفر کلامی کا حکم عائد ہوا۔
اسماعیل دہلوی نے لکھا: ''قولہ: وہو محال لانہ نقص والنقص علیہ تعالیٰ محال۔ اقول: اگر مراد از محال ممتنع لذاتہ است کہ تحت قدرت الٰہیہ داخل نیست، پس لانسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد، چہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقائے آں بر ملائکہ وانبیا خارج از قدرت الٰہیہ نیست، وَاِلَّا لازم آید کہ قدرت انسانی ازید از قدرت ربانی باشد، چہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقائے آں بر مخاطبین در قدرت اکثر افراد انسانی است۔ کذب مذکور منافی حکمت اوست، پس ممتنع بالغیر است''۔ (رسالہ یک روزہ ص ۱۷)
توضیح: دہلوی نے منقولہ بالا اقتباس میں کذب باری تعالیٰ کو محال بالغیر تسلیم کیا اور جب استحالہ بالغیر کی علت دائمی ہو تو وہ محال بالغیر دائمی طور پر وجود سے عاری ہوتا ہے۔ یہاں دہلوی نے کذب کو منافی حکمت بتایا اور کذب کا منافی حکمت ہونا دائمی ہے،لہٰذا رب تعالیٰ کا کذب سے عدم اتصاف بھی دائمی ہوگا اور کذب کا وقوع نہیں ہوگا، بلکہ کذب کا وقوع دائمی طور پر محال بالغیر ہوگا۔ یہ دہلوی کے نظریہ کی تشریح ہے۔ اہل سنت وجماعت کے یہاں رب تعالیٰ کا ہر قسم کا عیب ونقص سے متصف ہونا محال بالذات ہے۔

باب نظیر میں امکان وقوعی کا انکار

اسماعیل دہلوی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مماثل ونظیر کے امکان ذاتی کا قول کیا اور امکان وقوعی کا انکار کیا،اسی لیے وہ کفر کلامی سے بچ گیا۔ امکان وقوعی تسلیم کرنے سے آیت مقدسہ (ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین: الآیہ) کا انکار مفسر ہو جاتا ہے۔
قاسم نانوتوی نے رسالہ تحذیر الناس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی جدید نبی کی آمد وبعثت کے امکان وقوعی کا قول کیا ہے،لہٰذا اس پر کفر کلامی کا حکم عائد ہوا، کیوں کہ کسی جدید نبی کی آمد کا امکان وقوعی تسلیم کر لینے سے آیت کریمہ (ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین: الآیہ) کا انکار مفسر ہو جاتا ہے۔
اسماعیل دہلوی نے لکھا: ''اقول: اگر قول بہ وقوع مثل مذکور تجویز کذب مسطور است، معاذ اللہ عن ذلک، واما قول بامکان مثل مذکور پس مستلزم امکان کذب مسطور نیست''۔ (رسالہ یک روزہ ص ۱۷-فاروقی کتب خانہ ملتان)

الرسالة العاشرة

توضیح: دہلوی نے مرقومہ بالا اقتباس میں مثل ونظیر کے وقوع کا انکار کر دیا اور محض امکان ذاتی کا قول کیا ہے۔

لفظ''روبرو''سے اشتباہ

حضرت علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ العزیز نے اپنی کتاب سیف الجبار اور دیگر کتابوں میں''روبرو'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے ،یعنی علامہ خیرآبادی نے اسماعیل دہلوی کے روبرو اسے کافر کہا۔اس سے بادی الرائے میں یہ متبادر ہوتا ہے کہ علامہ خیرآبادی نے دہلوی کے آمنے سامنے اسے کافر کہا،حالاں کہ کوئی ایسی روایت نہیں ملتی کہ علامہ خیرآبادی اور اسماعیل دہلوی کا کبھی آمنا سامنا ہوا ہو۔

بعض اہل علم کا یہ خیال ہے کہ جامع مسجد دہلی کے مباحثہ کے موقع پر مسجد میں مناظرہ کے درمیان ہی علامہ خیرآبادی نے حکم کفر دیا تھا ،حالاں کہ یہ بات بالکل غلط ہے۔علامہ خیرآبادی نے''تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ''میں دہلوی پر حکم کفر تحریر فرمایا تھا۔

۲۹: ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ کو جامع مسجد دہلی میں مناظرہ ہوا تھا۔چار ماہ بعد ۱۸: رمضان المبارک ۱۲۴۰ھ کو تحقیق الفتویٰ میں علامہ خیرآبادی نے اسماعیل دہلوی کو کافر قرار دیا۔یہاں روبرو کے لفظ سے مراد یہ ہے کہ علامہ فضل حق خیرآبادی نے اسماعیل دہلوی کی زندگی میں اسے کافر قرار دیا ہے۔

یہاں دو باتیں قابل غور ہیں۔پہلی بات یہ کہ جب کفر کا حکم عائد ہوا تھا،اس وقت اسماعیل دہلوی،دہلی میں موجود تھا یا نہیں؟

یہ ایک اہم سوال ہے،کیوں کہ اسی سال دہلوی حج کو گیا تھا،اور اس زمانے میں پانی جہاز سے لوگ حج کو جاتے تھے،اور کئی مہینے پہلے ہی حج کے لیے روانہ ہو جاتے تھے۔اندازہ یہی ہے کہ رجب یا شعبان میں ہی حج کو روانگی ہوتی ہوگی۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب کسی لفظ کا حقیقی معنی مراد لینے کی گنجائش نہ ہو تو مجازی معنی مراد لیا جاتا ہے۔

جب یہاں لفظ''روبرو'' کا حقیقی معنی مراد لینا مشکل ہو گیا تو پھر مجازی معنی مراد لینا ہوگا۔

بعض اہل علم کا یہ قول کہ جامع مسجد دہلی کے مناظرہ میں اسماعیل دہلوی نے اپنے قول کی نہ تاویل کی،نہ ہی سوالوں کا صحیح جواب دیا، پس اس کا سکوت اس پر دلیل ہے کہ تقویۃ الایمان کی قابل اعتراض عبارتوں کا ظاہری مفہوم ہی اسماعیل دہلوی کی مراد ہے،پس جب ظاہری مفہوم کا مراد ہونا متعین ہو گیا تو اس پر کفر کلامی کا حکم ہوگا،اس لیے کہ یہ التزام کفر ہے۔

حالاں کہ گزشتہ تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ معاملہ ویسا نہیں ہے،جیسا کہ بعض اہل علم نے فرمایا،کیوں کہ جامع مسجد کے مناظرہ میں تقویۃ الایمان کی عبارتوں پر مباحثہ نہیں ہوا تھا،بلکہ بدعت سے متعلق چودہ سوالات تھے،انہی امور پر مباحثہ ہوا۔

اسی طرح یہ معاملہ بھی قابل غور ہے کہ سکوت سے کفر کلامی ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟

سکوت متکلمین کے یہاں بیان کی منزل میں ہے یا نہیں؟ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ صفحات میں تفصیل مرقوم ہوگی۔

علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ العزیز کی وہ عبارت مندرجہ ذیل ہے،جس میں روبرو کا لفظ مندرج ہے۔

الرسالة العاشرة

’’کتاب التوحید نجدیہ کی مراد آباد میں کہ وہاں پہلے سے کسی قدر اس مذہب کی گفتگو تھی ، ہاتھ لگی۔اس مذہب کو پسند کیا اور تقویۃ الایمان تصنیف کی۔گویا اسی کتاب التوحید کی شرح ہے۔اس دین کی بڑی شہرت ہوئی اور عوام الناس بہت اس بلا میں پھنسے۔تو ہین وتحقیر انبیا واولیا کی ، اور تکفیر تمام امت سلف وخلف کی خوب جاری ہوئی۔دیندار اہل علم جہاں تھے۔ان کے فیض صحبت سے جو بچا، سو بچا، ورنہ اول وہلہ میں اکثروں کو اس طرف میل آ گیا، بسبب شہرت ان کے خاندان کے اور ناواقفی کے فن سیرت وحدیث سے۔

جب نوبت دہلی پہنچی۔ہزاروں ہزار آدمی کہ شاگرد اور مرید لکھنے والے، صحبت یافتہ شاہ عبدالعزیز اور مولوی رفیع الدین صاحب کے اور علم میں ان سے زائد لوگ موجود تھے، مولوی اسماعیل صاحب اور مولوی عبدالحئی صاحب سے دست وگریباں ہوئے ، اور خواص نے فہمائش کی کہ اس سفر میں یہ نیا دین کیسا نکال لائے کہ اس کی رو سے تمہارے استادوں سے لے کر صحابہ تک کوئی کفر وشرک سے نہیں بچتا، اور قبل اس سفر کے تم بھی اسی طریقہ پر تھے، اور ویسا ہی وعظ کہتے تھے اور فتویٰ لکھتے تھے، جس کو اب شرک کہتے ہو۔یہ دین میں فساد ڈالنا اور قرآن وحدیث میں تحریف کرنا اور خلائق کو گمراہ کرنا بہت برا ہے۔

ہر چند نصیحت کی، کچھ سودمند نہ ہوئی۔ناچار ہوکر سب نے انکار وابطال کیا۔مولوی مخصوص اللہ اور مولوی موسیٰ صاحب، مولوی رفیع الدین صاحب کے صاحبزادوں نے فتویٰ اور رسالے ان کے رد میں لکھے، نوبت تکفیر تک پہنچائی۔مولوی فضل حق صاحب خیرآبادی جزاہ اللہ خیراً کہ علم وفضل میں مولوی اسماعیل وغیرہ کو ان سے کچھ نسبت نہیں۔علوم عقلیہ ونقلیہ اپنے والد ماجد سے جو یگانہ عصر تھے، حاصل کیے۔ہر طرح مولوی اسماعیل کے روبروان کا ردوابطال کیا اور تکفیر کی نوبت تحریر میں آئی۔مسئلہ شفاعت میں مولوی اسماعیل نے حرکت مذبوحی کچھ جواب میں کی۔آخر کو عاجز وساکت ہو گئے، اور تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ کمال شرح وبسط سے مولوی فضل حق صاحب نے لکھا۔

اجمال اس کا یہ ہے کہ مستفتی نے عبارت تقویۃ الایمان کی جو شفاعت میں ہے، سب نقل کر کے سوال کیا کہ یہ کلام حق ہے یا باطل؟ اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استخفاف پر شامل ہے یا نہیں؟ اور شرعاً اس کے قائل کا کیا حکم ہے؟ تفصیل جواب کی چار مقام میں مولوی فضل حق صاحب نے بیان کی۔پہلا مقام شفاعت کی حقیقت اور اس کے اقسام کے بیان میں، دوسرا مقام کلمہ لاطائل کے بیان میں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں مولوی اسماعیل کی زبان سے سرزد ہوا، تیسرا مقام ثابت کرنے میں اس کے کہ وہ کلام آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استخفاف شان پر دلالت کرتا ہے، چوتھا مقام اس کے حکم میں اور چاروں مقاموں کو آیات واحادیث واقوال ائمہ دین سے جیسا چاہئے، مفصل اور شرح بیان کر کے آخر میں لکھا............‘‘۔(حکم وفتویٰ درج ہے)(سیف الجبارص ۵۸، ۵۹)

واضح رہے کہ مذکورہ بالا عبارت کا تعلق نجدی کی کتاب التوحید اور اسماعیل دہلوی کی تقویۃ الایمان سے ہے۔مناظرۂ جامع مسجد دہلی کا تذکرہ دوسری جگہ پر ہے۔یہ عبارت ماقبل میں نقل کی جا چکی ہے۔

مذکورہ بالا عبارت میں یہ دو جملے قابل غور ہیں:

(۱) ہر طرح مولوی اسماعیل کے روبروان کا ردوابطال کیا (۲) تکفیر کی نوبت تحریر میں آئی۔

الرسالة العاشرة

اس کے بعد علامہ بدایونی نے اس اجمال کی تفصیل تحریر فرمائی ،جس میں تفصیل کے ساتھ رقم فرمایا کہ کسی سائل نے شفاعت سے متعلق تقویۃ الایمان کی عبارت کونقل کر کے مذکورہ بالا تین سوال کیا۔جواب میں علامہ فضل حق خیرآبادی نے تحقیق الفتویٰ تحریر فرمائی ،جس میں اسماعیل دہلوی کوکافرقرار دیا گیا۔اس عبارت میں کہیں بھی یہ ذکرنہیں کہ جامع مسجد کے مناظرہ میں کفر کافتویٰ دیا، بلکہ علامہ بدایونی نے صریح لفظوں میں رقم فرمایا کہ((تکفیر کی نوبت تحریر میں آئی))اور جامع مسجد کا مناظرہ تحریری نہیں تھا، بلکہ تقریری تھا۔اس میں اگرکفر کا فتویٰ دیا جاتا تو تقریری طور پرفتویٰ کفر جاری ہوتا، پھر جب اس اجمال کی تفصیل خودعلامہ بدایونی نے تحریرفرمادی،اور یہ بیان فرمادیا کہ علامہ خیرآبادی نے تحقیق الفتویٰ میں حکم کفر جاری فرمایا تو مناظرۂ جامع مسجد میں کافرقرار دینے کاشبہہ خودبخود ختم ہوگیا۔

علامہ بدایونی کے جملہ((مسئلہ شفاعت میں مولوی اسماعیل نے حرکت مذبوحی کچھ جواب میں کی ۔آخرکوعاجز وساکت ہوگئے)) کامفہوم یہ ہے کہ جب علامہ خیرآبادی سے سائل نے تقویۃ الایمان کی بحث شفاعت کی عبارت کے بارے میں سوال کیا تو علامہ خیرآبادی نے تحقیق الفتویٰ سے قبل ''تقریر اعتراضات برتقویۃ الایمان''تحریرفرمائی ،جس میں اس عبارت پر چندسوالات قائم فرمائے ۔اسماعیل دہلوی نے ان سوالوں کا جواب''رسالہ یک روزہ''میں دیا۔

اس کے بعدعلامہ خیرآبادی نے تفصیل کے ساتھ تحقیق الفتویٰ میں اسماعیل دہلوی پرحکم کفر عائدفرمایا۔تحقیق الفتویٰ میں رسالہ یک روزہ کی عبارتوں کا بھی جواب رقم فرمایااورتقویۃ الایمان کی عبارتوں کاحکم بھی بیان فرمایا۔

علامہ بدایونی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:((مسئلہ شفاعت میں مولوی اسماعیل نے حرکت مذبوحی کچھ جواب میں کی))اس سے مراداسماعیل دہلوی کا رسالہ یک روزہ ہے،جس میں دہلوی نے علامہ خیرآبادی کے سوالوں کے جواب کی کوشش کی ۔

علامہ بدایونی کے جملہ((آخرکوعاجزوساکت ہوگئے)) کی تشریح یہ ہے کہ تحقیق الفتویٰ میں حکم کفر عائد ہونے کے بعد اسماعیل دہلوی ساکت وخاموش ہوگیا۔کوئی جواب نہیں دیا۔جواب نہ دینے کی اصل وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ دہلوی حج سے واپسی کے بعد جہاد کو جانا چاہتا تھا۔جواب دینے سے مزید معاملہ کوبگڑتا دیکھ کراس نے خموشی اختیار کی ۔اگرسوال وجواب کا سلسلہ جاری رہتا تو دہلوی کی گمرہی کا مزیدظہور ہوجاتا۔اس نے خموشی میں عافیت سمجھی ،تا کہ جہاد کے لیےلوگوں کوجمع کر سکے ۔یہی حال اکابر دیوبند کا تھا کہ وہ بحث ومناظرہ سے کتراتے رہے، کیوں کہ بحث ومناظرہ سے ان لوگوں کی گمرہی مزید آشکاراہوجاتی اورعوام الناس کا طبقہ ان سے متنفرہوجاتا۔

تکفیر دہلوی کے اسباب: منزل بہ منزل

(۱)اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں درج ذیل عبارت لکھی:

''اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہےتو کروڑوں نبی اورولی اورجن وفرشتہ، جبریل اورمحمدصلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کرڈالے''۔(تقویۃ الایمان ص ۳۵)

الرسالة العاشرة

(۲) کسی سائل نے تقویۃ الایمان کی بحث شفاعت کی قابل اعتراض عبارت کونقل کر کے علامہ فضل حق خیرآبادی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں تین سوال کیے۔

(۳) علامہ خیرآبادی نے تحقیقی جواب سے قبل ''تقریر اعتراضات برتقویۃ الایمان'' رقم فرمائی، جس میں علامہ خیرآبادی نے تقویۃ الایمان کی مذکورہ بالاعبارت پر سوالات قائم فرمائے۔ مذکورہ بالاعبارت کو دہلوی نے شفاعت بالوجاہت کے رد میں لکھا تھا۔

علامہ فضل حق خیرآبادی نے اس عبارت پر سوال قائم کرتے ہوئے رقم فرمایا کہ اس عبارت سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مماثل ونظیر کا امکان ثابت ہوتا ہے، اور امکان نظیر سے امکان کذب باری تعالیٰ ثابت ہوتا ہے، اور کذب نقص ہے اور نقص وعیب رب تعالیٰ کے لیے محال بالذات ہے۔

(۴) اسماعیل دہلوی نے ''تقریر اعتراضات برتقویۃ الایمان'' کے سوالوں کے جواب میں رسالہ یک روزہ لکھا۔ اس میں دہلوی نے امکان نظیر اور امکان کذب کو ثابت مانا۔ امکان ذاتی کو تسلیم کیا اور امکان وقوعی کا انکار کیا۔ علامہ فضل رسول بدایونی نے رسالہ یک روزہ لکھنے کو حرکت مذبوحی سے تعبیر فرمایا۔

علامہ بدایونی نے رقم فرمایا: ''مولوی فضل حق صاحب خیرآبادی جزاہ اللہ خیراً کہ علم وفضل میں مولوی اسماعیل وغیرہ کو ان سے کچھ نسبت نہیں۔ علوم عقلیہ ونقلیہ اپنے والد ماجد سے جو یگانہ عصر تھے، حاصل کیے۔ ہر طرح مولوی اسماعیل کے روبرو ان کا رد وابطال کیا اور تکفیر کی نوبت تحریر میں آئی۔ مسئلہ شفاعت میں مولوی اسماعیل نے حرکت مذبوحی کچھ جواب میں کی۔ آخر کو عاجز وساکت ہو گئے، اور تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ کمال شرح وبسط سے مولوی فضل حق صاحب نے لکھا''۔ (سیف الجبار ص ۵۸، ۵۹)

(۵) جب علامہ خیرآبادی نے رسالہ یک روزہ دیکھ کر یہ سمجھ لیا کہ دہلوی اپنے قول سے رجوع کرنے والا نہیں ہے، بلکہ دہلوی نے رسالہ یک روزہ میں امکان کذب اور امکان کذب کو بھی تسلیم کر لیا، تب آپ نے حکم شرعی بیان فرما دیا۔ علامہ خیرآبادی کے حکم کفر جاری کرنے سے قبل دہلی جامع مسجد میں مناظرہ ہوا۔ اس کا مقصد بھی اصلاح احوال تھا، پھر متعدد اکابر علمائے کرام نے خصوصی طور پر اسماعیل دہلوی کی فہمائش کی۔ ان میں مفتی صدرالدین آزردہ اور علامہ رشیدالدین خاں سرفہرست ہیں۔

علامہ بدایونی نے تحریر فرمایا: ''شفاعت کے بیان میں جو کچھ اسماعیل دہلوی نے لکھا۔ علمائے وقت نے ان کے روبرو ان کا رد کیا۔ مولانا فضل حق خیرآبادی جزاہ اللہ خیراً نے تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ نام سے شرح وبسط سے کتاب لکھی، اور اسماعیل دہلوی کی تکفیر ثابت کی، اور علمائے دیندار کی اس پر مہریں ہوئیں اور ان سے اس کا کوئی جواب نہ بن پڑا۔ جس کو چاہیے، بالتفصیل وہاں دیکھ لے''۔

(الفوز المبین بشفاعۃ الشافعین ص ۲۹۱ - رضا اکیڈمی ممبئی)

علامہ بدایونی نے رقم فرمایا: ''ہر چند نصیحت کی، کچھ سود مند نہ ہوئی۔ ناچار ہو کر سب نے انکار وابطال کیا۔ مولوی مخصوص اللہ اور مولوی موسیٰ صاحب، مولوی رفیع الدین صاحب کے صاحبزادوں نے فتویٰ اور رسالے ان کے رد میں لکھے، نوبت تکفیر تک پہنچائی۔ مولوی

الرسالۃ العاشرۃ

فضل حق صاحب خیرآبادی جزاہ اللہ خیراً کہ علم وفضل میں مولوی اسماعیل وغیرہ کو ان سے کچھ نسبت نہیں۔علوم عقلیہ ونقلیہ اپنے والد ماجد سے جو یگانہ عصر تھے،حاصل کیے۔ ہرطرح مولوی اسماعیل کے روبروان کا ردوابطال کیا اور تکفیر کی نوبت تحریر میں آئی۔مسئلہ شفاعت میں مولوی اسماعیل نے حرکت مذبوحی کچھ جواب میں کی۔آخر کو عاجز وساکت ہو گئے،اور تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ کمال شرح وبسط سے مولوی فضل حق صاحب نے لکھا''۔(سیف الجبار ص ۵۸،۵۹)

مذکورہ بالاعبارتوں سے واضح ہو گیا کہ اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں شفاعت سے متعلق جو جدید نظریہ پیش کیا تھا،علمائے اہل سنت نے اس جدید نظریہ کا ردوابطال کیا۔یہ تحریری رد تھا۔اس موضوع پرآمنے سامنے بیٹھ کر کوئی مناظرہ یا بالمشافہہ گفتگو نہیں ہوئی تھی۔

دہلی جامع مسجد میں بدعت سے متعلق چودہ سوالات پر گفتگو ہوئی تھی۔یہ سوالات اسماعیل دہلوی اور اس کے ہمنوا عبدالحئ بڈھانوی کے وعظ کی روشنی میں تیار کیے گئے تھے۔یہ دونوں اپنے وعظ میں معمولات اہل سنت وجماعت کو شرک وبدعت کہا کرتے تھے۔

دراصل معمولات اہل سنت کو شرک وبدعت قرار دینا نجدی مذہب کی پیداوار ہے۔اسماعیل دہلوی نجدی کی کتاب التوحید سے متاثر تھا اور اسی کا نتیجہ تھا کہ یہ دونوں معمولات اہل سنت وجماعت کو شرک وبدعت کہنے لگے تھے۔

تقویۃ الایمان کی اس وقت نہ اشاعت ہوئی تھی،نہ علما کو اس کتاب کی عبارتوں پر اطلاع تھی،پھر اس کتاب کی عبارت پر بحث ومناظرہ کی کوئی صورت ہی نہیں۔

(۶)ایک آدمی نے مسئلہ شفاعت میں اسماعیل دہلوی کی تائید میں ایک کتاب''تنبیہ الغافلین''لکھی۔اس میں دہلوی کی تائید میں شیخ سعدی شیرازی کی بوستاں سے ایک شعر نقل کیا،پس علامہ فضل رسول بدایونی نے اس کی تردید میں تحریر فرمایا:

''وہ گستاخیاں اور بےادبیاں جو حضرات انبیا علیہم السلام کی شان میں اسماعیل دہلوی صاحب سے ہوئیں،جن کے باعث مولوی فضل حق خیرآبادی نے تحقیق الفتویٰ میں اسماعیل دہلوی کے روبرو اس کی تکفیر کی اور ان سے کچھ جواب نہ بن پڑا،ویسی گستاخیاں اور بےادبیاں شیخ سعدی کے کلام میں کہاں؟اے صاحب تنبیہ الغافلین!تمہارے لکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم نے اسماعیل دہلوی کے مخالفین کی تحریریں دیکھیں ہیں۔اس صورت میں اگر مخالفین کی دلیلیں ناحق وباطل تھیں تو اس کا جواب لکھتے،تاکہ مخالفین کو ہدایت ہوتی۔اس گالی گلوچ سے کیا حاصل؟اور اگر وہ دلیلیں حق اور لاجواب تھیں تو اتنا کہہ دیتے کہ اسماعیل صاحب،نبی معصوم یا فرشتہ نہ تھے،خطا ہو گئی۔خیر یہ بھی نہ کہتے تو کم ازکم سکوت کرتے جیسا کہ اسماعیل صاحب نے کیا تھا اور مخالفین کی تحریر وتقریر کا کچھ ذکر زبان پر نہ لاتے''۔

(الفوز المبین بشفاعۃ الشافعین ص ۳۱۸-رضا اکیڈمی ممبئی)

مذکورہ بالا توضیحات سے ظاہر ہو گیا کہ اسماعیل دہلوی نے تحقیق الفتویٰ میں تکفیر کے بعد خموشی اختیار کر لی تھی۔تکفیر سے قبل اسماعیل دہلوی نے مسئلہ شفاعت کی متنازعہ عبارت کی توضیح میں مسئلہ امکان نظیر اور مسئلہ امکان کذب کا نظریہ اپنے رسالہ یک روزہ میں لکھا تھا۔

حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی تنقیص وتوہین تقویۃ الایمان میں کی گئی تھی۔یہ تنقیص بطریق نص تھی،بطریق مفسر

نہیں۔ایسی صورت میں اسماعیل دہلوی پر کفر کلامی کا حکم عائد نہیں ہوسکتا۔اسی طرح امکان نظیر کے باب میں اسماعیل دہلوی نے امکان وقوعی کا انکار اور محض امکان ذاتی وامکان عقلی کو ثابت مانا۔یہ بھی کفر فقہی ہے۔امکان کذب کے باب میں بھی اسماعیل دہلوی نے امکان ذاتی وامکان عقلی کا اقرار کیا اور امکان وقوعی کا انکار کیا۔ایسی صورت میں کفر فقہی کا ثبوت ہوگا،کفر کلامی ثابت نہیں ہوگا۔

دہلوی کی تکفیر کلامی کی کوئی صورت نہیں

تحقیق الفتویٰ میں تقویۃ الایمان کی بحث شفاعت کی عبارتوں اور رسالہ یک روزہ کی عبارتوں پر بحث ہوئی ہے۔ان عبارتوں پر کفر کلامی کا حکم عائد نہیں ہوسکتا۔تحقیق الفتویٰ کے باب دوم وباب سوم کے مباحث کو دیکھا جائے۔دہلوی کی تصانیف میں مزید تین سخت عبارتیں ہیں۔ان عبارتوں پر تحقیق الفتویٰ میں بحث نہیں ہے۔شاید یہ عبارتیں علامہ خیرآبادی کو موصول نہ ہوئیں،کیوں کہ اس وقت تقویۃ الایمان کی اشاعت نہیں ہوئی تھی۔یہ بھی ممکن ہے کہ علامہ خیرآبادی نے سائل کی نقل کردہ عبارتوں پر اکتفا فرمایا۔

اسماعیل دہلوی کی مزید تین سخت عبارتیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)''یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا،وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے''۔

(تقویۃ الایمان ص۱۹)

(۲)''سب انبیا اور اولیا اللہ کے سامنے ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں''۔(تقویۃ الایمان ص۲۷)

(۳)''از وسوسہ زنا خیال مجامعت زوجہ خود بہتر است وصرف ہمت بسوئے شیخ وامثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند،بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق درصوت گاؤ وخر خود است کہ خیال آں باتعظیم واجلال بسویدائے دل انسان می چسپد بخلاف خیال گاؤ وخر کہ نہ آں قدر چسپیدگی می بود ونہ تعظیم،بلکہ مہان ومحقر می بود،واین تعظیم واجلال غیر کہ درنماز ملحوظ ومقصود می شود۔بشرک می کشد۔بالجملہ منظور بیان تفاوتِ مراتبِ وساوس است''۔(صراط مستقیم ص۸۶-مکتبہ سلفیہ لاہور)

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم::والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم::وآلہ العظیم

☆☆☆☆☆

باب سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم::الحمد رب العٰلمین::والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سید المرسلین::وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

باب سوم میں پانچ فصل ہے۔فصل اول میں علامہ فضل حق خیرآبادی اورامام احمد رضا قادری کے فتویٰ اور تکفیر دہلوی میں من شک :الخ کے استعمال کی توضیح ہے۔فصل دوم میں قاعدہ کلیہ:من فی کفرہ فقد کفرکی توضیح ،الموت الاحمر کی عبارت کی تشریح،نسیم الریاض کی عبارت کی توضیح،مختلف فیہ کفرفقہی میں من شک :الخ کے استعمال کا حکم اورغیرضروریات دین میں استخفاف وکفرکی صورتوں کا بیان ہے۔

فصل سوم میں بدعتی کے قتل کا حکم ،کافرفقہی کے قتل کا حکم اورمسئلہ تکفیر میں قاضی ومفتی کے حکم کا بیان ہے۔فصل چہارم میں اسماعیل دہلوی کے دوسکوت کا بیان ہے،اورسکوت سے متعلق شرعی احکام کاتفصیلی بیان ہے۔فصل پنجم میں حضرت علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ القوی کی کتاب سیف الجبار پرکلام ہے۔

فصل اول

علامہ خیرآبادی وامام احمد رضا قادری کے فتویٰ میں اختلاف نہیں

سوال: حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی قدس سرہ العزیز نے اسماعیل دہلوی کی تکفیر کی تھی،لیکن امام احمد رضا قادری نے اس تکفیر کوتسلیم نہیں کیا تو اس اعتبار سے امام احمد رضا پر کیا حکم عائد ہوتا ہے؟

جواب: علامہ فضل حق خیرآبادی قدس سرہ العزیز نے اسماعیل دہلوی پر کفرفقہی کا فتویٰ دیا تھا اورامام احمد رضا قادری نے بھی اس کفرفقہی کو اپنی کتاب الکوکبۃ الشہابیہ،سل السیوف الہندیہ ودیگر فتاویٰ ورسائل میں تسلیم کیا ہے۔علامہ خیرآبادی نے کفرکلامی کا فتویٰ نہیں دیا اورامام احمد رضا نے بھی کفرکلامی کا فتویٰ جاری نہیں فرمایا۔اب ان دونوں محققین اسلام کے درمیان اختلاف کہاں رہا؟

متکلمین کفرفقہی کو اپنی اصطلاح میں ضلالت وگمرہی سے تعبیر کرتے ہیں اوراگرکفرکہتے ہیں تواس کی نسبت فقہا کی جانب کرتے ہیں،مثلاً کہتے ہیں کہ بحکم فقہا کافر ہے۔یہ فقہا ومتکلمین کے مابین اصطلاح کا فرق ہے۔

کفرکلامی کو دونوں فریق لفظ کفرہی سے تعبیر کرتے ہیں۔

چوں کہ امام احمد رضا مسئلہ تکفیر میں مذہب متکلمین پر تھے،اس لیے وہ متکلمین کی اصطلاح کے اعتبار سے دہلوی پر لفظ کافر کا مطلقاً اطلاق نہیں کرتے۔امام احمد رضا نے الملفوظ یا دیگر مقامات پر جہاں دہلوی کی تکفیر سے احترازفرمایا تو اسی اصطلاح متکلمین کے اعتبار سے

احتراز فرمایا۔ الکوکبۃ الشہابیہ، سل السیوف الہندیہ یا کسی اور مقام پر دہلوی کو کافر فرمایا تو وہاں عموماً صراحت فرمادی کہ بحکم فقہا کافر ہے۔

دہلوی کی تکفیر فقہی میں من شک: الخ کا استعمال

حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز نے اسماعیل دہلوی کی تکفیر فقہی کو تفصیل کے ساتھ ((الموت الاحمر)) میں بیان فرمادیا ہے۔

(الف) شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان نے تحریر فرمایا: ''ظاہر ہے کہ یہ روایتیں علامہ فضل حق خیر آبادی اوران کے ہم عصر علما کو بھی پہنچی ہوں گی، مگر ان روایتوں کو قبول نہ کرتے ہوئے انہوں نے مذہب فقہا پر حکم کفر جاری فرمادیا۔

اب رہا سوال یہ کہ علمائے متقدمین نے اسماعیل دہلوی پر حکم کفر لگانے کے بعد وہی عبارت لکھی، جو اعلیٰ حضرت اور علمائے حرمین طیبین نے علمائے دیوبند کی تکفیر کے بعد تحریر فرمائی، یعنی ((من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر)) اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے شبہہ کی بنیاد پر ہی اس کو کافر نہیں کہا تو اعلیٰ حضرت علمائے متقدمین کے نزدیک کافر ہوں گے یا نہیں؟

تو اس سلسلے میں یہ جاننا چاہیئے کہ یہ حکم اس پر لاگو ہوگا جس کے نزدیک کوئی ضعیف سے ضعیف احتمال بھی نہ ہو۔ اگر یہ مانا جائے تو بہت سے مسائل ایسے ہیں جن میں جمہور فقہا اور متکلمین کے درمیان تکفیر کے بارے میں اختلاف رہتا ہے۔ ایک گروہ کافر کہتا ہے اور دوسرا گروہ مسلمان جانتا ہے، یا کف لسان کرتا ہے تو کیا جمہور فقہا، متکلمین کو تکفیر نہ کرنے کی وجہ سے یا کفر میں شک کرنے کی وجہ سے کافر جانتے ہیں، یا متکلمین کے نزدیک جو مسلمان ہے، اس کو کافر جاننے کی وجہ سے متکلمین، جمہور فقہا کو کافر جانتے ہیں؟ ایسا ہرگز نہیں۔ حالاں کہ جمہور فقہا جس کو کافر کہتے ہیں، وہ بھی ان کے نزدیک قطعی کافر ہی ہوتا ہے، اسی لیے وہ بھی ((من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر)) اور اس جیسی عبارت تحریر فرماتے ہیں''۔ (مقالات شارح بخاری جلد دوم ص ۶۴ - دائرۃ البرکات گھوسی)

(ب) حضرت شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی (۱۹۲۱ء-۲۰۰۰ء) نے رقم فرمایا:

''اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ شیخین کو گالی دینے کی وجہ سے رافضیوں کو کافر کہتے ہیں، وہ مذہب فقہا پر حکم کفر صادر فرماتے ہیں، مگر پھر بھی فقہائے کرام نے ایسے لوگوں پر حکم صادر فرمانے کے بعد ''من شک الخ'' جیسی عبارت، بلکہ کہیں اس سے بھی سخت عبارت تحریر فرمائی ہے''۔ (مقالات شارح بخاری جلد دوم ص ۶۵ - دائرۃ البرکات گھوسی)

(ج) حضرت شارح بخاری نے فتاویٰ رضویہ (جلد ششم ص ۳۷ - رضا اکیڈمی ممبئی) کی عبارت نقل کرنے کے بعد رقم فرمایا: ''ان عبارتوں میں رافضیوں کی تکفیر کی تین وجہیں بتائی گئیں۔ دین کو ہلکا جاننا، علم وعلما کی توہین کرنا اور شیخین کو گالی دینا اور یہ بتایا کہ ان میں سے جس کے اندر کوئی وجہ پائی جائے گی تو وہ کافر ہوگا، اور ایسا کافر کہ جو اس کے کفر والحاد میں شک کرے، وہ بھی اسی کی طرح کافر ہوگا۔

اہل علم جانتے ہیں کہ شیخین کو گالی دینے کی بنیاد پر متکلمین اور فقہائے محققین رافضیوں کو کافر نہیں کہتے تو کیا علمائے متکلمین ان حضرات کے نزدیک کافر ہیں، جنہوں نے رافضیوں کے کفر والحاد میں شک کرنے والے کو کافر کہا ہے، یا متکلمین کے نزدیک کافر کہنے

والے فقہا کافر ہیں؟ایسا ہرگز نہیں ہے،لہٰذا مجدد اعظم قدس سرہ مذہب متکلمین پر اسماعیل دہلوی کی تکفیر سے احتیاطاً کف لسان کرنے کی وجہ سے ہرگز کافر نہیں ہوں گے''۔(مقالات شارح بخاری جلد دوم ص ۶۵، ۶۶- دائرۃ البرکات گھوسی)

فصل دوم

''من شک فی کفرہ فقد کفر'' کی توضیح

سوال: علامہ فضل حق خیر آبادی قدس سرہ العزیز نے تحقیق الفتویٰ کے خلاصہ فتویٰ میں تحریر فرمایا کہ جو اس قائل کے کفر میں شک کرے تو وہ بھی کافر ہے۔ یہ کلیہ((من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر)) کفر کلامی میں استعمال کیا جاتا ہے؟یا کفر فقہی میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے؟

جواب: تکفیر فقہی کے وقت بھی اس اصول کا استعمال کیا گیا ہے۔کافر فقہی کے لیے مرتد کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ نے رافضیوں کو بحکم فقہا کافر ومرتد قرار دیا اور حوالہ کے طور پر جو عبارتیں تحریر فرمائی ہیں،ان میں یہ مفہوم مذکور ہے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے،وہ بھی کافر ہے۔بعض عبارتیں منقولہ ذیل ہیں۔یہ رافضی تبرائی کا حکم ہے،تمام روافض کا نہیں۔

(۱)''جواب سوال دوم:بلاشبہہ رافضی تبرائی بحکم فقہائے کرام مطلقا کافر مرتد ہے۔اس مسئلہ کی تحقیق وتفصیل کو ہمارا رسالہ''رد الرفضۃ''بحمداللہ کافی ووافی۔یہاں دو چار سندوں پر اقتصار''۔(فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۳۶-رضا اکیڈمی ممبئ)

امام احمد رضا قادری کی نقل کردہ بعض حوالہ جاتی عبارتیں مرقومہ ذیل ہیں:

(۲)''عقود الدریہ طبع مصر جلد اول ص۹۲:دربارۂ روافض:**اعلم اسعدک اللّٰہ تعالٰی ان ھؤلاء الکفرۃ جمعوا بین اصناف الکفر ومن توقف فی کفرھم والحادھم فھو کافر مثلھم**''۔(فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۳۷-رضا اکیڈمی ممبئ)

(۳)''**اجمع علماء الاعصار علٰی ان من شک فی کفرھم کان کافرا**''۔

(بحوالہ:عقود الدریہ طبع مصر جلد اول ص ۹۳)(فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۳۷-رضا اکیڈمی ممبئ)

(۴)امام احمد رضا نے رسالہ رد الرفضہ میں تبرائی رافضی کو بحکم فقہا کافر قرار دینے کے بعد تحریر فرمایا:

''یہ حکم فقہی مطلق تبرائی رافضیوں کا ہے،اگرچہ تبرا وانکار خلافت شیخین کے رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سوا ضروریات دین کا انکار نہ کرتے ہوں:والاحوط فیہ قول المتکلمین انھم ضلال من کلاب النار،لاکفار وبہ ناخذ-اور روافض زمانہ تو ہرگز صرف تبرائی نہیں،بلکہ یہ تبرائی علی العموم منکران ضروریات دین اور باجماع مسلمین یقیناً قطعاً کفار مرتدین ہیں،یہاں تک کہ علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ جو انہیں کافر نہ جانے،وہ خود کافر ہے۔بہت عقائد کفریہ کے علاوہ دو کفر صریح میں ان کے عالم جاہل،مرد،عورت،چھوٹے،بڑے سب بالاتفاق گرفتار

ہیں‘‘۔(رسالہ ردالرفضہ ص۲۵۹-فتاویٰ رضویہ مترجم جلد۱۴:جامعہ نظامیہ لاہور)

مذکورہ بالا عبارتوں میں کافر فقہی وکافر کلامی دونوں کے لیے (من شک فی کفرہ فقد کفر) کا اصول استعمال کیا گیا۔(۲)اور(۳) میں کافر فقہی کے لیے(من شک:الخ) کا استعمال ہے اور(۴) میں کافر کلامی کے لیے(من شک:الخ) کا استعمال وارد ہے۔

واضح رہے کہ متکلمین کفر فقہی کا مطلقاً انکار نہیں کرتے ہیں، بلکہ وہ اپنی اصطلاح کے اعتبار سے بعض صورتوں میں کفر فقہی کو ضلالت وگمرہی سے تعبیر کرتے ہیں۔کفر لزومی فقہی کی بعض صورتیں خود فقہا کے مابین بھی مختلف فیہ ہیں۔اسی طرح کفر لزومی فقہی کی بعض صورتوں میں متکلمین کے یہاں ضلالت وگمرہی بھی ثابت نہیں ہوتی،بعض صورتوں میں متکلمین صرف آثم وخاطی کہتے ہیں۔

کافر کلامی کو کافر نہ ماننے والا کافر کلامی ہے۔کافر کلامی فقہا کے یہاں بدرجہ اولیٰ کافر ہوگا۔

اگر متفق علیہ کافر فقہی کے کافر فقہی ہونے کا انکار کیا جائے تو منکر کافر فقہی ہوگا۔متکلمین کافر فقہی کے کافر فقہی ہونے کا انکار نہیں کرتے ، بلکہ اسے تسلیم کرتے ہیں،لیکن متکلمین اپنی اصطلاح کے اعتبار سے اس کو کافر کی بجائے ضال وگمراہ کہتے ہیں،اور کفر فقہی کو ضلالت وگمرہی سے تعبیر کرتے ہیں،پس یہ محض اصطلاح وتعبیر کا فرق ہے۔

دہلوی کی تکفیر فقہی پر سب سے قوی شبہہ علامہ خیرآبادی قدس سرہ العزیز کے الفاظ(من شک فی کفرہ:الخ) کے سبب کیا جاتا ہے۔

امام احمد رضا قادری نے تبرائی روافض کے بارے میں تحریر فرمایا کہ وہ بحکم فقہا کافر ومرتد ہیں اور پھر علامہ شامی کی ((عقود الدریہ)) سے چند عبارتیں بطور دلیل پیش کی ہیں۔یہ بات ظاہر ہے کہ جب دعویٰ ہے کہ تبرائی روافض کافر فقہی ہیں تو دلیل میں جو پیش کیا جارہا ہے،اس سے کفر فقہی کا ثبوت ہوگا۔اگر ان عبارتوں سے کفر کلامی ثابت ہوتا ہے تو پھر اعلیٰ حضرت جیسے مدقق ومحقق سے یہ بعید ہے کہ دعویٰ کفر فقہی کا کریں اور دلیل میں کفر کلامی کو ثابت کرنے والی عبارتیں پیش کریں۔

سوال: عقود الدریہ میں(من شک فی کفرہ:الخ)اور اس جیسی عبارت جن لوگوں کے حق میں استعمال ہوئی ہیں،وہاں صرف سب شیخین کا ذکر نہیں، بلکہ ان امور کا ذکر بھی ہے،جن سے کفر کلامی ثابت ہوتا ہے،مثلاً استخفاف بالدین،یا بعض ضروریات دین کا انکار، وغیرہ امور۔اب جب کہ استخفاف بالدین یا ضروریات دین کے انکار کے سبب کفر کلامی کا ثبوت ہوتا ہے تو یہ تبرائی روافض کافر کلامی ہوں گے،یا پھر(من شک:الخ) کا استعمال ان روافض کے حق میں ہوگا جو کافر کلامی ہیں،جیسے روافض عہد حاضر؟

جواب: جب ضروریات دین کا انکار یا استخفاف بالدین بطریق لزوم ثابت ہو تو فقہا کفر فقہی کا حکم جاری کردیں گے،لیکن متکلمین ضروریات دین کے لزومی انکار کے وقت کفر کلامی کا حکم جاری نہیں کریں گے۔

لزوم کفر کی متعدد صورتوں میں متکلمین حکم ضلالت نافذ کرتے ہیں،اور کفر لزومی فقہی کی بعض صورتوں میں متکلمین کے یہاں ضلالت بھی ثابت نہیں ہوتی۔البرکات:رسالہ چہارم وپنجم میں تفصیل ہے۔

اگر ضروریات دین کا صریح انکار ہے تو اگر یہ صریح محض متبین ہے،یعنی ظاہر یا نص کے درجے کا انکار ہے تو ظاہر میں احتمال بعید اور

الرسالة العاشرة

نص میں احتمال ابعد ہے، یہاں بھی متکلمین حکم ضلالت جاری کریں گے۔اگر وہ صریح انکار مفسر کے درجہ کا ہے تو متکلمین کفر کلامی کا حکم جاری کریں گے۔مفسر میں احتمال بعید یا ابعد یا احتمال قریب کسی کی بھی گنجائش نہیں رہتی۔یہ متکلمین کے یہاں التزام کفر ہے۔صریح متبین میں فقہا کے یہاں التزام کفر ثابت ہوجاتا ہے،اور کفر قطعی ہوجاتا ہے،اسی لیے فقہا یہاں پر (من شک:الخ) کا استعمال کرتے ہیں۔

تکفیر فقہی کے وقت بھی (من شک:الخ) کے استعمال ہونے کی وضاحت مقالات شارح بخاری کے حوالے سے کی جاچکی ہے۔

فتاویٰ رضویہ (جلد ششم ص ۳۷) میں عقود الدریہ کی (من شک:الخ) والی عبارت کو تبرائی روافض کے لیے استعمال کیا گیا جو کافر فقہی ہیں، پھر رسالہ ردالرفضہ کے آخری حصہ میں روافض عہد حاضر کے حق میں عقود الدریہ کی وہی (من شک:الخ) والی عبارت کا استعمال ہوا، جو متکلمین کے یہاں بھی مرتد ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ تبرائی روافض کے لیے متکلمین کے طور پر التزام کفر نہ تھا تو وہاں (من شک: الخ) محض فقہا کے طور تسلیم کیا جائے گا۔تبرائی روافض کے بارے میں (ردالرفضہ) میں صریح فیصلہ (والاحوط فیہ قول المتکلمین انہم ضلال من کلاب النار،لاکفار وبہ ناخذ) مرقوم ہے کہ یہ متکلمین کے یہاں کافر نہیں۔

رسالہ ردالرفضہ کے اخیر میں روافض زمانہ کا ذکر ہے تو وہاں عقود الدریہ کی وہی (من شک:الخ) والی عبارت بطور مذہب متکلمین استعمال ہوگی، کیوں کہ یہاں ضروریات دین کا انکار مفسر طریقے پر ہے۔

جب فقہا کے درمیان متفق علیہ تکفیر فقہی کے وقت کہا جائے کہ جو فلاں کے کفر میں شک کرے تو وہ اسی کی طرح کافر ہے تو اس کا مفہوم ہوگا کہ وہ اسی کی طرح کافر فقہی ہے۔جب تکفیر کلامی کے وقت کہا جائے کہ جو اس کے کفر میں شک کرے تو وہ اسی کی طرح کافر ہے تو مفہوم ہوگا کہ وہ اسی کی طرح کافر کلامی ہے۔فقہا کا حکم (من شک:الخ) اسی پر نافذ ہوگا، جو مسئلہ تکفیر میں مذہب فقہا پر ہو۔متکلمین کا حکم (من شک:الخ) تمام اہل اسلام پر نافذ ہوگا۔مسئلہ تکفیر دیگر تقلیدی امور سے مستثنیٰ ہے۔مسئلہ تکفیر میں اپنے فقہی مذہب کا اتباع لازم نہیں۔

یہ صراحت نہ مل سکی کہ (من شک:الخ) کا استعمال صرف کفر کلامی میں ہوتا ہے۔استعمال کے قائلین اور عدم استعمال کے قائلین کے اپنے اپنے استدلال ہیں۔جب علمائے متقدمین کے کلام میں اس بارے میں کوئی صراحت نہیں تو اس لفظ (من شک:الخ) کا کفر کلامی کے ساتھ خاص ہونا یقینی نہیں ہوگا،اور استدلال کے مقابل استدلال ہے،پس حکم ہوگا:**اذا تعارضا،تساقطا**

اب اسماعیل دہلوی کی تکفیر سے متعلق اس کلیہ (من شک:الخ) کو پیش کرکے یہ دعویٰ کرنا کہ علامہ خیرآبادی نے تکفیر کلامی کی تھی، ناقابل قبول استدلال ہوگا۔

کفر کلامی کا صحیح فتویٰ جاری جانے کے بعد کسی کو انکار کا حق حاصل نہیں ہوگا۔اسی طرح جب کسی کے کفر کلامی پر ارباب حل وعقد کا اجماع ہوجائے تو یہ حکم مزید مؤکد ہوجائے گا،اور کسی کو انکار کا حق حاصل نہیں ہوگا۔اگر کفر کلامی کا صحیح فتویٰ جاری کیا گیا تو دیگر متکلمین کو غور وفکر اور مفتی سے اپنے شبہات پیش کرنے کا حکم ہوگا،جیسا کہ مانعین زکات سے جہاد کا حکم جاری ہونے پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استفسار فرمایا تھا، پھر دلیل صدیقی کو قبول فرما کر حکم سے متفق ہوگئے۔ان امور کا تفصیلی

الرسالة العاشرة

بیان البرکات: رسالہ ہشتم باب دوم وسوم میں ہے۔

جب کفر کلامی پر ارباب حل وعقد کا اجماع ہوجائے تو اب تحقیق کا مفہوم صرف یہ ہوگا کہ جس طرح آج ہم حضرات ائمہ مجتہدین کے اجماعی احکام کو کتابوں میں پڑھتے ہیں اور ان احکام کے دلائل کی تحقیق کرتے ہیں،لیکن ہمیں ان اجماعی احکام کے انکار کی اجازت نہیں،حتیٰ کہ مابعد کے مجتہدین کو اجماعی احکام میں اجتہاد کی اجازت نہیں ہوتی۔کفر پر جب اجماع ہوگا تو وہ کفر کلامی ہی ہوگا۔کفر فقہی پر اجماع کی صورت نہیں،کیوں کہ کفر فقہی میں متکلمین کا اختلاف ہوتا ہے۔علامہ قاضی عیاض مالکی کے قول میں کفر پر اجماع کا ذکر ہے۔

قال القاضی: {وَقَدْ اَحْرَقَ علی بن ابی طالب رضی اللّٰہ عنہ مَنْ اِدَّعٰی لَہُ الْاِلٰھِیَّۃَ–وقد قتل عبد الملک بن مروان الحارث المتنبی وَصَلَبَہ –وَفَعَلَ ذلک غیر واحدٍ من الخلفاء والملوک باشباھھم–وَاَجْمَعَ علماء وقتھم علٰی صواب فعلھم–وَالْمُخَالِفُ فِیْ ذٰلِکَ مِنْ کُفْرِھِمْ کَافِرٌ}(کتاب الشفاء ج۲ص۲۹۷)

قال الخفاجی{(واجمع علماء وقتھم علٰی صواب فعلھم)ای تصویبہ اَوْ ھو من اضافۃ الصفۃ للموصوف –و ذلک لکذبھم عَلَی اللّٰہ بِاَنَّہ نَبَّأَھُمْ و تکذیب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی–انہ خاتم الرسل–وَاَنَّہ لَانبی بعدہ(و اَجْمَعُوْا اَیْضًا عَلٰی(اَنَّ الْمُخَالِفَ فِیْ ذٰلِکَ)اَیْ تَکْفِیْرِھِمْ بِمَا اِدَّعُوْہُ(مِنْ کُفْرِھِمْ)ھومفعول المخالفِ اَیْ مَنْ خَالَفَ مَذْھَبَھُمْ فی تکفیرھم فَقَالَ: لَا یُکَفَّرُوْنَ(کَافِرٌ)لانہ رضی بِکُفْرِھِمْ وَتَکْذِیْبِھِمْ لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہ}(نسیم الریاض ج۴ص۵۳۶)

قال الملا علی القاری:{(والمخالف فی ذلک)الفعل(مِنْ کُفْرِھِم)اَیْ مِنْ جھتہ(کَافِرٌ)لِجَحْدِہ کُفْرَھُمْ}

(شرح الشفاء للملا علی القاری ج۴ص۵۳۷-دارالکتب العلمیہ بیروت)

قال المحشی علی محمد البجاوی المصری: {من خالف مکفرھم فی تکفیرھم،فقال: لا یکفرون،ھذا المخالف کافر،لانہ رضی بکفرھم وتکذیبھم للّٰہ ورسولہ}(حاشیۃ الشفاء ص۱۰۹۱-دارالکتاب العربی بیروت)

الموت الاحمر کی عبارت کی تشریح

سوال: الموت الاحمر میں حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز کی عبارت سے ظاہر ہے کہ (من شک:الخ) کا استعمال صرف تکفیر کلامی کے لیے ہوگا۔

جواب: (الموت الاحمر) میں یہ بتانا مقصود ہے کہ دہلوی متکلمین کے یہاں کافر نہیں اور امام اہل سنت قدس سرہ مسئلہ تکفیر میں مذہب متکلمین پر تھے۔(الکوکبۃ الشہابیہ)) کے اول وآخر میں بھی صراحت فرمائی کہ اس رسالے میں مذہب فقہا کے طور پر کلام ہوگا،یعنی جو مذہب اس رسالہ میں بیان ہوگا،وہ فقہا کا مذہب ہوگا،وہ امام احمد رضا کا مذہب نہیں ہوگا۔سب سے اخیر میں متکلمین کا مذہب بیان فرمائے کہ مذہب متکلمین پر دہلوی کافر نہیں،اور چوں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ بھی مذہب متکلمین پر تھے تو اس کو اپنی جانب منسوب کر کے

الرسالة العاشرة

اس طرح بیان فرمائے:((گرچہ ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار سے کف لسان ماخوذ ومختار ومرضی ومناسب))

حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز نے مذکورہ بالا مفہوم کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا:''کیاان کثیر تکفیروں کو کوئی عاقل یہ گمان کر سکتا ہے، کہ حضرت مصنف علام نے اپنی طرف سے کیں، حاشا۔ وہ اپنا مسلک تو ان سب کو لکھ کر یہ فرمار ہے ہیں کہ((ہمارے نزدیک کف لسان مناسب))، بلکہ یقیناً وہ سب بطور فقہا ہیں، جس پر سب میں پہلی عبارت شروع رسالہ اور سب میں بعد کی ختم رسالہ میں دو شاہد عدل ہیں کہ دونوں میں اسے جماہیر فقہائے کرام کی طرف منسوب کیا ہے۔ آغاز میں جتادیا کہ کلام طور فقہی پر ہوگا۔ آخر میں بتادیا کہ کلام طور فقہی پر تھا تو بیچ میں جو کچھ ہے، یقیناً طور فقہی پر ہے۔ وہ لفظ بھی کہ((کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں))اسی بیچ میں تھا، اور انہیں تکفیروں میں سے ایک تھا تو قطعاً انہیں کی طرح طور فقہی پر تھا: فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ: ساری کتاب مسلک فقہی کے بیان میں ہے۔ اپنا مختار صرف سطر اخیر میں بتایا ہے''۔(الموت الاحمر ص۵۵-جامعۃ الرضا بریلی شریف)

(۲)دہلوی کی عبارت کے بارے میں سوال ہوا کہ((اگر وہ متعین ہوتی تو آپ کس انداز سے اس عبارت کو ادا کرتے؟))

حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ نے اس کے جواب میں رقم فرمایا:

''جی اسی طرز سے جس سے امام اہل سنت وتمام علمائے حرمین طیبین نے خیابان نانوتوی وگنگوہی اور آپ تھانوی صاحبان کی تکفیر فرمائی کہ وہ قطعاً یقیناً کافر مرتد مرتد مرتد، اور جو ان کو مسلمان جانے، بلکہ ان کے کفر میں شک ہی کرے، وہ بھی کافر کافر۔

خیر یہ سوال تو فضول تھا جس سے دیوبندیوں کو اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ جیسے الٰہی محمدی احکام ان کے پچھلے اماموں پر اللہ ورسول(جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم)کے شہروں سے آئے، اسی رنگ کے اپنے امام اول دہلوی صاحب پر بھی سن لیں، اگر چہ بصورت فرض وتقدیر کہ اگر اس کی عبارت متعین ہوتی تو کس طرح کہتے''۔(الموت الاحمر ص۶۲-جامعۃ الرضا بریلی شریف)

مذکورہ بالا اقتباس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر دہلوی کی عبارت کفری معنی میں متعین ہوتی تو وہ متکلمین کے یہاں کافر ہوتا اور اس وقت امام احمد رضا قادری اس تکفیر کی فقہا کی جانب نسبت کیے بغیر دہلوی کو علی الاطلاق کافر ومرتد قرار دیتے، کیوں کہ عبارت کفری معنی میں متعین ہونے کے وقت وہ متکلمین کے یہاں بھی کافر ہوتا، ایسی صورت میں اس تکفیر کو فقہا کی جانب منسوب کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔

الحاصل مذکورہ عبارت میں تکفیر کو مطلق رکھنے اور تکفیر کو فقہا کی جانب منسوب کرنے کی وجہ بتائی جارہی ہے۔ خاص کر(من شک: الخ)کی توضیح یہاں زیر بحث نہیں ہے، بلکہ(من شک: الخ)کا استعمال حسام الحرمین میں ہوا ہے، اسی لاحقہ کو اور حکم کفر کو نقل کیا جارہا ہے کہ دہلوی کافر کلامی ہوتا تو ہم دہلوی کے بارے میں بھی مطلقاً یعنی فقہا کی جانب نسبت کیے بغیر اس کے لیے ان الفاظ کا استعمال کرتے، جو اشخاص اربعہ وقادیانی کے لیے حسام الحرمین میں مذکور ہیں۔

اب چوں کہ دہلوی کی عبارت کفری معنی میں متعین ہی نہیں تو پھر یہ سوال ہی بیکار ہے، جیسا کہ مفتی اعظم ہند نے بھی فرمایا کہ یہ سوال ہی فضول ہے، لیکن دہلوی کے لیے فرض وتقدیر کے طور پر ہی دیابنہ جان گئے کہ اگر دہلوی کی عبارت کفری معنی میں متعین ہوتی تو امام احمد

رضا، دہلوی کی مطلقاً تکفیر کرتے،یعنی فقہا کی جانب اس تکفیر کو منسوب نہیں کرتے۔اس عبارت سے اس بات پر استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ (من شک:الخ) تکفیر کلامی کے ساتھ خاص ہے۔نہ ہی اس مفہوم کو بتانے کے لیے یہ عبارت پیش ہوئی،پس کسی اہل علم کا یہ قول نا قابل قبول ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ القوی نے نص فرمائی کہ (من شک:الخ) کا استعمال صرف کفر کلامی کے لیے ہوتا ہے۔

الموت الاحمر کی بحث ثالث میں دہلوی کی تکفیر فقہی کی توضیح ہے۔علامہ خیرآبادی نے دہلوی کی تکفیر فقہی کی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ دہلوی کی عبارت کفری معنی میں متعین نہیں۔علامہ خیرآبادی مسئلہ تکفیر میں مذہب فقہا پر تھے تو انہوں نے مطلقاً بلا انتساب تکفیر فرمائی۔

کافر فقہی بھی فقہا کے یہاں قطعی کافر ہے۔کفر فقہی میں بھی توبہ،تجدید ایمان،تجدید نکاح،مسلمانوں کی عدم وراثت،حکم قتل،لفظ مرتد کا اطلاق،نماز جنازہ وایصال ثواب کی ممانعت وغیرہ احکام مشترک ہیں۔اب کفر فقہی میں (من شک:الخ) کے استعمال کے ممنوع ہونے کی وجہ کیا ہے؟علامہ خیرآبادی نے جس قسم کے کفر فقہی میں (من شک:الخ) کا استعمال فرمایا،اس قسم کے کفر فقہی کا مطلقاً انکار کفر فقہی ہے۔یہ فقہا کے یہاں متفق علیہ کفر فقہی ہے۔یہاں (من شک:الخ) کے استعمال پر اعتراض نہیں ہوگا۔متکلمین اس کو ضلالت کہتے ہیں۔

متکلمین اس قسم کے کفر فقہی کا ہرگز مطلقاً انکار نہیں کرتے،بلکہ وہ اس نوع کے کفر فقہی کو ضلالت سے تعبیر کرتے ہیں۔ہاں،بعض کفر فقہی متکلمین کے یہاں غیر مقبول ہے،جیسے اجماع مابعد صحابہ یعنی اجماع مجتہدین غیر صحابہ سے ثابت شدہ امر کے انکار پر بعض فقہا حکم کفر عائد کرتے ہیں تو یہ کفر فقہی متکلمین کی بحث سے خارج ہے۔اسی طرح کفر فقہی لزومی کی بہت سی صورتیں بھی متکلمین کے یہاں مقبول نہیں۔دہلوی کی کفریات کو ((الکوکبۃ الشہابیہ)) میں فقہا کے یہاں صریح بتایا گیا،جب وہ عندالفقہا صریح ہے تو کفر لزومی فقہی نہیں،بلکہ کفر التزامی فقہی ہوگا۔گرچہ وہ متکلمین کے یہاں التزامی نہیں،کیوں کہ متکلمین صرف کفر مفسر کو کفر التزامی سے تعبیر کرتے ہیں۔

کفر کلامی اور کفر فقہی میں جوہری فرق (من شک:الخ) کا استعمال نہیں ہے؟

بلکہ تکفیر کلامی وہاں ہوگی،جہاں کلام کفری معنی میں مفسر ہو۔اس کا ذکر مختلف لفظوں میں کیا جاتا ہے:مثلاً

(۱) کبھی کہا جاتا ہے کہ کلام کفری معنی میں متعین ہو تو کفر کلامی کا حکم ہوگا اور کلام کفری معنی میں متبین ہو تو کفر فقہی کا حکم ہوگا۔

(۲) کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ کوئی ضعیف احتمال بھی ہو تو کفر کلامی کا حکم جاری نہیں ہوگا۔

(۳) کبھی یہ کہ کلام کفری معنی میں قطعی بالمعنی الاخص ہو،جانب مخالف کا بالکل احتمال ہی نہ ہو،تب کفر کلامی کا حکم جاری ہوتا ہے۔

(۴) کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ ہزار میں ایک احتمال بھی اسلام کا ہو تو کفر کلامی کا حکم نہیں۔

اب مدارس اسلامیہ کے وابستگان کے لیے آسان طریقہ یہ ہے کہ حنفی اصول فقہ کی درج ذیل تین اصطلاح پر غور کریں:

(۱) ظاہر (۲) نص (۳) مفسر۔

ظاہر میں جانب مخالف کا احتمال بعید ہوتا ہے۔نص میں جانب مخالف کا احتمال ابعد ہوتا ہے اور مفسر میں جانب مخالف کا بالکل احتمال ہی نہیں ہوتا۔مثال حاضر کے اعتبار سے یہ کہا جائے گا کہ جب کسی کا کلام تنقیص نبوی میں ظاہر یا نص کے درجہ میں ہو تو وہ کفر فقہی ہوگا۔

الرسالة العاشرة

جب کسی کا کلام تنقیص نبوی میں مفسر ہو کہ جانب مخالف کا بالکل احتمال ہی نہ رکھے تو پھر یہ کفر کلامی ہوگا۔ یہ آسان سی تشریح ہے۔

دہلوی کا کلام کفری معنی میں مفسر نہیں ہے، اوراشخاص اربعہ کا کلام کفری معنی میں مفسر ہے۔

جب دہلوی کا کلام کفری معنی میں مفسر ہے ہی نہیں تو پھر تکفیر کلامی کی کوئی صورت نہیں۔

یہ دعویٰ کہ علامہ خیرآبادی نے دہلوی سے مناظرہ کیا اور دہلوی کی تاویل سے وہ عبارتیں کفری معنی میں متعین ہوگئیں۔اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ خیرآبادی اور دہلوی کے مابین کبھی مناظرہ نہ ہوا۔دہلی جامع مسجد کے مناظرہ میں علامہ خیرآبادی حاضر نہیں۔

وہ مناظرہ ((چہاردہ مسائل)) پر ہوا، نہ کہ تقویۃ الایمان کی عبارت پر۔اس وقت تقویۃ الایمان چھپی نہیں تھی۔مناظرہ کے بعد سائل نے بحث شفاعت کی چند عبارتیں کسی طرح نقل کر کے علامہ خیرآبادی سے استفتا کیا۔

علامہ خیرآبادی نے تقویۃ الایمان کی اس عبارت پر ((تقریر اعتراضات برتقویۃ الایمان)) تحریر فرمائی تو اس کے جواب میں دہلوی نے رسالہ ((یک روزہ)) لکھا۔اس رسالہ کی عبارتوں میں بھی کفر کلامی نہیں پایا جاتا۔علامہ خیرآبادی نے دہلوی کے عدم رجوع کے سبب اس کی تکفیر فقہی فرمائی، نیز متاخرین فقہائے احناف تکفیر فقہی ہی کیا کرتے تھے،جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

یہ سوال کہ دہلوی کے کلام میں تاویل بعید یا تاویل ابعد کیا ہے؟ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے بھی ضعیف احتمال کا ذکر کیا۔اس سے بالکل ظاہر کہ دہلوی کی عبارت کفری معنی میں متعین نہیں،اور یہاں تاویل بعید موجود،لیکن بلاضرورت اس کا اظہار محافظین ناموس رسالت علیٰ صاحبہا التحیۃ والثنا کے لیے کیوں کر روا ہوگا؟ حضور مفتی اعظم ہند نے سوال ہونے پر بھی ظاہر نہیں فرمایا۔(الموت الاحمرص ۶۴، ۶۵)

نسیم الریاض کی عبارت کی توضیح

بعض اہل علم نسیم الریاض کی عبارت پیش کر کے یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ (من شک:الخ) کا استعمال صرف کفر کلامی میں ہوتا ہے، حالاں کہ اس عبارت سے ایسا ثابت نہیں۔

نسیم الریاض کی عبارت کی توضیح یہ ہے کہ یہاں علامہ خفاجی نے کوئی اصول یا قانون نہیں بیان فرمایا ہے، بلکہ علامہ خفاجی نے (قیل) کے ساتھ ایک اعتراض نقل فرمایا کہ امام ابن سحنون فرما چکے کہ تنقیص نبوی زندقہ ہے،یعنی شاتم زندیق ہے، پھر امام ابن سحنون کا دوسرا قول قاضی عیاض نے نقل فرمایا کہ تنقیص نبوی کفر ہے،اور شاتم کافر ہے، جو اس کے کفر میں شک کرے،وہ بھی کافر ہے۔اسی پر اعتراض ہوا کہ جب تنقیص نبوی کے کفر ہونے میں اختلاف ہے،یعنی بعض کے یہاں کفر ہے اور بعض کے یہاں زندقہ ہے تو پھر جو اس کو کفر نہ مانے اور شاتم کو کافر نہ مانے، وہ کافر کیسے ہو جائے گا؟ بلکہ دوسرا طبقہ تنقیص کو زندقہ اور شاتم کو زندیق مانے گا، کافر نہیں مانے گا۔

علامہ خفاجی کے نقل کردہ سوال کا جواب یہ ہے کہ زندقہ بھی کفر ہی کی ایک خاص قسم ہے۔اب جو شاتم کو زندیق اور سب وشتم کو زندقہ مان رہا ہے، وہ شاتم کو کافر اور سب وشتم کو کفر مان رہا ہے۔ہاں، جو شاتم کو نہ کافر مانے، نہ زندیق مانے، بلکہ مومن مانے تو وہ ضرور اس مقام

پر(من شک فی کفرہ فقد کفر) کے دائرہ میں آئے گا:وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم::والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم::وآلہ العظیم

امام ابن سحنون کا قول اول:قال ابن سحنون فیمن سبہ:ذلک ردۃ کالزندقۃ–وعلٰی ھذا وقع الخلاف فی استتابتہ وتکفیرہ–وھل قتلہ حد او کفر؟(الشفاء-القسم الرابع-الباب الاول)

قول دوم(چند سطر بعد):قال محمد بن سحنون:اجمع العلماء ان شاتم النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم،المتنقص لہ کافر،والوعید جارعلیہ بعذاب اللّٰہ لہ وحکمہ عند الامۃ قتل–ومن شک فی کفرہ وعذابہ،کفر۔(الشفاء)

علامہ خفاجی کا اعتراض یہ ہے:قیل وفی جزمہ بکفرہ بعد نقل الخلاف فیہ نظر،وکیف یصح قولہ:من شک فی کفرہ وعذابہ،کفر–مع ذکر الخلاف فیہ اولًا–فلیتأمل(نسیم الریاض جلد چہارم ص۳۳۸-دارالکتاب العربی بیروت)

مختلف فیہ کفرفقہی میں من شک:الخ کا استعمال

سوال: مختلف فیہ کفرفقہی مثلاً کوئی امرصرف احناف کے یہاں کفر ہوتو اس وقت(من شک:الخ)کا استعمال صحیح ہے؟

جواب: مختلف فیہ کفرفقہی میں((من شک فی کفرہ فقد کفر))کا استعمال نظر نہیں آیا۔اگر بالفرض مختلف فیہ کفرفقہی میں مذکورہ کلیہ کا استعمال ہوتو یہ حکم محض ان لوگوں تک محدود ہوگا،جو اس امرکو کفرفقہی مانتے ہیں،لیکن قائل وفاعل کو کافرفقہی نہیں مانتے،کیوں کہ قول وفعل کو کفر مان لینے پر قائل وفاعل کو کافر ماننا لازم ہے۔اس کی نظیر وہ مسئلہ ہے کہ کسی قول کو حدیث نبوی مان کر محض استخفاف وتنقیص کے سبب اس کا انکار کرنا کفر ہے،خواہ وہ حدیث صحیح ہو،یا ضعیف،یا موضوع۔یہاں قائل کے اعتقاد کے سبب حکم کفر عائد ہوتا ہے۔

غیرضروریات دین میں استخفاف کی صورتیں اور حکم کفر

اگر کسی نے حدیث غیر متواتر یعنی خبرواحد کا انکار متن میں کسی علت قادحہ کے سبب کیا،یا راوی میں کسی عیب کے سبب کیا،جو عیب شرعاً معتبر ہے،تو منکر پر کوئی اعتراض نہیں۔اگر خبرواحد کا بلاسبب انکار کیا،یعنی اپنے ظن فاسد کے سبب راویوں کی تکذیب کرتے ہوئے انکار کیا تو یہ فسق وضلال ہے۔اگر اس لیے انکار کیا کہ یہ فرمان الٰہی نہیں،بلکہ فرمان نبوی ہے تو استخفاف کے سبب کفرکلامی کا حکم ہوگا۔یہ حکم اس کے لیے ہے جس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اس حدیث کو نہ سنا ہو۔اگر اس نے زبان نبوی سے سنا تھا، پھر انکار کیا تو یہ انکار کفر ہے،اس کے لیے خبرواحد اور خبرمتواتر کی تقسیم نہیں ہے۔تفاصیل مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱)قال الہیتمی:﴿وَیَخْتَلِفَان فِیْمَا نُقِل اٰحَادًا–کسوال الْمَلَکَیْن ووجوب زکاۃ الفطر–فَلَا یَکْفُرُ بِاِنْکَارِہ اِلَّا الشَّاھِد فقط ما لم یدَّع نحو نَسْخٍ–لِاَنَّہ عَلِمَ بِالضَّرُوْرَۃِ مجیءَ النَّبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بہ لِسماعہ منہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم–وقیل انکارسوالھما کُفْرٌ ولوفی حق الغائب لِتَوَاتُرِہ مَعْنًی–وَمَحَلُّہ اِنْ اَنْکَرَہ بَعْدَ تَوَاتُرِہ عِنْدَہٗ بخلاف قَبْلِہ–لِاَنَّہ لَاتَکْذِیْبَ فِیْہِ حِیْنَئِذٍ لِلنَّبِیِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم–وَاِنَّمَا فِیْہِ تَکْذِیْب او تغلیط لِلرُّوَاۃِ–اَوْ نحو

الرسالة العاشرة

هما–ومن ثم لَوْ عُلِمَ مِنْهُ اَنَّه رَدَّهٗ اِسْتِخْفَافًا لِاَجَلِ التصريح به فی السنة دون القراٰن،کَفَرَ﴾
(الفتاوی الحدیثیہ ص ۱۴۱-دارالفکر بیروت)

توضیح:علامہ ہیتمی کے قول((یختلفان))سے مراد یہ ہے کہ دربار نبوی کے حاضر اور غیر حاضر کا حکم خبر واحد میں جدا گانہ ہے۔

(۲)قال الهیتمی:﴿وَرَدُّ حَدِیْثِهٖ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِنْ کَانَ مِنْ حیث السند–فَلَا کُفْرَ بِهٖ مُطْلَقًا–اَوْ مِنْ حیث نسبته له صلی اللّٰہ علیہ وسلم،کُفْرٌ مُطْلَقًا–کَمَا هُوَ ظَاهِرٌ فِیْهِمَا﴾(الاعلام بقواطع الاسلام ص ۳۷۶)

(۳)قال العلامة البدایونی:﴿یَکْفُرُ الشَّاهِدُ بِاِنْکَارِ اِیْجَاب صَدَقَةٍ بِسمَاعِهٖ مِنْ فِیْهِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم–وَ یُفَسَّقُ الغائب وَیُضَلَّلُ–لِاَنَّهٗ لَمَّا لَمْ یَسْمَعْهُ من فیه صلی اللّٰہ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ–لَمْ یَکُنْ ثُبُوْتُهٗ قَطْعِیًّا–فَلَمْ یَکُنْ اِنْکَارُهٗ تَکْذِیْبًا لَهٗ صلی اللّٰہ علیہ وسلم–بَلْ لِلرُّوَاةِ وَتَغْلِیْطًا لَهُمْ–وهو فِسْقٌ وَضَلَالٌ،لاکُفْرٌ–اَللّٰهُمَّ اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ اِسْتِخْفَافًا لِکَوْنِهٖ انما قاله النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم–ولم ینزل فی القراٰن صَرِیْحًا–فَیَکْفُرُ لاستخفافه بجناب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم﴾(المعتقد المنتقد ص ۲۱۲)

توضیح:اگر کسی نے حدیث موضوع کو حدیث نبوی اعتقاد کیا اور اسے فرمان نبوی سمجھتے ہوئے اس لیے انکار کیا کہ وہ قول نبوی ہے ،فرمان الٰہی نہیں تو استخفاف کے سبب کافر ہوگا۔

امام احمد رضا قادری نے اس کے بارے میں فرمایا جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث نبوی کو نہیں سنا،پھر اس تک حدیث نبوی خبر واحد کے طور پر پہنچی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کے طور پر حدیث کا انکار کیا تو یہ کفر ہے۔

(۴)قال الامام احمد رضا تحت قول الماتن(دون الغائب):﴿لا نُکَفِّرُهٗ لاحتمال انه لم یثبت عنده–اَمَّا اِذَا عَلِمَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ یَعْلَمُ مَجِیءَ النَّبِیِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بهذا الامر–ثُمَّ یُنْکِرُهٗ تَکْذِیْبًا لَهٗ صلی اللّٰہ علیہ وسلم–فَهُوَ کَافِرٌ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰی قَطْعًا–وَاِنْ کَانَ الْحَدِیْثُ حَدِیْث اٰحَادٍ–وَلَوْ ضَعِیْفًا–بَلْ وَلَوْسَاقِطًا–بَلْ وَلَوْ مَوْضُوْعًا–کَمَا قَدَّمْنَا–لِاَنَّ الْمَنَاطَ هُوَ تَکْذِیْبُهٗ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بِزَعْمِهٖ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم –وَاِنْ لَمْ یَکُنْ مَا زَعَمَهٗ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم،قَوْلَهٗ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی الواقع–وَهٰذَا ظَاهِرٌ جِدًّا﴾(المعتمد المستند ص ۲۱۱-مبارک پور)

(۵)قال الامام احمد رضا القادری:﴿فمن رد حدیث آحاد صحیحا،بل ولوضعیفا–بل ولو ساقطا–بل ولوموضوعا زعما منه انه کلامه صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم فیرده قاصدا رد خبره صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم فانه یکفر قطعا بقصده السیء–فمناط الکفر هذا،وان لم یکن الخبر خبره صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم﴾
(المعتمد المستند ص ۱۵۲،۱۵۳-مبارک پور)

الرسالة العاشرة

توضیح:اگرکسی نے کسی امرکوضروریات دین میں سے اعتقاد کرکے انکار کیا تو کافر ہے،اگر چہ وہ ضروریات دین میں سے نہ ہو، کیوں کہ یہاں ارادۂ کفر،استخفاف بالدین اورضروری دینی کے انکار کا قصد وعزم پایا گیااورعزم کفرواستخفاف بالدین مستقل طور پرکفر ہیں ،گر چہ وہاں کسی ضروری دینی کا انکار نہ پایا جائے۔

سوال:اگرفلاں نبی ہوتا تو میں اس کو نبی نہیں مانتا۔ایسا کہنے والا مومن ہے یا کافر؟

جواب:ضروریات دین کا انکارکفر ہے۔

(۱)اگرحقیقت میں کوئی امرضروری دینی ہے،اورقائل کوعلم قطعی بالمعنی الاخص حاصل ہے کہ یہ امر،ضروریات دین میں سے ہے، پھرانکارکرتا ہےتو کافر ہے۔

(۲)اگراس کا ضروریات دین میں سے ہونا منکرکومعلوم نہیں تھا،ایسی حالت میں انکار کیا،تو یہ کفرنہیں ۔ہاں،بعدانکار جب منکر کو اس امرکا ضروریات دین میں سے ہونا معلوم ہوگیا،اس کے باوجودوہ انکار پرمصر رہا تو یہ کفر ہے۔

(۳)کوئی امرحقیقت میں ضروریات دین میں سے نہ تھا،لیکن منکر نے اس کوضروریات دین میں سے اعتقادکر کے انکار کیا تو ضروریات دین کے انکار کا عزم پایا گیا،اورعزم کفر بھی کفر ہے۔اس سے ظاہر ہوگیا کہ کسی غیرنبی کواس نے نبی اعتقاد کیا،اب اس نے اس کی نبوت کا انکار کیا تو ضروریات دین کے انکار کا عزم کیا،اورمنصب نبوت کی توہین کی ،یہی کفر ہے۔

﴿ومنها:قوله لو كان فلان نبيا ماآمنت به،وقوله:ان كان ما قاله الانبياء صدقا نجونا فيكفر،كذا اقراه﴾

(الاعلام بقواطع الاسلام ص ۲۷)

توضیح:علامہ ہیتمی کےقول(اقراہ)سےمراد یہ ہے کہ امام نووی وامام رافعی نے اس کوثابت رکھا ہے،یعنی یہ کفر ہے۔

اس کی توجیہ میں علامہ ہیتمی نے رقم فرمایا:﴿وفی الثانية تعليق عدم الايمان به على كونه نبيا ففيه تنقيص لمرتبة النبوة حيث اراد تكذيبها على تقدير وجودها﴾(الاعلام بقواطع الاسلام ص ۲۷)

قال الهيتمی:﴿مسئلة لو كان نبيا لم اؤمن به،فقد مرت ايضا–والتكفير فيها واضح لانه رضی بتكذيب النبی﴾ (الاعلام بقواطع الاسلام ص ۳۲)

قال العلامة البدايونی:﴿وَمِنْهُ اَيْضًا–لَوْكَانَ فُلَانٌ نَبِيًّا مَا اٰمَنْتُ به–اَوْ اٰمَنْتُ به–اِنْ جَوَّزَ ذلک عَلَی الْاَوْجَه–قَالَ القاری فی شرح الشفاء للقاضی–وَيُمْكِنُ حَمْلُه اَنَّه يُجَوِّزُ كَوْنَ نَبِيٍّ مُرْسَلٍ يظهربعد نَبِيِّنَا صلى اللّٰه عليه وسلم فَيَكُوْنُ اَمْرُه اَشَدُّ–وَلِهٰذَا قَالَ بَعْضُ عُلَمَائِنَا–اِنَّ مَن ادعی النُّبُوَّةَ–وَقَالَ لَه قائلٌ–اَظْهِرِالْمُعْجِزَةَ، كَفَرَ﴾

(المعتقد المنتقد ص ۱۲۱–مبارک پور)

قال الامام احمد رضا:﴿(قوله:لو كان فلان نبيًّا ما اٰمَنْتُ–اَوْاٰمَنْتُ به اِنْ جَوَّزَ ذٰلِکَ)قَيْدٌ فی الْاٰخَرِ–اَیْ

الرسالة العاشرة

اِنَّمَا یَکُوْنُ الایجاب کفرًا–اِنْ لَوْجَوَّزَ الْمُقَدَّمَ الْاٰنَ–اَعْنِیْ بَعْدَ وجود نَبِیِّنَاصلی اللّٰہ علیہ وسلم–وَاِلَّا فھوتعلیقُ الْـمُحَالِ بِالْمُحَال فَلَا کُفْرَ وَلَاضَلَالَ–اَمَّا الاول وھوالنفی–فَفِیْہِ بَیَانُ الْعَزْمِ عَلَی الْکُفْرِبِمَنْ قُدِّرَ نَبِیًّا–وَالْعَزْمُ عَلَی الْکُفْرِ کُفْرٌ–فافھم﴾(المعتمد المستند ص۱۲۱-مبارک پور)

قال الخفاجی:﴿(اَوْمَنْ اِدَّعَی النُّبُوَّۃَ لِنَفْسِہ)بَعْدَ نَبِیِّنَاصلی اللّٰہ علیہ وسلم–کالمختاربن ابی عبید الثقفی وغیرہ–قَالَ ابن حجر:وَیَظْھَرُکُفْرُکُلِّ مَنْ طَلَبَ مِنْہُ مُعْجِزَۃً–لِاَنَّہ بطلبہ منہ مُجَوِّزٌ لِصِدْقِہ مَعَ اِسْتِحَالَتِہ المعلومۃ من الدین بالضرورۃ–نَعَمْ، اِنْ اَرَادَ بذلک تَسْفِیْھَہ وَبَیَانَ کِذْبِہ فَلَاکُفْرَبِہ–انتھٰی﴾(نسیم الریاض ج۴ص۵۰۷)

قال النووی﴿وَلَوْقَالَ:لَوْکَانَ فلانٌ نَبِیًّا اٰمَنْتُ بہ،کَفَرَ﴾(روضۃ الطالبین ج۷ص۲۸۶)

فصل سوم
بدعتی کے قتل کا حکم

علامہ فضل حق خیرآبادی نے اسماعیل دہلوی پرحکم کفرجاری فرماتے ہوئے فرمایا کہ اس کاحکم قتل ہے۔اصل عبارت درج ذیل ہے۔

''جواب سوال سوم ایں است کہ:

قائل ایں کلام لاطائل ازروئے شرع مبین بلاشبہ کافروبےدین است۔ہرگزمومن ومسلمان نیست،وحکم اُوشرعاًقتل وتکفیراست، وہرکہ درکفراُوشک آرد،یاتردددارد،یاایں استخفاف راسہل انگارد،کافروبےدین ونامسلمان ولعین است''۔

(تحقیق الفتویٰ قلمی نسخہ:سیف الجبار ص۸۸-مطبوعہ کانپور)

بعض معترضین کویہ خیال گزرسکتا ہے کہ حکم قتل صرف کافرکلامی کے لیےدیاجاتا ہے،حالاں کہ بوقت ضرورت بدعتی اورکافرفقہی کے لیےبھی یہ حکم دیاجاتا ہے۔متعددعبارتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) قال القاضی:﴿قال اسماعیل القاضی:وانما قال مَالِکٌ فِی القدریۃ وسائراھل البدع یُسْتَتَابُوْنَ–فَاِنْ تَابُوْا،وَاِلَّا قُتِلُوْا–لِاَنَّہٗ مِنَ الْفَسَادِ فِی الْاَرْضِ–کَمَا قَالَ فِی الْمُحَارِبِ–اِنْ رَاٰی الْاِمَامُ قَتْلَہٗ–وَاِنْ لَمْ یَقْتُلْ، قَتَلَہٗ–وَفَسَادُ الْمُحَارِبِ اِنَّمَا ھُوَفِی الْاَمْوَالِ وَمَصَالِحِ الدُّنْیَا–وَاِنْ کَانَ قَدْ یَدْخُلُ اَیْضًا فِی اَمْرِالدِّیْنِ مِنْ سَبِیْلِ الْحَجِّ وَ الْجِھَاد–وَفَسَادِ اَھْلِ الْبدع معظمۃٌ عَلَی الدِّین–وقد یدخل فی أمرالدنیا بما یُلْقُوْنَ بَیْنَ الْمُسْلِمِیْنَ عَنِ الْعَدَاوَۃ﴾

(کتاب الشفاءج۲ص۲۷۶)

(۲)قال الخفاجی:﴿(اِنْ رَاٰی الْاِمَامُ قَتْلَہٗ)مَصْلَحَۃً لِدَفْعِ فَسَادِہ(وَاِنْ لَمْ یَقْتُلْ)ذٰلِکَ الْمُحَارِبُ اَحَدًا

الرسالۃ العاشرۃ

(قَتَلَهٗ)وَلَيْسَ قَتْلَهٗ لِكُفْرِهٖ–بَلْ لِدَفْعِ فَسَادِهٖ﴾(نسیم الریاض ج۴ص ۴۸۰)

(۳)قال الشامی:﴿وَفِیْ جَوَاهِرِ الْفَتَاوٰی مِنْ اٰخِرِ الْبَابِ السَّادِسِ من الجنایات–قال ملک الملوک–لَمَّا سُئِلَ عَنْ قَتْلِ الزَّنْبُوْرِ وَالْحَشَرَاتِ الْمُوْذِيَةِ كَالْكَلْبِ وَغَيْرِهٖ هل یجوز؟قال:يَجِبُ قَتْلُ الْاٰدَمِیِّ الْمُوْذِیِ–فَضْلًا عَنْ غَيْرِهٖ اِذَا كَانَ مُوْذِيًا﴾(العقود الدریة فی تنقیح الفتاوی الحامدیة ج ۲ ص ۳۲۹–دار المعرفة بیروت)

(۴)امام احمد رضا قادری سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جوحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان مبارک میں خفیف الفاظ مثلاً غریب،یتیم،مسکین وغیرہ الفاظ استعمال کرتا ہے،تو آپ نے بالتفصیل اس کا جواب رقم فرمایا:

''اقول وباللہ التوفیق:توفیق جامع وتحقیق لامع یہ ہے کہ ان اوصاف کا اطلاق بروجہ تقریرواثبات،خواہ حکم قصدی میں ہو یا وصف عنوانی میں،اگرقول قائل کے سیاق یا سباق یا سوق یا مساق سے طرز تنقیص ظاہر وثابت ہوتو یقیناً کفر ہے،اوراگر ایسا نہیں اورقائل جاہل ہےاورصادرنادر،اوروہ اس پر غیرمصرتو ہدایت وتنبیہ وزجروتہدید کریں اورحاکم شرع اس کے مناسب حال تعزیر دے کہ وہ ضرورسزاوارسزا ہے،اوراگر قائل مدعی علم ہے یا ایسے کلمات کا عادی یا بعد تنبیہ بھی ان پر مصرتو مریض القلب،بددین،گمراہ مستحق عذاب ہے۔سلطان اسلام اسے قتل کرے گا اورزمین کواس کی ہستی ناپاک سے پاک،اورعام مسلمانوں کواس کی صحبت ومجالست سے احتراز لازم،اوراسے واعظ یاامام نمازبنانا،اس کا وعظ سننا،اس کے پیچھے نماز پڑھنا ممنوع وحرام''۔(فتاویٰ رضویہ ج۶ ص ۱۲۸-رضااکیڈمی ممبئ)

کافرفقہی کے قتل کاحکم

اسماعیل دہلوی پر کفرفقہی کے حکم کے ساتھ قتل کاحکم بھی بیان کیا گیاہے۔بعض کا یہ اعتراض ہے کہ قتل کاحکم صرف کفرکلامی میں ہوتا ہے،حالاں کہ قتل کاحکم کفرفقہی میں بھی ہوتا ہے۔فقہا فرماتے ہیں کہ جوارتداداختیار کرے،اس سے توبہ طلب کی جائے گی۔اگر وہ توبہ کر لےتواسے چھوڑ دیا جائے گا۔اگرتوبہ نہ کرےتواسے قتل کیا جائے گا۔یہاں مرتد سے فقہی مرتد مراد ہے۔خواہ وہ متکلمین کے یہاں مرتد ہو یا نہ ہو۔ہرعلم میں اس فن کے احکام تحریر کیے جاتے ہیں۔اسی طرح علم فقہ میں بھی فقہی احکام بیان کیے جاتے ہیں۔متکلمین کے یہاں جومرتد ہوگا،وہ فقہا کے یہاں بھی مرتد ہوگا۔ہاں،جوفقہا کے یہاں مرتد ہو،متکلمین کے یہاں اس کا مرتد ہونا ضروری نہیں۔

(۱) قال الحصکفی﴿(و)اعلم ان(كُلَّ مُسْلِمٍ اِرْتَدَّ–فَاِنَّهٗ يُقْتَلُ اِنْ لَمْ يَتُبْ)﴾(الدرالمختارج۴ص۴۳۰)

(۲)قال ابوالبرکات النسفی(م۷۱۰ھ):﴿یعرض الاسلام علی المرتد–وتکشف شبهته ویجسس ثلاثة ایام–فان اسلم وَاِلَّا قُتِلَ﴾(کنز الد قائق متن البحرالرائق ج۵ص ۲۰۱)

(۳)و ھکذا فی الدرالمختار(ج ۴ص ۴۰۹)

(۴)قال شیخ الاسلام برهان الدین الفرغانی(۵۳۰ھ–۵۹۳ھ):

الرسالة العاشرة

﴿قال(واذا ارتد المسلم عن الاسلام–والعياذ باللّٰه–عُرِضَ عَلَيْهِ الْاِسْلَامُ–فَاِنْ كَانَتْ لَهٗ شبهةٌ–كشفت عنه)لانه عَسَاهُ اِعْتَرَتْهُ شُبْهَةٌ فتزاح–وَفِيْهِ دَفْعُ شَرِّهٖ بِاَحْسَنِ الامرين–اِلَّا اَنَّ الْعَرْضَ عَلٰى مَا قَالُوْاغَيْرُ وَاجِبٍ–لِاَنَّ الدَّعْوَةَ بَلَغَتْهُ–قَالَ(يحبس ثلاثة ايام –فَاِنْ اَسْلَمَ وَاِلَّا قُتِلَ–وَفِى الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ–المرتد يعرض عليه الاسلام–فَاِنْ اَبٰى قُتِلَ)وَتَاوِيْلُ الْاَوَّلِ اَنَّهٗ يَسْتَمْهِلُ فَيُمْهَلُ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ﴾(الهداية:الاولين ص ۶۰۰)

باب تکفیر میں قاضی ومفتی کے احکام

قاضی مقلد کے لیےحکم ہے کہ وہ اپنے امام مجتہد کے مذہب کے مطابق فیصلہ کرے۔وہ متکلمین کے مذہب پر فیصلہ نہیں کرسکتا،نہ ہی کسی دوسرے امام مجتہد کے مذہب کے مطابق فیصلہ صادر کرسکتا ہے۔ہاں،ضرورت کی بعض صورتیں مستثنیٰ ہیں،جن کا ذکر فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔بغداد کے قاضی ابوعمرو مالکی نے مذہب مالکی کے مطابق حضرت حسین بن منصور حلاج قدس سرہ القوی کے قتل کا فیصلہ کیا۔

(۱) قال الهيتمی ناقلا عن الرافعی فی مسئلة التكفير:﴿فَاِنْ كَانَ مَدْلُوْلُ لَفْظِهٖ كُفْرًا مُجْمَعًا عَلَيْهِ–حُكِمَ بِرِدَّتِهٖ–فَيُقْتَلُ اِنْ لَمْ يَتُبْ–وَاِنْ كَانَ فِيْ مَحَلِّ الْخِلَافِ–نظر فی الراجح من الادلة ان تأهل–والا اخذ بالراجح عند اكثر المحققين من اهل النظر–فَاِنْ تَعَادَلَ الْخِلَافُ اُخِذَ بِالْاَحْوَطِ–وَهُوَعَدَمُ التَّكْفِيْرِ–بَلِ الَّذِىْ اَمِيْلُ اِلَيْهِ اذا اُخْتُلِفَ فِى التَّكْفِيْرِ–وَقْفُ حاله وَتَرْكُ الْاَمْرِ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى–انتهٰى﴾(الفتاوی الحديثية ص ۲۲۲)

توضیح:مسئلہ تکفیر میں مجمع علیہ قول،راجح قول اور احتیاطی صورت کو اختیار کرنے کا حکم مفتی اور قاضی مجتہد کے لیے ہے،جو کسی امام کا مقلد نہ ہو۔اگر وہ قاضی مقلد ہے تو اپنے امام کے مذہب کے مطابق فیصلہ دے گا،گرچہ وہاں مجتہدین کا اختلاف ہو۔

(۲)قال الهيتمی فی تشريح قول الرافعی:﴿وقوله وان كان فی محل الخلاف الخ:محله فی غير قاض مقلد رُفِعَ اليه امره–وَاِلَّا لَزِمَهُ الْحُكْمُ بما يقتضيه مذهبه–اِنْ اِنْحَصَرَالْاَمْرُ فِيْهِ–سَوَاءٌ وَافَقَ الْاِحْتِيَاطَ اَمْ لَا﴾

(الفتاوی الحدیثیہ ص۲۲۲)

توضیح:علامہ ہیتمی کے قول((اِنْ اِنْحَصَرَالْاَمْرُ فِيْهِ))کا مفہوم یہ ہے کہ اگر معاملہ تکفیر میں منحصر ہو،یعنی قاضی کے مذہب میں اس قائل کی تکفیر میں اختلاف نہ ہو،بلکہ معاملہ تکفیر میں منحصر ہو،اور یہ حکم اس مذہب کے فقہا کے درمیان اجماعی ہو،تب قاضی کفر کا حکم دے گا۔

امام حصفکی حنفی نے((باب الردۃ))میں فرمایا کہ جب اس فقہی مذہب کے فقہا کے درمیان اس امر کے کفر ہونے میں اختلاف نہ ہو،تب کفر کا حکم جاری کیا جائے گا۔

قال الحصفكی:﴿والفاظه تُعْرَفُ فِى الْفَتَاوٰى،بَلْ اَفْرَدْتُ بِالتَّالِيْفِ–مَعَ اَنَّهٗ لَايُفْتٰى بالكفر بِشَيْءٍ مِنْهَا اِلَّا فِيْمَا اِتَّفَقَ الْمَشَائِخُ عَلَيْهِ﴾(الدرالمختار ج۴ص۴۰۸)

الرسالۃ العاشرۃ

رشید احمد گنگوہی اور دہلوی کی تکفیر فقہی کا اقرار

مسلک دیوبند کے مجتہد مطلق رشید احمد گنگوہی نے اقرار کیا کہ اسماعیل دہلوی کی تکفیر، تکفیر فقہی تھی۔گنگوہی سے تکفیر دہلوی کے بارے میں سوال ہوا تو اس نے جواب دیا کہ جو حضرات اسماعیل دہلوی کو کافر کہتے ہیں، وہ بتاویل کافر کہتے ہیں، یعنی کسی تاویل کے سبب قائلین تکفیر کے یہاں اسماعیل دہلوی کافر ہے، اور کفر بالتاویل کفر فقہی ہے، کفر کلامی نہیں۔

کفر بالتاویل کا مفہوم یہ ہے کہ کسی قول میں متعدد معانی ہوں اور اس کے بعض معانی کفریہ ہوں۔کفر کلامی میں قول کفری معنی میں متعین ہوتا ہے۔وہاں کفری معنی کے علاوہ دوسرا کوئی معنی نہیں پایا جاتا۔سوال وجواب مندرجہ ذیل ہیں۔

السوال:- جو شخص کہ حضرت مولانا مولوی اسماعیل صاحب شہید کو کافر ومردود کہتا ہے تو وہ شخص خود کافر ہے یا فاسق؟ اگر وہ کافر ہے تو اس کے ساتھ کفار کا سا معاملہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:- مولانا محمد اسماعیل صاحب کو جو لوگ کافر کہتے ہیں، بتاویل کہتے ہیں۔اگر چہ وہ تاویل ان کی غلط ہے، لہٰذا ان لوگوں کو کافر کہنا اور معاملہ کفار سا نہ کرنا چاہئے۔(فتاویٰ رشیدیہ مبوب ص ۵۱)

وقد قلت مرارًا ان عبارات–''تحقیق الفتوٰی''–تَدُلُّ عَلٰی اَنَّ تکفیر الدهلوی تکفیر فقهی–لان العلامة الخیر آبادی قد اثبت استلزام الکفر–واثبات الاستلزام یکون فی الکفر اللزومی–لا فی الکفر الالتزامی–وقد علمت ان الدهلوی کان مُذَبْذَبًا فی هذا الامر–احیانًا یمیل الٰی اهل السنة بعد التفهیم–ثم یمیل اِلَی النجدیة مَرَّةً اُخرٰی–ومالُ الْاَمْرِ اَنَّهٗ مَا رَجَعَ الٰی مذهب اهل السنة–کَیْ لَایَعْلَمَ النَّاسُ اَنَّهٗ کَانَ عَلَی الضَّلَالَةِ–فَخَافَ مِنَ النَّاس–وَمَاخَافَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی–اللّٰهم اهدنا الصراط المستقیم.

علامہ فضل رسول بدایونی (۱۷۹۷ء-۱۸۷۲ء) نے تحریر فرمایا:

''مولوی رشید الدین خاں صاحب نے کہ اس زمانے میں سب سے اولیٰ وافضل تھے، تخلیے میں بذریعے وبلاذریعے اسماعیل کو سمجھایا کہ دین میں فساد ڈالنا اور جماعت میں تفرقہ پیدا کرنا قبیح ہے، اور واجب الترک اور مفروض الاجتناب۔اگر دل میں کچھ خلش ہے، تو آؤ، ماوشما اور دیگر علما وصلحا متفق ہو کر کتب دین کی طرف رجوع کریں اور احقاق حق کر لیں، اور شقاق ونفاق کو جماعت مومنین سے استیصال کریں، اور لوائے اعانت واشاعت کا راہ راست پر کہ اتباع سواد اعظم ہے، بلند کریں اور خاص وعام کو حق سے آگاہ کریں۔مولوی عبدالحیٔ ومولوی اسماعیل اس خوف سے کہ ہمارے عقائد فاسدہ طشت از بام نہ ہو جائیں، روبراہ نہ لائے۔

آخر مولوی رشید الدین خاں صاحب نے ۱۲۴۰ھ میں باتفاق مولوی مخصوص اللہ اور مولوی موسیٰ خلف الرشید مولوی شاہ رفیع الدین صاحب مرحوم اور دیگر علما بحضور عامہ اعیان وآحاد علیٰ رؤس الاشہاد مجمع خاص وعام جامع مسجد دلی میں کیا اور مسائل متنازعہ میں

مباحثہ کر کے الزام دیا اور ایسا مغلوب وعاجز کیا کہ ان کی غلطی سب پر ظاہر وباہر ہوگئی، اور مفتی صدرالدین محمد خاں صاحب نے بھی اصلاح وفہمائش کی کوشش کی۔ مولوی اسماعیل کو اس بات پر آمادہ کرلیا کہ وہ تحقیق اور مطالعہ کتب کی طرف متوجہ ہوں۔ افراط وتفریط ترک کریں۔ سواداعظم کی مخالفت سے باز آئیں اور اس بات کا اظہار واعلان مسجد کے اندر مجمع عوام وخواص میں کریں، لیکن (اسماعیل) اقرار کے باوجود اس سے پھر گئے اور اختلافی مسائل میں ایک فتویٰ مفتی صاحب کے دستخط اور مہر سے مزین کیا گیا‘‘۔

(بوارق محمدیہ مترجم ص۵۳-تاج الفحول اکیڈمی بدایوں شریف)

فصل چہارم

اسماعیل دہلوی کا دوسکوت

اسماعیل دہلوی سے دوسکوت ثابت ہے۔(۱) جامع مسجد دہلی کے مناظرہ میں سکوت (۲) تحقیق الفتویٰ میں تکفیر کے بعد سکوت۔

جامع مسجد دہلی کے مناظرہ میں اسماعیل دہلوی کے سکوت کی وجہ یہ تھی کہ اس مباحثہ میں عبدالحیٔ بڈھانوی بحث کررہا تھا۔ دہلوی آغاز بحث سے ہی خاموش تھا، پھر بحث کے درمیان ہی نکل کر چلا آیا۔

چوں کہ اس مباحثہ میں تقویۃ الایمان کی عبارتوں پر بحث نہیں تھی، اس لیے اس سکوت سے بحث تکفیر کا کوئی تعلق نہیں۔

تحقیق الفتویٰ میں تکفیر کے بعد دہلوی کا سکوت ثابت ہے۔ اس سکوت کا سبب یہ تھا کہ دہلوی اسی سال حج کو جانے والا تھا اور حج سے واپسی کے بعد جہاد کو جانے والا تھا۔ اگر وہ باہمی اختلافی امور میں خود کو مشغول کرلیتا تو اس سے عوام مسلمین میں مزید اختلاف وانتشار پھیلتا اور اس کی تحریک جہاد اس سے متاثر ہوتی۔ جہاد کے لیے رقم بھی مسلمانوں سے حاصل کرنی تھی اور جہاد کے لیے مجاہدین بھی جماعت مسلمین سے حاصل کرنا تھا۔ اسماعیل دہلوی نے خموشی میں بھلائی سمجھتے ہوئے سکوت اختیار کرلیا۔

تحقیق الفتویٰ میں تکفیر کے بعد دہلوی کا سکوت

(۱) علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:

’’شفاعت کے بیان میں جو کچھ اسماعیل دہلوی نے لکھا۔ علمائے وقت نے ان کے روبروان کا رد کیا۔ مولانا فضل حق خیرآبادی جزاہ اللہ خیراً نے تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ نام سے شرح وبسط سے کتاب لکھی، اور اسماعیل دہلوی کی تکفیر ثابت کی، اور علمائے دیندار کی اس پر مہریں ہوئیں اور ان سے اس کا کوئی جواب نہ بن پڑا، جس کو چاہئے، بالتفصیل وہاں دیکھ لے‘‘۔ (الفوز المبین ص۲۹۱-رضا اکیڈمی ممبئی)

(۲) ’’مولوی فضل حق صاحب خیرآبادی جزاہ اللہ خیراً کہ علم وفضل میں مولوی اسماعیل وغیرہ کو ان سے کچھ نسبت نہیں۔ علوم عقلیہ

ونقلیہ اپنے والد ماجد سے جو یگانۂ عصر تھے، حاصل کیے۔ ہرطرح مولوی اسماعیل کے روبروان کا ردوابطال کیا اور تکفیر کی نوبت تحریر میں آئی ۔مسئلہ شفاعت میں مولوی اسماعیل نے حرکت مذبوحی کچھ جواب میں کی ،آخر کو عاجز وساکت ہو گئے ،اور تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ کمال شرح وبسط سے مولوی فضل حق صاحب نے لکھا''۔ (سیف الجبار ص۵۹)

(۳) مسئلہ شفاعت میں اسماعیل دہلوی کی تائید کرتے ہوئے ایک گمراہ نے ایک رسالہ''تنبیہ الغافلین'' لکھا۔اسماعیل دہلوی کے موقف کی تائید میں اس نے شیخ سعدی شیرازی (۵۸۹ھ-۶۹۱ھ) کی مشہور آفاق کتاب''بوستاں'' کے ایک شعر کو نقل کیا۔

علامہ فضل رسول بدایونی نے تنبیہ الغافلین کے جواب میں رقم فرمایا:''وہ گستاخیاں اور بے ادبیاں جو حضرات انبیا علیہم السلام کی شان میں اسماعیل دہلوی صاحب سے ہوئیں، جن کے باعث مولوی فضل حق خیرآبادی نے تحقیق الفتویٰ میں اسماعیل دہلوی کے روبرو اس کی تکفیر کی اوران سے کچھ جواب نہ بن پڑا، ویسی گستاخیاں اور بے ادبیاں شیخ سعدی کے کلام میں کہاں''؟ (الفوز المبین ص ۳۱۸)

تکفیر کے بعد دہلوی کے سکوت کا سبب کیا تھا؟

اسماعیل دہلوی سال ۱۲۴۰ھ میں حج کو جانے والا تھا۔حج سے واپسی کے بعد جہاد کو جانے والا تھا۔اسی سال ۲۹:ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ کو جامع مسجد دہلی کا مناظرہ ہوگیا، پھراسی سال ۱۸: رمضان ۱۲۴۰ھ کو تحقیق الفتویٰ میں کفر کا فتویٰ عائد ہوگیا۔اگر دہلوی تاویل وتوضیح میں مبتلا ہوتا تو ماحول مزید خراب ہو جاتا اور جہاد کے لیے افراد مہیا نہیں ہوتے ،نہ ہی اخراجات فراہم ہوسکتے تھے،اسی لیے اسماعیل دہلوی اور اس کے متبعین نے خموشی اختیار کی ۔مناظرۂ دہلی کے بعد اور تکفیر کے بعد بھی دہلوی اوراس کے متبعین نے خموشی اختیار کی ۔

جامع مسجد دہلی کے مناظرہ کے بعد خاموشی

علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ القوی نے جامع مسجد دہلی کے مناظرہ کے بعد حالات رقم فرماتے ہوئے تحریر فرمایا:

''پھر تو حال یہ ہوا کہ ہر ایک مسئلہ میں ادنیٰ ادنیٰ سے آدمی سے قائل ہونے لگے،اوراطراف وجوانب میں بھی یہ تقریریں اور تحریریں جابجا پھیل پڑیں۔سب پر ظاہر ہوگیا کہ مولوی اسماعیل کا طریقہ مخالف ہے تمام سلف صالح کے اور اپنے خاندان کے بھی مخالف ہے،اور سبب اعتبار کا وہی نسبت خاندان کی تھی ۔ جب اس کے خلاف ٹھہرے تو کچھ اعتبار نہ رہا اور ساری قلعی کھل گئی اور ہر ایک جگہ جو اہل علم تھے،متوجہ ہوئے ان کی بے دینی کے اظہار اوراس کا رد لکھنے پر۔

ایسے سببوں سے آگ ان کے فتنے کی ٹھنڈی ہوگئی،اور نئے دین والے بھی زبان دبا کر بات کرنے لگے اور توجیہ بات بنانے میں اور تقیہ جاری ہوا۔ہزاروں ہزار آدمی اس طریقے سے تائب ہوئے۔صرف وہی لوگ کہ جن کو سخن پروری کا پاس دین پر غالب ہوا، یا جن کو وہ پیشہ واسطہ ہوا دنیا پیدا کرنے کا،اس پر قائم رہے،مگر نہایت ذلت وخواری کے ساتھ،اہل علم کی مجلسوں میں تقیہ سے گزارا کر کے مولوی اسماعیل وغیرہ ارکان دین جدید نے بھی اس بحث کو کم کر کے وعظ کو منحصر کیا جہاد کی ترغیب پر،اس حیلہ جمیلہ سے کہ امر محمود ہے،بہت لوگ

اکٹھے ہوئے اور روپیہ جنس بھی، جس کو توفیق ہوئی، بقدر حوصلہ دیا۔ایک جماعت کے ساتھ گئے افغانستان کو اور سید احمد کو امیر المومنین بنایا''۔

(سیف الجبار ص ۱۰۰ تا ص ۱۰۳-تاج الفحول اکیڈمی بدایوں شریف)

تحقیق الفتویٰ میں تکفیر کے بعد خاموشی

علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ القوی نے رقم فرمایا:''انہیں ایام میں مولوی فضل حق صاحب مرحوم نے اسماعیل پر تاخت کی، یعنی شفاعت کے مقدمے جو کچھ مولوی اسماعیل سے سرزد ہوا،اس پر گرفت کی۔اسماعیل نے ابتداءً کچھ حرکت مذبوحی کی۔انجام کار جواب سے عاجز ہوا،اور کتاب تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ (تصنیف مولوی فضل حق صاحب مرحوم کی) رافع جملہ اوہام، مزین بمہر ودستخط علمائے اعلام اطراف واکناف میں شائع وذائع ہوگئی۔اس سبب شورش وطغیان کا کچھ کم ہوا،اور واعظین دین جدید نے بھی ذرا لگام توسن کلام کی کھینچی،اور مجلس وعظ میں بجائے شدت کے رفق ولین کو کام فرمایا،اور قال وقیل میں باب تقیہ یا تاویل کا مفتوح کیا۔گویا یہ فتنہ بیخ سے برکندہ ہوگیا۔اب اس دین جدید نے رنگ اور پیدا کیا کہ مولوی اسماعیل نے وعظ غزا کا شروع کیا، چوں کہ یہ بات پسند خاطر عوام اہل اسلام تھی تو ہر کسی نے جان ومال سے حاضر ہوکر خدمت کی۔جب کچھ جمعیت پیدا کی تو افغانستان پر پہنچے''۔

(البوارق المحمدیہ مترجم ص ۵۴-تاج الفحول اکیڈمی بدایوں شریف)

تکفیر کے بعد سکوت اور تحقیق الفتویٰ کا فتویٰ

اسماعیل دہلوی نے تحقیق الفتویٰ میں اپنی تکفیر کے بعد سکوت اختیار کرلیا۔اس سکوت کے متعدد اسباب ہوسکتے ہیں۔اگر یہی تسلیم کرلیا جائے کہ وہ جواب سے عاجز ہونے کی بنیاد پر ساکت وخاموش رہا تو اس خموشی وسکوت کے سبب تحقیق الفتویٰ میں رقم کردہ کفر فقہی کا فتویٰ کفر کلامی کے فتویٰ سے بدل نہیں سکتا، بلکہ اس سکوت کے بعد مندرجہ ذیل امور پر غور کرنا ہوگا۔

(۱)امر اول: کیا اسماعیل دہلوی کا سکوت جواب سے عاجز ہونے کے سبب تھا؟

(۲)امر دوم: کیا جواب سے عاجز ہونے پر سکوت وخموشی بیان واقرار کی منزل میں ہے؟

یعنی علامہ خیرآبادی کے بیان حکم پر اسماعیل دہلوی کے سکوت سے یہ ثابت ہوجائے گا کہ علامہ خیرآبادی نے جو حکم بیان فرمایا ہے، وہ دہلوی کو منظور ہے،اور یہ سکوت اقرار کی منزل میں ہے؟

(۳)امر سوم: کیا اس سکوت کے سبب اسماعیل دہلوی کی کفری معنی میں محتمل عبارت،کفری معنی میں متعین ومفسر ہوجائے گی؟

(۴)امر چہارم: اگر یہ سکوت بیان کی منزل میں ہے تو فقہا ومتکلمین دونوں کے یہاں یہ سکوت بیان کی منزل میں ہے؟ یا صرف فقہا کے یہاں بیان کی منزل میں ہے؟

(۵)امر پنجم: اگر متکلمین کے یہاں سکوت وخموشی بیان واقرار کی منزل میں نہیں ہے تو پھر اسماعیل دہلوی پر کفر کلامی عائد ہونے کی

کوئی صورت نہیں، کیوں کہ اسماعیل دہلوی کی عبارتیں کفری معنی میں متعین نہیں اور سکوت وخموشی متکلمین کے یہاں بیان کی منزل میں نہیں، لہٰذا یہ سکوت عدم کی منزل میں ہوگا اور دہلوی کی عبارت کفری معنی میں محتمل ہی رہے گی، متعین ومفسر نہیں ہوگی۔

(۶) امر ششم: اگر اسماعیل دہلوی کا سکوت متکلمین کے یہاں بھی بیان واقرار کی منزل میں ہے، اوراس سکوت کے سبب اسماعیل دہلوی کی کفری معنی میں محتمل عبارت اب کفری معنی میں مفسر ومتعین ہوگئی تو بھی تحقیق الفتویٰ کا کفر فقہی کا فتویٰ کفر کلامی سے بدل نہیں سکتا، بلکہ اب جدید فتویٰ جاری کرنا ہوگا، جس میں یہ وضاحت درج کرنی ہوگی کہ اسماعیل دہلوی کی محتمل عبارت تحقیق الفتویٰ میں فتویٰ کفر کے بعد سکوت کے سبب کفری معنی میں متعین ومفسر ہوگئی، لہٰذا وہ کافر کلامی قرار پایا۔ الحاصل تحقیق الفتویٰ کے فتویٰ کے لیے گنجائش نہیں ہے کہ اسے کفر کلامی کا فتویٰ قرار دیا جائے۔

علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ القوی کی تحریروں میں صراحت ہے کہ اسماعیل دہلوی نے تحقیق الفتویٰ میں تکفیر کے بعد خموشی اختیار کر لی۔ بعض اہل علم کا یہ خیال کہ جامع مسجد دہلی کے مناظرہ میں دہلوی کی خموشی اور سکوت کے سبب یا اسماعیل دہلوی کی تاویل باطل کے سبب تقویۃ الایمان کی عبارت کفری معنی میں متعین ہوگئی، پھر علامہ فضل حق خیر آبادی نے اسماعیل دہلوی پر کفر کلامی کا فتویٰ دیا۔

یہ قول متعدد وجوہ سے باطل ہے:

(۱) اگر علامہ خیر آبادی کی نظر میں اسماعیل دہلوی کی تاویل یا خموشی کے سبب اس کی کفری عبارتیں کفری معنی میں متعین ہوگئی تھیں تو علامہ خیر آبادی تحقیق الفتویٰ میں اس تاویل کا ذکر فرماتے، جس کے سبب وہ عبارت کفری معنی میں متعین ہوگئی۔ اگر سکوت کے سبب تعین ہوا تھا تو علامہ خیر آبادی اس کا تذکرہ فرماتے، کیوں کہ تحقیق الفتویٰ مفصل کتاب ہے، یہ کوئی مختصر فتویٰ نہیں ہے۔

علامہ خیر آبادی نے اس کتاب میں ان تمام امور کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے، جن کے سبب انہوں نے حکم کفر جاری فرمایا۔

علامہ خیر آبادی نے تقویۃ الایمان کی بعض عبارتوں کی توضیح بعض دوسری عبارتوں سے کی، یا عرف استعمال یا لغت کے ذریعہ تشریح کی۔ تحقیق الفتویٰ کے مقام ثالث میں یہ توضیحات مرقوم ہیں۔

جب علامہ خیر آبادی سے تقویۃ الایمان کی بحث شفاعت کی عبارت نقل کر کے سوال ہوا تو علامہ ممدوح نے اس عبارت پر چند سوال تحریر فرمائے۔ وہ سوال نامہ ((تقریر اعتراضات بر تقویۃ الایمان)) کے نام سے موسوم ہے۔

اسماعیل دہلوی نے ((تقریر اعتراضات بر تقویۃ الایمان)) کے سوالوں کا جواب رسالہ یک روزہ میں لکھا۔

علامہ خیر آبادی نے تقویۃ الایمان میں تقویۃ الایمان کی منقولہ عبارت اور رسالہ یک روزہ کا رد فرمایا اور حکم کفر جاری فرمایا۔

تقویۃ الایمان کی عبارت کی توضیح کے باب میں اسماعیل دہلوی کا صرف یہی ایک رسالہ یک روزہ ہے۔

دراصل رسالہ یک روزہ میں علامہ فضل حق خیر آبادی کے سوالوں کے جواب ہیں۔

علامہ فضل رسول بدایونی کی تحریروں میں اسماعیل دہلوی کی حرکت مذبوحی سے یہی رسالہ یک روزہ مراد ہے۔

(۲) جامع مسجد دہلی میں علامہ رشید الدین خاں اور عبدالحیٔ بڈھانوی کے درمیان بحث ہوئی تھی۔ اسماعیل دہلوی گرچہ وہاں موجود تھا، لیکن وہ بحث میں حصہ نہیں لیا، اور وہ شروع سے خاموش تھا، پھر بحث کے درمیان ہی بھاگ نکلا۔ علامہ فضل حق خیرآبادی جامع مسجد دہلی کے مناظرہ میں موجود نہیں تھے۔ گرچہ یہ مناظرہ علامہ خیرآبادی اور اکابر علما کے مشورہ سے ہوا تھا۔

اسماعیل دہلوی اول امر سے خاموش تھا، ایسا نہیں کہ کسی سوال کے جواب میں وہ خاموش ہو گیا، یا وہ اپنی عبارت کی صحیح تاویل نہ کر سکا، اس لیے خاموش ہو گیا، بلکہ وہ شروع سے خاموش تھا۔

واضح رہے کہ اس قسم کے سکوت سے محتمل عبارت کسی مفہوم میں متعین نہیں ہو جاتی۔

(۳) جامع مسجد دہلی کے مناظرہ میں تقویۃ الایمان کی عبارتوں پر بحث نہیں ہوئی تھی۔ اس وقت تقویۃ الایمان کی اشاعت نہیں ہوئی تھی۔ علمائے اہل سنت تقویۃ الایمان کی عبارتوں پر آگاہ نہیں تھے۔ دہلی کے مناظرہ میں بدعت سے متعلق سوالات تھے۔

دراصل اسماعیل دہلوی اور عبدالحیٔ بڈھانوی اپنے وعظ میں معمولات اہل سنت کو بدعت کہا کرتے تھے، اور علمائے اہل سنت کو مناظرہ کا چیلنج دیا کرتے تھے، اس لیے علمائے اہل سنت نے اس فتنہ کو روکنے کے لیے یہ مناظرہ ومباحثہ کیا تھا۔

(۴) کیا سکوت بیان قطعی ہے، یا بیان ظنی؟ اگر قطعی ہے تو قطعی بالمعنی الاعم ہے، یا قطعی بالمعنی الاخص؟

حق یہ ہے کہ سکوت اپنے شرائط کے ساتھ بیان ظنی کے درجہ میں ہے، پس تکفیر کے بعد بھی دہلوی کے سکوت کے سبب اس پر کفر کلامی کا حکم عائد نہیں ہوگا، کیوں کہ سکوت بیان قطعی کی منزل میں نہیں ہے۔

تحقیق الفتویٰ میں تکفیر سے قبل سکوت پایا نہیں گیا، لہٰذا تحقیق الفتویٰ میں مذکور تکفیر کا تکفیر کلامی ہونا ممکن نہیں۔

متردد کب متعین ہو جاتا ہے؟

وضع کے اعتبار سے جو متردد ہو، وہ مشترک کی طرح ہے، اور استعمال کے اعتبار سے جو متردد ہو، وہ کنایہ کی طرح ہے۔

خفی المراد یعنی خفی، مشکل اور مجمل کا معنی جب دلیل ظنی سے متعین ہو جائے تو وہ مبین ہے، اور اس کو مؤول بھی کہا جاتا ہے اور اگر خفی المراد کا معنی دلیل قطعی سے متعین ہو جائے تو وہ مفسر ہو جاتا ہے۔ ذیل میں مختلف اصطلاحات کے مطالب اور تعریفات مرقوم ہیں۔

مجمل کی تعریف

قال الغزالی: ﴿والمجملُ هو اللفظ الصالح لِاَحدِ معنيين الذى لايتعين معناه–لاَبِوَضْعِ اللُّغَةِ وَلَابِعُرْفِ الْاِسْتِعْمَالِ﴾ (المستصفٰی ج ۱ ص ۳۴۵)

مبین کی تعریف

قال الزركشى: ﴿فصل فى المُبَيَّنِ: وَيُطْلَقُ عَلَى الْخِطَابِ الْمُحْتَاجِ اِلَى الْبَيَانِ وَوَرَدَ بَيَانُهُ–وَعَلَى الْخِطَاب

الرسالة العاشرة

الْمُبْتَدَأِ الْمُسْتَغْنِي عَنِ الْبَيَانِ–وَهُوَ اِمَّا اَنْ يَدُلَّ بِحَسْبِ الْوَضْعِ وَهُوَالنَّص والظاهر–اَوْ بِحَسْبِ الْمَعْنٰى كالمفهوم﴾
(البحرالمحیط ج۳ص۴۸۵)

توضیح:امام زرکشی کی عبارت میں ''مفہوم'' سے مراد وہ ہے جو اصولیوں کے یہاں مفہوم موافق اور مفہوم مخالف ہے۔احناف کے یہاں مفہوم پردلالت کے اعتبار سے چار قسمیں ہیں:(۱)عبارۃ النص (۲)دلالۃ النص (۳)اشارۃ النص (۴)اقتضاء النص۔

قال الأمدی:﴿واما المبین فقد یطلق ویراد به ما کان من الخطاب المبتدأ المستغنی بنفسه عن بیان–وقد یـراد بـه مـا کَانَ مُحْتَاجًا الی البیان وَقَدْ وَرَدَ عَلَیْهِ بَیَانُه–وذلک کاللفظ المُجْمَلِ اذا بُیِّنَ المرادُ منه–والعامُّ بَعْدَ التخصیص–والمطلقُ بَعْدَ التقیید–والفعلُ اِذَا اِقْتَرَنَ بِهٖ مَا یَدُلُّ عَلَی الْوَجْهِ الَّذِیْ قُصِدَ مِنْهُ–اِلٰی غَیْرِ ذٰلِکَ﴾
(الاحکام فی اصول الاحکام ج۳ص۳۴)

قـال ابـن الـحاجب:﴿والمبین نقیض المجمل–(شرح) ثم عَرَّفَ الْمُصَنِّفُ الْمُبَیَّنَ بِاَنَّهٗ نَقِیْضُ الْمُجْمَلُ–وَهُوَ مَا یَتَّضِحُ دَلَالَتُهٗ–وَیَدْخُلُ فِیْهِ الْخِطَابُ الَّذِیْ وَرَدَ مُبَیَّنًا اِبْتِدَاءً–ثُمَّ الْمُبَیَّنُ اِمَّا قَوْلٌ مُفْرَدٌ–اَوْمُرَکَّبٌ– وَاِمَّا فِعْلٌ سَبَقَ اجمالُه–اَوْلَمْ یَسْبِقْ﴾(بیان المختصر فی علمی الاصول والجدل ج٢ص١٣٦)

توضیح:مبین کی طرح مجمل بھی کبھی مفرد اور کبھی مرکب ہوتا ہے،یعنی بیان واجمال سے مفرد ومرکب دونوں متصف ہوتے ہیں۔

قـال الـعلامة محب اللّٰه بن عبد الشکور البهاری:﴿الاجمال اما فی مفردٍ نفسِه کالعین والمختار–اَوْ فِیْ مُرَکَّبٍ بِجُمْلَتِه الخ﴾(مسلم الثبوت ج۲ص۳۲)

جب بیان قطعی ہوتو مبین قطعی ہوگا،ورنہ غیر قطعی ہوگا۔تکفیر کلامی کے لیے ضروری ہے کہ ضروریات دین میں سے کسی امر کا انکار مفسر طور پر ہو،یا مومن بہ کا استخفاف مفسر طور پر ہو۔انکار واستخفاف قطعی بالمعنی الاخص طور پر ہونا لازم ہے۔اگر انکار واستخفاف ظنی ہو،یا قطعی بالمعنی الاعم کے طریقے پر ہوتو کفر کلامی کا حکم نہیں ہوگا۔

مؤول کی تعریف

جب خفی،مشکل اور مجمل سے خفا کا زوال دلیل ظنی سے ہو،یا مشترک کے بعض معانی دلیل ظنی سے ترجیح پائیں تو یہ مؤول ہے۔

اگر خفا کا زوال اور معنی مراد کا تعین دلیل قطعی سے ہو تو یہ مفسر ہے۔

قـال الملا جیون:﴿ان المشترک مادام لم یترجح احد معنییه علی الأخر فهو مشترکٌ–وَاِذَا تَرَجَّحَ اَحَدُ مَعْنَیَیْهِ بتاویل المجتهد–صَارَذٰلِکَ الْمُشْتَرَکُ بِعَیْنِهٖ مُؤَوَّلًا﴾(نورالانوارص۸۵)

قال النسفی فی متن المنار:﴿وَاَمَّا الْمُؤَوَّلُ فَمَا تَرَجَّحَ مِنَ الْمُشْتَرَکِ بَعْضُ وُجُوْهِهٖ بِغَالِبِ الرَّأیِ﴾
(نورالانوارص۸۵)

الرسالة العاشرة

قال الملا جیون:﴿فالخفی والمشکل والمجمل اذازال خفائها بدلیل ظنی صَارَمؤوَّلا﴾
(نورالانوارص۸۵)

توضیح:جب مشترک،خفی،مشکل اورمجمل کامعنی دلیل قطعی سے متعین ہوجائے تووہ مفسر ہوجاتا ہے۔

قال التفتازانی ناقلًا عن "المیزان":﴿ان المجمل والمشکل والخفی والمشترک اذا لحقها البیان بدلیل قطعی یسمی مفسرًا–وَاِذَا زَالَ خِفَائُهَا بدلیل فیه شُبْهَةٌ کخبر الواحد و القیاس یُسَمّٰی مؤوَّلًا﴾(التلویح ج اص۳۳)

توضیح:مجمل ومشکل اورخفی ومشترک سے جب بیان قطعی لاحق ہوجائے تو وہ مفسر ہوجاتے ہیں اور جب بیان غیر قطعی لاحق ہوتو مؤول کہلاتے ہیں۔مجمل ومشکل اورخفی ومشترک میں تاویل جاری نہیں ہوگی،کیوں کہ تاویل کے لیے شرط ہے کہ ایک معنی راجح اور دوسرا مرجوح ہو،مجمل ومشکل اورخفی ومشترک میں یہ کیفیت نہیں پائی جاتی کہ ایک معنی راجح اوردوسرامعنی مرجوح ہو۔

مفسر کی تعریف

جب مشترک،خفی،مشکل اورمجمل کامعنی دلیل قطعی سے راجح ہوجائے تووہ مفسر ہوجاتا ہے۔

قَالَ الـمُلّا جیـون:﴿(واما الـمفسر فما ازداد وضوحًا علی النص علٰی وجهٍ لا یبقی معه احتمالُ التأویل والتخصیص)–سواء انقطع ذلک الاحتمال ببیان النبی علیه السلام بان کان مجملًا فلحقه بیان قاطع بفعل النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم اوبقوله فصارمفسرًا–او بایراد اللّٰه تعالٰی کَلِمَةً زَائِدَةً یَنْسَدُّ بِهَا بَابُ التَّخْصِیْصِ وَالتَّاوِیْلِ﴾(نورالانوارص۸۶)

توضیح:اسی طرح جب ظاہر(اورعندالاحناف ظاہر ونص)میں جب احتمال مرجوح زائل ہوجائے،اورراجح معنی دلیل قطعی سے متعین ہوجائے تووہ مفسراورقطعی ہے۔اسی طرح قائل کا کفریہ قول جب کفرمفسراورمتعین ہوتووہ بھی قطعی ہے۔جب کفرظاہر یا نص کے طور پر ہو،یعنی معنی مرجوح کااحتمال رکھتا ہو،پھرقائل کے بیان قطعی سے کفری معنی متعین ہوجائے تویہ کفربھی مفسراورقطعی ہوجائے گا۔

کفرکلامی کاحکم اس وقت جاری ہوتا ہے،جب وہ قول کفری معنی میں مفسرہو،یاوہ ظاہرونص تھا،پھرقائل کے بیان سے کفری معنی متعین ہوگیاتووہ بھی کفرکلامی ہوگا۔جب دوسرے معنی کااحتمال ہوتو کفرکلامی نہیں ہوگا۔

بیان قطعی یاتو قولی ہوگا یافعلی،اورسکوت بیان نہیں،بلکہ عدم بیان ہے۔سوال کے وقت سکوت اگر چہ بیان کے درجہ میں ہے،لیکن وہ بیان قطعی نہیں ہے۔کیوں کہ سکوت کبھی جواب اورتاویل سے عاجز ہونے کے سبب بھی ہوتا ہے۔کبھی تامل اورمعاملہ میں غوروفکر کے سبب بھی ہوتا ہے۔کبھی غصہ اورناراضگی کے سبب بھی ہوتا ہے۔کبھی سائل کی ہیبت کے سبب بھی ہوتا ہے۔کبھی غلطی کے خوف کے سبب بھی ہوتا ہے۔کبھی اپنے مافی الضمیر کی تعبیر پرصحیح قدرت نہ ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔اس کےعلاوہ بھی متعدد عادی اسباب ہیں۔ان صورتوں کی موجودگی میں سکوت کوبیان قطعی کیوں کرتسلیم کیاجاسکتا ہے۔

الرسالة العاشرة

قال التفتازانی:﴿ان المجمل والمشكل والخفی والمشترک اذا لحقها البيان بدليل قطعی يسمی مُفَسَّرًا–وَاِذَا زَالَ خِفَائُهَا بِدَلِيْلٍ فِيْهِ شُبْهَةٌ كخبرالواحد والقياس يُسَمّٰی مؤولًا﴾ (التلويح ج ا ص ۳۳)

فقہا کے یہاں سکوت بیان کی منزل میں

بیان کی بحث مفسر ومؤول کی بحث میں رقم کی جا چکی۔یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ بعض بیان ظنی ہوتا ہے،اور بعض بیان قطعی ہوتا ہے۔

قال الغزالی:﴿واعلم ان كل مُفِيْدٍ مِنْ كلام الشارع وفعله وسكوته واستبشاره حيث يكون دليلًا وتنبيهه بفحوی الكلام عَلٰی علة الحكم–كل ذلک بيان–لان جميع ذلک دليل–وَاِنْ كَانَ بَعْضُهَا يُفِيْدُ غَلْبَةَ الظَّنِّ–فهو من حيث انه يفيد العلم بوجوب العمل قَطْعًا،دَلِيْلٌ وَبَيَانٌ وَكَالنَّصِّ–نَعَمْ،كُلُّ مَا لَا يُفِيْدُ عِلْمًا وَلَاظَنًّا ظَاهِرًا–فَهُوَ مُجْمَلٌ–وَلَيْسَ ببيان–بَلْ هُوَ مُحْتَاجٌ اِلَی الْبَيَانِ﴾ (المستصفٰی ج ا ص ۳۶۷)

توضیح:حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول،فعل،سکوت،اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اظہار خوشی فرمانا کسی مجمل کے لیے بیان ہے۔اسی طرح انداز کلام سے علت حکم کو بتانا بھی کسی قول مجمل کے لیے بیان ہے۔ان میں سے بعض بیان ظنی ہیں۔ان میں سے جو بیان مجمل کلام کے مفہوم کی اس طرح صراحت کرے کہ کسی قسم کا احتمال نہ رہے تو وہ بیان قطعی ہے۔مفسر کے بیان میں گزر چکا کہ بیان قطعی قول اور فعل دونوں ہے۔یہی بیان حکم کا مدار ہوگا،گرچہ اصل کلام حکم کا مبدا ہوتا ہے۔

متکلمین کے یہاں سکوت بیان کی منزل میں نہیں

متکلمین کے یہاں سکوت بیان کی منزل میں نہیں ہے۔صرف قول کے ذریعہ بیان واقع ہوگا،پس دہلوی کا سکوت بیان نہیں۔

قال الغزالی(۴۵۰ھ–۵۰۵ھ):﴿وقال تعالٰی(هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ)وَاَرَادَبِهٖ الْقُرْاٰنَ–وَعَلٰی هٰذَا فَبَيَانُ الشَّیْءِ قَدْ يكون بعباراتٍ وُضِعَتْ بِالْاِصْطِلَاحِ–فَهِیَ بَيَانٌ فِیْ حَقِّ مَنْ تَقَدَّمَتْ مَعْرَفَتُهٗ بِوَجْهِ الْمُوَاضَعَةِ–وَقَدْ يكون بالفعل والاشارة والرَّمْزِ–اِذِ الْكُلُّ دَلِيْلٌ وَمُبَيِّنٌ–وَلٰكِنْ صَارَ فِیْ عُرْفِ الْمُتَكَلِّمِيْنَ مَخْصُوْصًا بالدلالة بالقول–فَيُقَال له"بيان حسن"اَیْ كَلَامٌ حَسَنٌ رَشِيْقُ الدَّلَالَةِ عَلَی الْمَقَاصِدِ﴾(المستصفٰی ج ا ص ۳۶۶)

توضیح:محررہ بالا عبارت سے واضح ہوگیا کہ متکلمین کے یہاں صرف قول کے ذریعہ بیان واقع ہوتا ہے۔فعل،اشارہ،رمز وغیرہ بیان کے درجہ میں نہیں،پس تکفیر کے بعد دہلوی کا سکوت یا جامع مسجد میں دہلوی کا سکوت اور مناظرہ سے فرار بیان کی منزل میں نہیں، کیوں کہ یہاں احتمال ہے کہ مجلس سے فرار ناراضگی اور غضب کے سبب ہوا ہو،جیسا کہ مجلس میں دہلوی کے اقوال اس پر دلالت کرتے ہیں ۔دہلوی نے مجلس میں کہا تھا کہ میں کسی کے باپ کا نوکر نہیں ہوں،یعنی میں کسی کا نوکر ہوتا تو اس کی طاعت کرتا۔

علامہ فضل رسول بدایونی نے جامع مسجد دہلی کے بیان میں تحریر فرمایا:"مولوی اسمٰعیل نے پہلے ہی استفسار سے ارادہ کیا اٹھ جانے کا

الرسالة العاشرة

۔مولوی رحمت اللہ صاحب نے کہا کہ ذرا تشریف رکھیے کہ جناب کے بھی دستخط اس تحریر پر ضروری ہیں۔
مولوی اسماعیل نے کہا کہ میں کسی کے باپ کا نوکر نہیں ہوں، میرے واسطے محتسب لا! اے مردود! میرے ساتھ سختی کرتا ہے۔انھوں نے کہا کہ حضرت! میں سختی نہیں کرتا،عرض کرتا ہوں، پھر مولوی اسماعیل نے کہا کہ میرے رسالہ کا جواب لکھ۔
مولوی رحمت اللہ صاحب نے کہا کہ رسالہ آپ کا میری بغل میں ہے۔اگر فرمائیے،اسی مجمع میں جواب عرض کروں۔غصہ کھا کر کچھ نہ کہا، پھر مولوی رحمت اللہ نے کہا۔جواب عقلی لکھوں یا نقلی؟ کہا۔جیسا چاہے، پھر مولوی رحمت اللہ نے کہا کہ رد جواب اس کا لکھو گے؟ کہا کہ میں محکوم کسی کا نہیں ہوں۔مولوی رحمت اللہ نے کہا کہ نئے عقیدے اپنے دل کے بنائے ہوئے کسی سے نہ فرمائیے،اور نہیں تو ابھی بحث کر لیجئے۔مولوی اسماعیل اٹھ بھاگے اور چلتے ہوئے''۔(سیف الجبار ص۱۰۰تا۱۰۳-تاج الفحول اکیڈمی بدایوں)

سوال : ماقبل میں ملا احمد جیون کا قول،نورالانوار کے حوالہ سے گزرا کہ بیان کبھی قولی اور کبھی فعلی ہوتا ہے،اور دونوں قطعی ہوتے ہیں اور مجمل کو مفسر بنا دیتے ہیں،پس یہ قول کہ فعل بیان قطعی نہیں ہوتا ہے، یہ کیسے درست ہوگا؟

جواب : فعل مستقل طور پر بیان قطعی نہیں ہوتا، بلکہ قول کے ساتھ بیان قطعی بن جاتا ہے۔اصل یہاں قول ہوتا ہے،اور فعل اس قول کی تشریح کرتا ہے۔

قال الامام احمد بن علی الرازی الجصاص فی اقسام البیان عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم :

﴿یکون البیان منہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالفعل ایضًا کفعلہ لاعداد رکعات الصلٰوۃ المفروضۃ واوصافھا –وقع بہ بیان المجمل من قولہ تعالٰی(وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ)ونحو فعلہ فی المناسک بیانًا لقولہ تعالٰی(وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ)

وقد اَکَّدَ ذلک بقولہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم(صَلُّوْا کَمَارَأَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ)وقولہ(خُذُوْاعَنِّیْ مَنَا سِکَکُمْ)– نَبَّھَھُمْ بِہٖ عَلٰی وُجوب اعتبار البیان بفعلہ عما اُجْمِلَ فِی الْکِتَابِ ذِکْرُہٗ.

ولیس کل فعلہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی الصلٰوۃ او الصدقۃ بیانًا للجملۃ التی فی الکتاب–لانہ لَوْصَلّٰی لِنَفْسِہٖ–لَمْ یَدُلَّ ذلک علٰی انہ بَیَانٌ لقولہ تعالٰی(اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ)ولو تصدق بصدقۃ–لم یدل علٰی انھا مرادہ بقولہ تعالٰی:(واٰتوا الزکاۃ)

وانما یقع علٰی وجہ البیان ما یجمع الناس علیہ من المکتوبات–او عُقِلَ مِنْ فِعْلِہٖ صلی اللّٰہ علیہ وسلم–اَنَّہٗ فَعَلَھَا علٰی انھا فرض–فیکون ھذا دلیلًا علٰی انہ معقول بالکتاب–فصار بَیَانًا لہ–لان قولہ تعالٰی(وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ) (واٰتوا الزکاۃ)موجب لفرضھما–وَمَا فَعَلَہٗ فِیْ نَفْسِہٖ–لَمْ یَثْبُتْ اَنَّہٗ فَعَلَہٗ فَرْضًا–فَلَا یَکُوْنُ فِیْہِ دَلَالَۃٌ عَلٰی اَنَّہٗ فَعَلَہٗ بَیَانًا﴾(الفصول فی الاصول ج۲ص۳۵–وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیۃ الکویت)

توضیح: مذکورہ بالاعبارت سے ظاہر ہوگیا کہ سکوت اسی وقت بیان ہوگا، جب قائل اس سکوت کو اپنے قول کے لیے بیان ہونے کی صراحت کرے، مثلاً امر مبحوث عنہ میں اسماعیل دہلوی یہ کہتا کہ میں خاموش ہوں، اس لیے کہ میں اس کفر کا التزام کر رہا ہوں، جو مجھ پر لازم آتا ہے۔ اگر دہلوی اس قسم کی صراحت نہ کرے تو اس کا سکوت بیان نہیں ہوگا۔

فقہا کے یہاں بعض امور وبعض احوال میں سکوت بیان کی منزل میں ہے، اور یہ بیان ظنی ہے۔ بیان قطعی نہیں۔

سوال: مباحثہ ومناظرہ میں سکوت اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اس کا التزام کرنے والا ہے، جو اس پر لازم کیا گیا، یعنی اپنے اوپر لازم آنے والے امر کو تسلیم کرنے والا ہے۔ دہلوی نے جامع مسجد کے مناظرہ میں خموشی اختیار کی تھی، کیا یہ سکوت تسلیم کی منزل میں نہیں؟

جواب: مناظرہ میں سکوت التزام وتسلیم پر دلیل قطعی نہیں۔ ممکن ہے کہ سکوت کسی اور سبب سے ہو۔ سکوت کے متعدد اسباب ماقبل میں بیان کیے گئے۔ کبھی مباحثہ میں سر چکرانے لگتا ہے اور مباحث ومناظر اس وجہ سے جواب پر قادر نہیں ہوتا ہے۔

قال الشیخ عبدالرشید الجونفوری:﴿وایضا ربما یحصل من المناظرۃ دوران الراس﴾

(الرشیدیہ شرح الشریفیہ ص ۷۷)

علامہ شیخ عبدالرشید جون پوری نے مناظرین کے لیے چند لازمی امور کو بیان کرتے ہوئے رقم فرمایا کہ اس سے مناظرہ نہ کرے، جو اس کی نظر میں قابل احترام اور صاحب ہیبت ہو۔

قال الشیخ عبدالرشید الجونفوری:﴿والسابع ان یحترز عمن کان مهیبًا محترمًا–اذ هیبة الخصم واحترامه ربما تزیل دقة نظره وحدة ذهنه﴾(الرشیدیہ شرح الشریفیہ ص ۸۰)

سوال: قرینہ دلالت کرتا ہے کہ قائل اس لیے خاموش ہوگیا کہ اس کے پاس کوئی مقبول تاویل نہیں ہے، اور اس نے اپنے قول کا بھی انکار نہیں کیا، پس عدم انکار اور عدم رجوع کے سبب لازم آیا کہ وہ اس کا التزام کر رہا ہے، جو اس پر لازم کیا گیا، اور کفر معلوم کا التزام کفر کلامی ہے، لہٰذا یہ سکوت اپنے کفر کے قبول والتزام کے لیے قرینہ ہوگیا، کیوں کہ قرینہ کبھی قطعی ہوتا ہے؟

قال بحر العلوم اللکھنوی:﴿(ان القرینة قد تفید القطع)ویجوز ان یکون ههنا قرینة قاطعة دالة–الخ﴾

(فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت ج ۲ ص ۲۰۶- دارالکتب العلمیہ بیروت)

جواب: ممکن ہے کہ ملزم کا سکوت عدم تاویل کے سبب ہو، اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا سکوت کسی دوسرے سبب سے ہو، پس جب یہاں احتمال پایا جاتا ہے تو دہلوی کا سکوت التزام کفر وقبول کفر کے لیے قطعی قرینہ نہیں ہوگا، ایسی صورت میں اس پر وارد ہونے والا حکم کفر، کفر کلامی کی منزل تک نہیں جا سکے گا۔

جب قرینہ قطعی ہو، تب وہ قطع ویقین کا افادہ کرے گا، جیسا کہ عبارت مذکورہ (قرینۃ قاطعۃ) سے واضح ہے، اور اگر قرینہ خود ظنی ہو تو وہ ظن ہی کا افادہ کرے گا۔

الرسالة العاشرة

علامہ بحرالعلوم عبدالعلی لکھنوی (۱۱۴۲ھ-۱۲۲۵ھ) نے تحریر فرمایا:

﴿فاذا کانت القرینة مظنونة مُحْتَمِلَةً–فَفَهْمُ الْمَعْنٰی اَیْضًا مُحْتَمِلٌ–فَتَأَمَّلْ–فَاِنَّهٗ مَوْضَعُ تَأَمُّلٍ﴾

(فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت ج۲ص ۵۱)

دہلوی کے سکوت کو قرینہ تسلیم بھی کیا جائے تو یہ قرینہ قطعیت بالمعنی الاخص کا سبب نہیں، اور تکفیر کلامی کے لیے قطعیت بالمعنی الاخص کی ضرورت ہوتی ہے، اور موجودہ قرینہ یعنی فتوئ کفر کے بعد دہلوی کا سکوت کفری معنی کے قبول والتزام پر قطعی قرینہ نہیں، پس ایسی صورت میں اس پر کفر کلامی کا حکم عائد نہیں ہوگا۔

سوال : جس طرح اسماعیل دہلوی کا سکوت اس کے کفر کو قبول کرنے پر قطعی قرینہ نہیں تو اسی طرح اشخاص اربعہ نے بھی حکم کفر کے بعد سکوت اختیار کیا تھا تو ان لوگوں کا سکوت بھی ان کے کفر پر قطعی قرینہ نہیں ہوگا؟ پھران پر کفر کلامی کا حکم کیوں کر آیا؟

جواب: اشخاص اربعہ کی عبارتیں کفری معنی میں متعین ومفسر ہیں۔حکم کفر کے بعد یہ لوگ سکوت کریں، یا تاویل کریں، بہر صورت ان پر حکم کفر قطعی طور پر وارد ہوگا۔

سوال : اشخاص اربعہ اپنی کفری عبارتوں کی تاویل کرتے ہیں، اوران مفاہیم کا انکار کرتے ہیں، جو آپ بیان کرتے ہیں تو ایسی صورت میں ان پر کفر کلامی کا حکم کیوں کر عائد ہوگا، جب کہ وہ ان مفاہیم کا انکار کرتے ہیں؟

جواب: جب کوئی کلام کفری معنی میں مفسر ہوتو متکلم کے بیان اور تاویل کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ بیان یا تاویل کلام مجمل یا ظاہر ونص میں قبول ہوتا ہے، کلام مفسر میں تاویل وبیان مقبول نہیں، بلکہ اس مفسر کلام پر حکم عائد ہوگا، خواہ ہزار تاویل پیش کردی جائے۔

سکوت کب بیان کی منزل میں ہے؟

قال صدر الشریعة البخاری(م۷۴۷ھ):﴿واما المجهول فان روی عنه السلف وشهدوا له بصحة الحدیث، صار مثل المعروف بالروایة وان سکتوا عن الطعن بعد النقل فکذا–لان السکوت عند الحاجة الی البیان بیان﴾(التنقیح والتوضیح ج۲ص ۶)

توضیح: جب بیان کی ضرورت ہو، اس وقت سکوت بیان کی منزل میں ہے۔دیگر مواقع پر سکوت بیان کی منزل میں نہیں۔

قال ابن نجیم الحنفی المصری:﴿لاینسب الٰی ساکت قول﴾(الاشباہ والنظائر ص ۱۵۱-قدیمی کتب خانہ کراچی)

سکوت بیان قطعی نہیں

سکوت بیان قطعی نہیں، پس سکوت کے سبب کسی محتمل قول کا کفری معنی میں متعین ہونا قطعی نہیں اور قطعیت کے بغیر کفر کلامی کا حکم عائد نہیں ہوتا، پس اسماعیل دہلوی کے سکوت کے سبب اس کا محتمل قول قطعی طور پر کفری معنی میں متعین نہیں ہوگا۔

الرسالة العاشرة

قال بحر العلوم اللكھنوی:﴿(اذا اُخْبِرَ بِحَضْرَتِهٖ عَلَيْهِ)وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الصَّلَاةُ وَ(السَّلَامُ فَلَمْ يُنْكِرْ)ذٰلِكَ الْخَبَرَ(فالظاهر)المظنون(الصدق)ای صدق الخبر–لان الظَّاهِرَ تقرير ذلک الخبر(لا القطع)بصدقه(كَمَاظُنَّ لِاِحْتِمَالِ اَنَّهٗ مَا سَمِعَ)الْخَبَرَ(اَوْمَا فَهِمَ)وَمَا عَلِمَ صِدْقَهٗ وَلَا كِذْبَهٗ لِكَوْنِهٖ دُنْيَوِيًّا(اَوْرَاٰى تاخيرَالانكار)اِلٰى وقت الحاجة(او) راٰى(عدم افادته)ای افادة الانكار لِكَوْنِ الْمُخْبِرِ مُتَعَنِّتًا–وَمَعَ جَوَازِ هٰذِهِ الْاِحْتِمَالَاتِ لَاقَطْعَ﴾

(فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت ج۲ص۱۲۵)

توضیح:مذکورہ بالاعبارت سے معلوم ہوا کہ سکوت کے متعدد اسباب ہیں۔ممکن ہے کہ اسماعیل دہلوی نے اس لیے سکوت کیا ہو کہ معاملہ مزید خراب نہ ہو،کیوں کہ جب اصل ملزم خاموش ہوجاتا ہے تو دوسرے افراد بھی خاموش رہتے ہیں،پس جب سکوت میں احتمال موجود ہے تو اس احتمال کی وجہ سے دہلوی کا محتمل قول کفری معنی میں مفسر نہیں ہوگا۔

بیان ظنی ہوتو اصل قول قطعی نہیں ہوسکتا

بیان اگر ظنی ہوتو اصل قول یعنی مبین قطعی نہیں ہوگا۔دہلوی سے بیان قطعی کا صدور نہیں ہوا،اس لیے اس کا قول تنقیص وتوہین میں قطعی بالمعنی الاخص نہیں ہوگا۔ایسی صورت میں دہلوی پر کفر کلامی کا حکم عائد نہیں ہوگا۔

قال بحر العلوم اللكھنوی:﴿(لَا قَطْعَ)فی الحكم الثابت من المجمل(مَعَ ظَنِّيَّةِ الْبَيَانِ–خِلَافًا لِاَكْثَرِ الْحَنْفِيَّةِ–اِذَا بُيِّنَ الْمُجْمَلُ الْقَطْعِيُّ الثُّبُوْتِ)كالكتاب والخبر المتواتر–(بِخَبَرٍ وَاحِدٍ)قطعی الدلالة–قال مطلع الاسرار الالٰهِيَّةِ والدى قُدِّسَ سِرُّهٗ:اِلَّا الشِّرْذِمَة كَصَاحِبِ الْمِيْزَانِ وَالشَّيْخِ اِبْنِ الْهُمَامِ–وَاَنْكَرَصَاحِبُ الْكَشْفِ اِنْكَارًا بَلِيْغًا–واستدل بما اشار اليه المصنف بقوله(لَنَا)اَنَّ الْحُكْمَ الثَّابِتَ مِنْهُ لَازِمٌ بِقَطْعِيٍّ–هُوَ الْكِتَابُ مَثَلًا–وَظَنِّيٌّ،هو البيان–وَ(اللَّازِمُ مِنَ الْقَطْعِ وَالظَّنِّ اِنَّمَا هُوَ الظَّنُّ)فَالْحُكْمُ الثَّابِتُ مَظْنُوْنٌ.

وَغَايَةُ مَا يُقَالُ مِنْ قِبَلِهِمْ–اِنَّ الْبَيَانَ اِنَّمَا يُفِيْدُ تَبَادُرَ اَحَدِ المعنيين–فانه انما يفيد معرفة معنى اللفظ–وَتَبَادُرِ الْمَعْنٰى من قطعی الثبوت يوجب القطع البتة–وذلک لان احتمال عدم ارادة هذا المعنٰى من اللفظ الذى تَبَيَّنَ وَضْعُه واستعمالُه بِالْمُبَيَّنِ اِحْتِمَالٌ عَلٰى خِلَافِ الْمُتَبَادَرِ–وَهُوَ اِحْتِمَالٌ لَا يُعَدُّ عُرْفًا ولُغَةً–فَلَا يَضُرُّ الْقَطْعَ بالمعنى الاعم–وهذا بعينه كما يقال–النص قطعی مع احتماله التاويل –وَعَلٰى هٰذَا فَلَا نُسَلِّمُ–اَنَّ هٰذَا الْحُكْمَ لَازِمٌ من القطعی والظنی بِمَعْنٰى اَنَّهُمَا مُقَدَّمَتَاهُ–بل من القطعی المتبادرمنه هو–وانما الظن فی سبب التبادر–وان اريد اَنَّ الظَّنِّيَّ لَهٗ دَخَلٌ مَّا فِى الْاِفَادَةِ–فَلَا نُسَلِّمُ اَنَّهٗ يُفِيْدُ الظَّنَّ–وَهٰذَا بخلاف الظَّاهِرِ الْمَصْرُوْفِ بِظَنِّيٍّ–فَاِنَّ هٰذَا الصَّرْفَ لَايُوْجِبُ تَبَادُرَ الْمَصْرُوْفِ اِلَيْهِ–بَلْ اِنَّمَا يُفْهَمُ بِمُلَا حَظَةِ الْقَرِيْنَةِ–فاذا كانت القرينة مظنونةً مُحْتَمِلَةً–فَفَهْمُ

الْمَعْنٰی اَیْضًا مُحْتَمِلٌ– فَتَأَمَّلْ–فَاِنَّهٗ مَوْضَعُ تَأَمُّلٍ﴾(فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت ج۲ص۵۱)

تاویل اور بیان کے درمیان فرق

بیان اور تاویل میں فرق ہے۔جب ابتدائی مرحلہ میں کسی کلام کا کوئی قابل قبول معنی سمجھ میں نہ آسکے تو اس کی تشریح کے لیے جو کلام پیش ہوگا،وہ تاویل ہے۔بیان اس کلام کا آتا ہے کہ اس کے بعض معانی مخفی ہوں تو بیان کے ذریعہ اس کی وضاحت کی جاتی ہے۔

قال الجرجانی:﴿والفرق بین التاویل والبیان–ان التاویل ما یذکر فی کلام لَا یُفْهَمُ مِنْهُ مَعْنًی مُحَصَّلٌ فِیْ اَوَّلِ وَهْلَةٍ–وَالْبَیَانُ مَا یُذْکَرُ فِیْمَا یُفْهَمُ ذلک لِنَوْعِ خِفَاءٍ بالنسبة اِلَی الْبَعْضِ﴾(التعریفات ص ۳۶)

توضیح:تحقیق الفتویٰ میں تکفیر کے بعد اسماعیل دہلوی خاموش رہا۔اس کے پاس اپنے کلام کی کوئی صحیح تاویل تھی یا نہیں؟یہ قطع ویقین سے معلوم نہیں،اور سکوت عدم تاویل پر دلیل قطعی بالمعنی الاخص نہیں،پس اس سکوت کے بعد بھی دہلوی پر کفر کلامی کا حکم عائد نہیں ہوگا۔

تحقیق الفتویٰ میں تقویۃ الایمان کی جس عبارت پر حکم کفر عائد ہوا۔اس عبارت سے متعلق چند سوالات علامہ خیرآبادی نے ((تقریر اعتراضات بر تقویۃ الایمان))میں تحریر فرمائے۔اسماعیل دہلوی نے رسالہ یک روزہ میں ان سوالوں کا جواب لکھا۔

اب اسی رسالہ یک روزہ کی عبارت اس مبحوث عنہ کلام کا بیان قرار پائے گی۔اس رسالہ میں جو کچھ دہلوی نے لکھا،اس پر بھی کفر فقہی کا حکم عائد ہوتا ہے،یعنی امکان کذب اور امکان نظیر کا اقرار۔چوں کہ دہلوی نے دونوں امر میں محض امکان ذاتی کا قول کیا اور امکان وقوعی کا انکار کیا ہے،اس لیے کفر کلامی کا حکم اس پر عائد نہیں ہوگا۔

تقویۃ الایمان کی جس عبارت پر تحقیق الفتویٰ میں بحث ہے۔اس میں دو جہت ہے۔ممکن ہے کہ دہلوی نے وہ کلام رب تعالیٰ کی قدرت کے اثبات کے لیے لکھا ہو،یہ بھی ممکن ہے کہ اس عبارت کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص شان کی نیت سے لکھی ہو۔

ان دونوں جہت میں سے جب تک جہت ثانی یعنی تنقیص شان کی جہت متعین ومفسر نہیں ہوجاتی،دہلوی پر کفر کلامی کا حکم نہیں ہوگا۔

تقویۃ الایمان کی وہ عبارت مندرجہ ذیل ہے۔اسماعیل دہلوی نے شفاعت بالوجاہت کی تردید میں لکھا:

''اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن وفرشتہ،جبریل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کرڈالے''۔(تقویۃ الایمان ص۳۴-سلفیہ بنارس)

بیان کے اقسام

بیان کی پانچ صورتیں ہیں۔ان اقسام کا بیان اصول فقہ کی کتابوں میں بھی مرقوم ہے۔

قال السید الشریف الجرجانی الحنفی(۷۴۰ھ–۸۱۶ھ):

﴿البیان:عبارةٌ عن اظهار المتکلمِ الْمُرَادَ لِلسَّامِعِ–وهو بالاضافة خمسةٌ.

الرسالة العاشرة

(۱)**بیان التبدیل**:-ھو النسخ-وھورَفْعُ حُکْمٍ شرعی بدلیل شرعی مُتَاَخِّرٍ.

(۲)**بیان الضرورۃ**:-ھو نوع بیان یَقَعُ بِغَیْرِ مَا وُضِعَ لَہٗ-لِضَرُوْرَۃٍ مَّا-اِذِ الْموضوع لہ النطق-وھذا یَقَعُ بالسُّکُوْتِ-مثل سکوت المولٰی عن النھی-حین یرٰی عَبْدَہٗ یَبِیْعُ وَیَشْتَرِیْ-فَاِ نَّہٗ یُجْعَلُ اِذْنًا لَہٗ فِی التِّجَارَۃِ ضَرُوْرَۃَ دَفْعِ الْغَرَرِ عَمَّنْ یُعَامِلُہٗ-فَاِنَّ النَّاسَ یَسْتَدِلُّوْنَ بِسُکُوْتِہٖ عَلٰی اِذْنِہٖ-فَلَوْ لَمْ یُجْعَلْ اِذْنًا-لَکَانَ اِضْرَارًا بِھِمْ وَھُوَ مَدْفُوْعٌ.

(۳) **بیان التغییر**:-ھوتغییرموجب الکلام نحوالتعلیق والاستثناء والتخصیص.

(٤)**بیان التفسیر**: -وھو بیان ما فیہ خفاء من المشترک اوالمشکل اوالمجمل او الخفی -کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی- (وَاَقَامُوْا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوْاالزَّکٰوۃَ)(البقرۃ-۲۷) فَاِنَّ الصَّلٰوۃَ مُجْمَلٌ-فَلَحِقَ الْبَیَانُ بالسنۃ-وکذا الزکاۃُ مُجْمَلٌ فِیْ حَقِّ النِّصَابِ وَالْمِقْدَارِ وَلَحِقَ الْبَیَانُ بِالسُّنَّۃِ.

(**۵**) وھوالنطق الفصیح الْمُعْرِبُ اَیِ الْمُظْھِرُ عَمَّا فِی الضَّمِیْرِ-وَاِظْھَار الْمَعْنٰی وَاِیْضَاحُ مَا کَانَ مَسْتُوْرًا قَبْلَہٗ-وقیل:ھوالاخراج عن حد الاشکال﴾(کتاب التعریفات ص ۳٦)

توضیح:بیان کی مذکورہ بالا اقسام خمسہ کوامام حسام الدین اخسیکثی (م ۶۴۴ھ) نے بھی مختصرالحسامی (ص۸۲) میں بیان فرمایا۔

کن امور کے ذریعہ بیان واقع ہوتا ہے؟

امام احمد بن علی رازی جصاص (۳۰۵ھ-۳۷۰ھ) نے ان امور کو تفصیل کے ساتھ رقم فرمایا ہے،جن کے ذریعہ بیان واقع ہوتا ہے ،اورتحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اورحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کس طرح کسی مجمل کا بیان واقع ہوا۔

امام جصاص رازی نے رب تعالیٰ کے بیان کی تین صورتیں بیان کیں اورحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیان کی چھ صورتیں بیان کیں۔ہرایک کی مثال بھی رقم فرمائی۔رب تعالیٰ کے بیان کی تین صورتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

قال الامام احمد بن علی الجصاص الرازی الحنفی (۳۰۵ھ-۳۷۰ھ)

﴿**بیان الشرع یقع بالکتاب والسنۃ والاجماع والقیاس-وقد قال بعض اھل العلم من المتقدمین ان البیان یقع بخمسۃ اشیاء-بالقول والخط والاشارۃ والعقد -وھویعنی عقد الحساب-و بالنسبۃ الدالۃ.**

فنقول علٰی ھذا-ان البیان من اللّٰہ تعالٰی یقع بالقول وبالکتابۃ.

(۱)والبیان بالقول نحوسائرالفرائض المبتدأۃ المعقولۃ معا نیھا من ظاھرالخطاب.

(۲)ویقع بالکتاب ایضًا-لان القراٰن کلام اللّٰہ تعالٰی-وکتابہ فی اللوح المحفوظ وفی غیرہ-فیکون منہ

الرسالة العاشرة

بیان الاحکام المبتدأة بھذین الوجھین.

ویکون منه بھما ایضًا تخصیص العموم کقوله تعالٰی(فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ)وَخَصَّ منه المحرمات بالأیة الاخرٰی–وھوقوله تعالٰی(حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ)

ونحو بیان الجملة کقوله تعالٰی(لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّاتَرَکَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ)ثم بَيَّنَهٗ بقوله تعالٰی(يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِیْ اَوْلَادِكُمْ)

ویکون منه ایضًابیان مدة الفرض بھذین الوجھین–وھوالنسخ نحوقوله تعالٰی(قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِکَ فِی السَّمَاءِ)ثم قال تعالٰی(فَوَلِّ وَجْهَکَ شَطْرَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ)

ونحوقوله تعالٰی(وَصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَتَاعًا اِلَی الْحَوْلِ غَيْرَاِخْرَاجٍ)ثم نسخ منه ماعدا الاربعة الاشھروالعشر–بقوله تعالٰی:((يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَاَشْهُرٍوَعَشْرًا))

وکان حدالزانیین ،الحبس والاذٰی بقوله تعالٰی:((وَالّٰتِیْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ))اِلٰی اٰخره–ثم قال تعالٰی:((اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْاكُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَجَلْدَةٍ))فنسخ به الحبس والاذٰی المذکورین فی الٰایة الاخرٰی عن غیرالمحصن.

(۳)ویکون منه تعالٰی البیان بالنسبة الدالة–وذلک علٰی وجھین.

احدھما–العقلیات ودلائلھا–والبیان بھا اکثرمن دلالة اللفظ–لان اللفظ یجوز فیه التخصیص وصرفه عن الحقیقة الی المجاز–والدلائل العقلیة الدالة علٰی توحید اللّٰہ تعالٰی وعدله وسائرصفاته لایجوزعلیھا الانقلاب والتخصیص–فھی اٰکد من اللفظ فی ھذا الباب–فکان البیان واقعًا بھا.

والوجه الْاٰخَرُ–ما کان طریقه الاجتھاد بین فروع احکام الشریعة–وقد قامت الدلائل الموجبة لصحة القول بالاجتھاد–فجاز ان یسمی ما یؤ دینا الیه بَیَانًا–وان کان عن غالب ظن﴾(الفصول فی الاصول ج۲ص۳۱،۳۲)

امام جصاص رازی نے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیان کی چھ صورتیں بیان کیں اوران صورتوں کی مفصل بحث رقم فرمائی۔ان اقسام ستہ کے ضروری مباحث مرقومہ ذیل ہیں۔میں نے تفاصیل کوترک کردیا ہے۔

قال الامام احمد بن علی الجصاص الرازی الحنفی (۳۰۵ھ–۳۷۰ھ)

(۱)ویکون البیان من الرسول صلی اللّٰہ علیه وسلم بالقول–نحوسائر السنن المبتدأة ونحو تخصیصه لعموم القراٰن–کنھیه عن بیع ما لیس عند الانسان–وبیع ما لم یقبض–الخ

(۲)ویکون البیان منه صلی اللّٰہ علیه وسلم بالکتابة ایضًا–کنحوکتابه الذی کتبه لعمروبن حزم–الخ

الرسالة العاشرة

(۳)ویکون البیان منہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالفعل ایضًا کفعلہ لاعداد رکعات الصلوٰۃ المفروضۃ واوصافھا–وقع بہ بیان المجمل من قولہ تعالٰی:((وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ))–الخ

ویکون منہ ایضًا بیان مدۃ الفرض المنصوص علیہ فی الکتاب اوالسنۃ– کقولہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: ((لَاوَصِیَّۃَ لِوَارِثٍ))–قد قیل انہ نسخ بہ الوصیۃ للوالدین والاقربین–الخ

(۴)ویکون البیان منہ بالاشارۃ ایضًا–کقولہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم((الشھرھکذا وھکذا وھکذا))واشار باصابعہ العشر–فافاد بانہ ثلاثون یومًا–الخ

(۵)ویکون منہ البیان ایضًا بالدلالۃ والتنبیہ علی الحکم من غیر نص–نحوقولہ علیہ السلام لفاطمۃ بنت ابی حبیش فی دم الاستحاضۃ(انھا دم عرق ولیست الحیضۃ)فدل علٰی وجوب اعتبارخروج دم العرق فی نقض الطھارۃ–الخ

(۶)وقد یقع من النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بیان الحکم بالاقرارعلٰی فِعْلٍ شَاھَدَہٗ مِنْ فَاعِلٍ یَفْعَلُہٗ عَلٰی وجہ من الوجوہ–فیترک النکیرعلیہ–فیکون ذلک بیانًا منہ فی جواز فعل ذلک الشیء علی الوجہ الذی اَقَرَّہٗ عَلَیْہِ –او وجوبہ ان کان شاھدہ یفعلہ علٰی وجہ الوجوب–فلم ینکرہ.

وذلک نحوعلمنا بان عقود الشرک والمضاربات والقروض وماجرٰی مجرٰی ذلک–قد کانت فی زمن النبی وبحضرتہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم–مع علمہ بوقوع ذلک منھم–واستفاضتھا فیما بینھم–ولم ینکرھا علٰی فاعلیھا–فدل ذلک من اقرارہ ایاھم علٰی اباحتہ ذلک–لان ذلک لو کان من حیزالمحظور،لَاَنْکَرَہٗ وَاَبْطَلَہٗ–اِذْ غَیْرُجَائِزٍ عَلَی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان یری احدًا علٰی منکر من الفعل اوالقول–فیقرہ علیہ ولا ینکرہ–اذ کان انکارہ ذلک من الامر بالمعروف والنھی عن المنکر﴾(الفصول فی الاصول ج۲ص۳۳-۳۸)

توضیح:مذکورہ بالا اقسام ستہ میں سے بعض قطعی ہیں اوربعض ظنی ہیں۔سکوت بیان قطعی نہیں ہے،پس سکوت کے ذریعہ اصول عقائد کے باب میں استدلال نہیں کیا جائے گا،بلکہ فقہی اموراورفروع اعتقادیہ میں سکوت سے استدلال ہوگا۔

کبھی اجماع کے ذریعہ بھی مجمل کا بیان ہوتا ہے۔تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

قال الجصاص:﴿وقد یقع بیان المجمل بالاجماع–لانہ حجۃ لِلّٰہ تَعَالٰی–قَدْ اَمَرَ بِاتِّبَاعِہٖ وحکم بصحتہ–فیجوز وقوع البیان بہ–نحواجماعھم علٰی ان دیۃ الخطاء علی العاقلۃ–والذی فی کتاب اللّٰہ تعالٰی(فَدِیَۃٌ مُسَلَّمَۃٌ اِلٰی اَھْلِہٖ)ولم یذکروجوبھا علی العاقلۃ–فَبَیَّنَ الْاِجْمَاعُ الْمُرَادَبِھَا–الخ–وقد یکون بیان الاجماع بحکم مبتدأ–کما یکون بیان حکم الکتاب والسنۃ–وذلک نحو اجماع السلف علٰی حد الخمر ثمانین–علٰی مَا بَیَّنَّاہُ فی

غیر ھذا الکتاب–واجماعھم علٰی تأجیل امرأۃ العنین–وقد یکون بیان خصوص العموم بالاجماع نحوقوله تعالٰی (اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ)واجمعت الامة ان العبد یجلد خمسین–والاجماع وان لم یَخْلُ مِنْ ان یکون عن توقیف اورای–فَاِنَّهٗ اصل برأسه–یجب اعتبارہ فیما یقع البیان به﴾(الفصول فی الاصول ج۲ص۴۲،۴۳)

فصل پنجم

کتاب سیف الجبار کا انتساب

سوال: کیا سیف الجبار حضرت علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ القوی کی تصنیف ہے؟

جواب: ہاں، یہ کتاب علامہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمۃ والرضوان کی مشہور ومعروف تصنیف ہے۔

کسی مؤلف کی جانب کتاب کی نسبت اوراس کی کسی عبارت کی نسبت کی بحث اسی رسالہ کے باب ہفتم (قسم چہارم) میں ہے۔

سیف الجبار کی نسبت حضرت علامہ فضل رسول بدایونی (۱۷۹۷ء-۱۸۷۲ء) کی جانب صحیح ہے۔

سوال: حضرت علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ العزیز نے اپنی تصنیف سیف الجبار اور دیگر تصانیف میں اسماعیل دہلوی کی ان تاویلات کا ذکر فرمایا،جن تاویلات کے سبب اسماعیل دہلوی کی عبارتیں علامہ فضل حق خیرآبادی قدس سرہ القوی کی نظر میں کفری معنی میں متعین ہوگئیں،اورعلامہ خیرآبادی نے اسماعیل دہلوی پرکفرکلامی کا فتویٰ دیا،لیکن وہ تاویلات امام احمدرضا قادری کوتواتر کے ساتھ نہیں مل سکیں، کیوں کہ علامہ بدایونی کی روایت خبرواحد کی منزل میں ہیں۔تاویلات کے بطورتواتر حاصل نہ ہونے کے سبب امام احمدرضا قادری نے اسماعیل دہلوی کوکافرکلامی قرارنہیں دیا۔اگر وہ تاویلات تواتر کے ساتھ فراہم ہوجاتیں تو امام احمدرضا بھی دہلوی پرکفرکلامی کا فتویٰ دیتے۔علامہ خیرآبادی نے اسماعیل دہلوی سے مناظرے ومباحثے کیے،اوراس کا محتمل قول کفری معنی میں متعین ہوگیا۔کیا یہ قول صحیح ہے؟

جواب: مذکورہ بالا خیال ناقابل اعتبار ہے۔اس کے پس منظر میں کوئی ثبوت ودلیل نہیں۔اس کے متعدد جواب درج ذیل ہیں۔

(۱)علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ العزیز نے سیف الجبار اوراپنی دیگر تصانیف میں اسماعیل دہلوی کی کس تاویل کا ذکر فرمایا ہے؟ سیف الجبار ودیگر تصانیف میں صرف دہلوی کے رسالہ یک روزہ کا ذکر بطور اشارہ فرمایا۔علامہ بدایونی نے اس رسالہ یک روزہ کو حرکت مذبوحی سے تعبیر فرمایا۔نہ اسماعیل دہلوی نے رسالہ یک روزہ کے علاوہ کہیں اپنی عبارت کی تاویل کی ہے،نہ ہی علامہ بدایونی نے صریح لفظوں میں کسی تاویل کا ذکر فرمایا ہے۔

(۲)امام احمدرضا قادری نے سبحان السبوح میں اسماعیل دہلوی کے رسالہ یک روزہ کی عبارتیں نقل کی ہیں۔ان پر بحث فرمائی اور اسماعیل دہلوی پرکفرفقہی ثابت فرمایا۔امام احمدرضا نے کہیں بھی یہ تحریر نہیں فرمایا کہ اسماعیل دہلوی کی تاویلات مجھے تواتر کے ساتھ

دستیاب نہیں ہوسکیں،اس لیے میں نے اسماعیل دہلوی پر کفر فقہی کا فتویٰ دیا۔

(۳)علامہ خیر آبادی نے اسماعیل دہلوی سے کبھی بالمشافہہ مناظرہ نہیں فرمایا۔اسماعیل دہلوی کی تقویۃ الایمان سے بحث شفاعت کی عبارت نقل کر کے کسی سائل نے علامہ خیر آبادی سے تین سوال کیے۔علامہ ممدوح نے تقویۃ الایمان کی عبارت پر چند سوال رقم فرمائے، جو((تقریر اعتراضات برتقویۃ الایمان))کے نام سے مشہور ہے۔اسماعیل دہلوی نے(تقریر اعتراضات)میں مندرج سوالوں کا جواب رسالہ یک روزہ میں لکھا۔بس یہی ایک مختصر سا رسالہ اسماعیل دہلوی نے اپنی عبارت کی تاویل میں لکھی، بلکہ یہ کہنا بہتر ہے کہ علامہ خیر آبادی کے سوالوں کے جواب میں یہ رسالہ لکھا۔جو سوالات(تقریر اعتراضات)میں درج تھے،اس کا جواب لکھا۔اسماعیل دہلوی نے مستقل طور پر کبھی اپنی کفری عبارتوں کی تشریح یا تاویل زبان وقلم سے بیان نہیں کی۔

(۴)بقول سائل اسماعیل دہلوی کی جن تاویلات نے اس کی کفری معنی میں محتمل عبارتوں کو کفری معنی میں متعین کر دیا،وہ تاویلات بھی اسماعیل دہلوی کے اقوال وکلمات ہوں گے،اور امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا کہ دہلوی کے کلمات متواتر ہیں، پھر ان تاویلات کو اس متواتر کے دائرہ سے کس دلیل کے سبب خارج تسلیم کیا جائے؟

(الف)امام احمد رضا نے تحریر فرمایا:بالجملہ اس طائفہ حائفہ خصوصاً ان کے پیشوا کا حال مثل یزید پلید علیہ ماعلیہ ہے کہ محتاطین نے اس کی تکفیر سے سکوت پسند کیا۔ہاں،یزید مرید اوران کے امام عنید میں اتنا فرق ہے کہ اس خبیث سے ظلم وفسق وفجور متواتر،مگر کفر متواتر نہیں اوران حضرت سے یہ سب کلمات کفر اعلیٰ درجہ تواتر ہیں، پھر اگر چہ ہم براہ احتیاط تکفیر سے زبان روکیں،ان کے خسار وبوار کو یہ کیا کم ہے کہ جماہیر ائمہ کرام فقہائے اسلام کے نزدیک ان پر بوجوہ کثیرہ کفر لازم:والعیاذ باللہ القیوم الدائم(سل السیوف الہندیہ:صفحہ اخیرہ)

(ب)امام اہل سنت نے رقم فرمایا:''کلمات اسماعیل کہ موافق ومخالف کے نزدیک اس سے متواتر ہیں۔مخالفین رد کرتے ہیں، موافقین تاویلیں کرتے ہیں۔اب یہیں دیکھئے،اس چہار والے کلام پر سے دفع ایراد کو یہ عبارت پیش کی۔خود اسماعیل کی زندگی میں اس پر مواخذے ہوئے۔جامع مسجد دہلی میں شاہ عبدالعزیز صاحب کے اعزہ واخص تلامذہ مثل مفتی رشید الدین خاں صاحب وشاہ موسیٰ صاحب نے مناظرے کیے،الزام دیئے۔نہ اس نے کہا کہ یہ کلمات میرے نہیں،نہ اس کے ہوا خواہوں نے۔جب سے آج تک تو اس سے ثبوت یقینی ہے''۔(فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۳۱۰-رضا اکیڈمی ممبئی)

توضیح:مذکورہ بالا عبارت میں یہ مراد نہیں کہ اسماعیل دہلوی سے صراط مستقیم کی عبارت پر مواخذہ ہوا، بلکہ اسماعیل دہلوی سے جو مواخذے ومناظرے ہوئے،ان کا ذکر ہے۔لفظ''اس''سے اسماعیل دہلوی مراد ہے۔صراط مستقیم کی عبارت مراد نہیں۔

اسماعیل دہلوی سے متعدد قسم کے مواخذے ہوئے۔جن کا ذکر ماقبل میں مرقوم ہوا۔

امام احمد رضا قادری کے مذکورہ بالا اقتباسات سے واضح ہوگیا کہ اسماعیل دہلوی کے قابل گرفت اقوال متواتر ہیں۔اگر اسماعیل دہلوی کی کوئی تاویل ہوتی تو وہ تاویل بھی منقول ہوتی۔رسالہ یک روزہ کے علاوہ اسماعیل دہلوی کی کوئی تاویل نہیں اور نہ سیف الجبار وغیرہ

میں کوئی تاویل منقول ہے۔ نہ خبر واحد کے طریقے پر منقول ہے، نہ خبر متواتر کے طور پر، بلکہ خبر کاذب کے طور پر بھی کوئی تاویل منقول نہیں۔

ہاں، اسماعیل دہلوی کے بعض معتقدین یہ ضرور کہتے تھے کہ اسماعیل دہلوی نے ان قابل اعتراض امور سے توبہ کرلی تھی۔

(۵) سیف الجبار وغیرہ سے وہ تاویلات نقل کی جائیں، جن کی وجہ سے اسماعیل دہلوی کی عبارتیں علامہ خیرآبادی کی نظر میں کفری معنی میں متعین ومفسر ہوگئیں، لیکن وہ تاویلات امام احمد رضا قادری کوتواتر کے ساتھ فراہم نہیں ہوسکیں۔

حقیقت یہ ہے کہ علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ القوی کی تصانیف میں اسماعیل دہلوی کی کوئی تاویل منقول نہیں ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم :: والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم :: وآلہ العظیم

☆☆☆☆☆

الرسالة العاشرة

باب چہارم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم::الحمدرب العٰلمین::والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سیدالمرسلین::وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

باب چہارم میں شفاعت سے متعلق تفصیلی بحث ہے کہ شفاعت ضروریات دین میں سے ہے،یا ضروریات اہل سنت میں سے؟

اصل شفاعت اور گنہ گاروں کی شفاعت،انکارشفاعت پرمعتزلہ کی عدم تکفیراورفقہا کے یہاں منکرشفاعت کے حکم کا بیان ہے۔

اصل شفاعت اورگنہ گاروں کی شفاعت

اصل شفاعت(یعنی رب تعالیٰ کی بارگاہ عالی میں کسی کے لیےشفاعت کرنا)قرآن مجید سے ثابت ہے۔

خاص کرحشر کے دن گناہوں کی بخشش ومغفرت کے لیےحضرات انبیائے کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام اوراولیاوصالحین کی شفاعت کا بطریق مفسرذکرقرآن مجید میں نہیں ہے،اسی لیے گناہوں کی مغفرت کے واسطےشفاعت کے بارے میں معتزلہ وغیرہ کا اختلاف ہے۔معتزلہ شفاعت کورفع درجات کے لیےتسلیم کرتے ہیں،اوراہل سنت وجماعت رفع درجات اور گناہوں کے بخشوانے کی شفاعت کوبھی تسلیم کرتے ہیں۔

اصل شفاعت ضروریات دین میں سے ہے یانہیں؟ تادم تحریر یہ واضح نہیں ہوسکا۔

اگراصل شفاعت ضروریات دین میں سے ہوتواس کامفسرانکارمتکلمین کے یہاں کفرہوگا۔

اسماعیل دہلوی نےتقویۃ الایمان میں شفاعت کی بحث میں طویل کلام کیا ہے۔یہ پہلاشخص ہے،جس نے شفاعت کی تین قسمیں بیان کی:(۱)شفاعت بالمحبت (۲)شفاعت بالوجاہت (۳)شفاعت بالاذن۔ان تین قسموں میں سے پہلی دوقسموں کواس نے باطل قرار دیااورقسم سوم کوثابت رکھا۔یہ اثبات بھی اصل شفاعت کے انکارکی طرف منجر ہے۔

اسماعیل دہلوی نے مذنبین یعنی گنہ گاروں کے لیےشفاعت کاانکارکیا۔معتزلہ بھی اسی قسم کاعقیدہ رکھتے تھے۔متکلمین نے معتزلہ پر حکم کفرجاری نہیں کیا،کیوں کہ اصل شفاعت کاانکارنہیں پایاگیا،بلکہ شفاعت کی بعض صورتوں کاانکارپایاگیا۔

سوال:اسماعیل دہلوی کےکلام سےشفاعت کی تمام قسموں کاانکارلازم آتاہے،پھرمتکلمین کے یہاں حکم کفرکیوں نہیں؟

جواب:لازم مذہب،مذہب نہیں ہوتا،لہٰذامتکلمین کے یہاں حکم کفرنافذنہیں ہوگا۔

شفاعت کےجوازوامکان کاثبوت

قرآن مجیدکی متعددآیات مقدسہ سےمحض شفاعت کاامکان وجوازثابت ہوتاہے۔

الرسالة العاشرة

ارشادالٰہی:(من ذا الذی یشفع عنده الاباذنه) (سورہ بقرہ:آیۃ الکرسی)اوراسی طرح دیگرآیات طیبہ سےصرف شفاعت کا جوازوامکان ثابت ہوتا ہے۔خاص کر قیامت کے دن شافعین کی شفاعت کاوقوع بطریق مفسر ثابت نہیں ہوتا۔

وقوع شفاعت کا ثبوت

قرآن مجید کی آیات مقدسہ سے استدلال کرتے ہوئے علامہ تفتازانی نے رقم فرمایا:

﴿لنا قوله تعالی:(واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات)وقوله تعالٰی:(فما تنفعهم شفاعة الشافعین)فان اسلوب هذا الکلام یدل علٰی ثبوت الشفاعة فی الجملة–والا لما کان لنفی نفعها عن الکافرین عند القصد الی تقبیح حالهم وتحقیق یأسهم معنی–لان مثل هذا المقام یقتضی ان یوسموا بما یخصهم–لا بما یعمهم وغیرهم﴾ (شرح العقائدالنسفیہ ص۱۲۳-مجلس برکات مبارک پور)

توضیح:منقوشہ بالاآیت کریمہ (فما تنفعهم شفاعة الشافعین)کےاسلوب کلام سےشفاعت کاوقوع ثابت ہوتا ہے۔ مگرخاص کرگنہ گاروں کی شفاعت کےوقوع پر یہ آیت مفسر نہیں۔

سوال : کیاآیت کریمہ (ولا یشفعون الا لمن ارتضی)(سورہ انبیا:آیت ۲۸)سےوقوع شفاعت کا ثبوت ہوتا ہے؟

جواب : منقوشہ بالاآیت مقدسہ میں ملائکہ کا ذکر ہے،اوروقوع شفاعت کا ذکر ہے،لیکن اس سے بطریق مفسرگنہ گاروں کے لیےشفاعت کا ثبوت فراہم نہیں ہوتا،نہ ہی خاص کر یوم حشر شفاعت کا مفسر ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

امام احمدرضا قادری نے رب تعالٰی کے ارشادمبارک (فاستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنٰت) کی تفسیر میں رقم فرمایا:

﴿فقد امر نبیه صلی اللّٰه تعالی علیه وسلم ان یتضرع الی ربه فی مغفرة امته وهل الشفاعة الا هذا–وهذا امر–والامر ایجاب–والایجاب فی الدنیا فثبت انه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم قد اعطی الشفاعة ههنا–لا انه یرجی ان یعطی فی الاخری–کما تزعمه الطائفة النجدیة الشری﴾(المعتمد المستند ص۱۲۸-المجمع الاسلامی مبارک پور)

توضیح:آیت مقدسہ(واستغفرلذنبک:الآیہ)سےاصل شفاعت کا ثبوت ہوتا ہے۔خاص کرمیدان حشر میں گنہ گاروں کی شفاعت بطریق مفسر ثابت نہیں،اسی لیےمعتزلہ پر متکلمین حکم کفر جاری نہیں کرتے۔

دراصل آیت مذکورہ بالا میں (ذنب) سےمرادکیا ہے؟اس میں علمامختلف الخیال ہیں۔

قال النووی:﴿قال القاضی عیاض رحمه اللّٰه:مذهب اهل السنة جواز الشفاعة عقلًا ووجوبها سمعًا بصریح قوله تعالٰی:(یومئذ لا تنفع الشفاعة الا من اذن له الرحمن ورضی له قولا)وقوله:(ولا یشفعون الا لمن ارتضی)وامثالهما وبخبر الصادق صلی اللّٰه علیه وسلم–وقد جائت الأثار التی بلغت مجموعها التواتر بصحة

الرسالة العاشرة

الشفاعة فی الاخرۃ لمذنبی المؤمنین–واجمع السلف والخلف ومن بعدھم من اھل السنة علیھا–ومنعت الخوارج وبعض المعتزلة منھا وتعلقوا بمذاھبھم فی تخلید المذنبین فی النار واحتجوا بقوله تعالی:﴿فما تنفعھم شفاعة الشافعین)وبقوله تعالی:(ما للظالمین من حمیم ولا شفیع یطاع)وھذہ الایات فی الکفار–واما تأویلھم احادیث الشفاعة بکونھا فی زیادۃ الدرجات فباطل–والفاظ الاحادیث فی الکتاب وغیرہ صریحة فی بطلان مذھبھم،واخراج من استوجب النار﴾(شرح النووی علی صحیح لمسلم ج۳ص۳۵)

توضیح:قاضی عیاض مالکی(۴۷۶ھ-۵۴۴ھ)نے احادیث شفاعت کے متواتر ہونے کا جوقول فرمایا تو اس سے تواتر معنوی مراد ہے،اور متواتر معنوی سے ضروریات دین کا ثبوت نہیں ہوتا۔حدیث کا متواتر ہونا الگ ہے اور مجموعہ کا متواتر ہونا الگ ہے۔جب مجموعہ کو متواتر کہا جائے تو وہاں تواتر معنوی مراد ہوتا ہے۔

اصل شفاعت سے متعلق علما کے اقوال

قال التفتازانی:﴿وَلَمَّا کَانَ اَصْلُ الْعَفْوِ وَالشَّفَاعَةِ ثَابِتًا بِالْاَدِلَّةِ الْقَطْعِیَّةِ من الکتاب والسنة والاجماع–قالت المعتزلة بالعفو عن الصغائر مُطْلَقًا–وعن الکبائر بعد التوبة–وبالشفاعة لزیادۃ الثواب–وکلاھما فاسد–اَمَّا الْاَوَّلُ فَلِاَنَّ التَّائِبَ وَمُرْتَکِبَ الصغیرۃ المجتنب عن الکبیرۃ لایستحقان العذاب عندھم–فَلَا مَعْنٰی للعفو–واما الثانی فلان النصوص دالة علی الشفاعة بِمَعْنٰی طَلَبِ الْعَفْوِ عَنِ الْجنایة﴾(شرح العقائد النسفیہ ص۱۱۶)

توضیح:اصل شفاعت کا ثبوت دلائل قطعیہ سے ہے،اس لیے معتزلہ شفاعت کی بعض قسموں کے قائل ہوئے،اور چوں کہ گنہ گاروں کی شفاعت کا ذکر قطعی بالمعنی الاخص دلائل میں نہیں ہے،اس لیے معتزلہ نے گنہ گاروں کی شفاعت کا انکار کیا۔

قال التفتازانی:﴿اصل الشفاعة ثابت بالنص والاجماع﴾(شرح المقاصد ج۵ص۱۵۷-عالم الکتب بیروت)

قال محی الدین محمد بن بھاء الدین(م۹۵۶ھ):﴿اصل الشفاعة ثابت بالنص والاجماع فلا ینکر اصله احد–الا ان النزاع فی تعلقھا ھل ھو مختص بالمطیع والتائب وثمرتھا رفع الدرجات وزیادۃ المثوبات او ھو عام للعصاۃ والفساق من اھل الکبائر وثمرتھا فیھم رفع العذاب رأسا او تخفیف منه شطرا–والمعتزلة ذھبوا الی الشق الاول ونفوا الشفاعة عن الفساق محتجین بالأیات الدالة علی نفی الشفاعة اصلا﴾

(القول الفصل شرح الفقہ الاکبر ص۳۹۸-استنبول ترکی)

توضیح:مذکورہ بالا اقتباسات میں اصل شفاعت کو دلیل قطعی اور اجماع سے ثابت مانا گیا۔دلیل قطعی سے اگر قطعی بالمعنی الاخص مراد ہے تو اصل شفاعت ضروریات دین میں سے ہوگی۔اسی طرح اگر اجماع سے اجماع متواتر مراد ہے تو بھی اصل شفاعت ضروریات دین

میں شمار ہوگی۔تادم تحریر اس کی صراحت دستیاب نہیں ہوسکی کہ اصل شفاعت ضروریات دین میں سے ہے۔

کیا حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قیامت میں شفاعت ضروریات دین میں سے ہے؟

مذکورہ ذیل اقتباس میں امام فخرالدین رازی نے فرمایا کہ آخرت میں حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت پر امت کا اجماع ہے،اور جس امر پر امت کا اجماع ہو،وہ امر ضروریات دین میں شمار کیا جاتا ہے۔

ہاں،اگر یہاں اجماع سے اجماع متواتر مراد نہیں، بلکہ اسلامی فرقوں کا محض اتفاق مراد ہے،یا امت سے اہل سنت وجماعت مراد ہے تو حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت ضروریات دین میں سے نہیں ہوگی۔تادم تحریر حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آخرت میں شفاعت کے ضروریات دین میں سے ہونے کی صراحت نہیں فراہم ہوسکی۔

امام رازی نے قرآن مجید کی دوآیت مقدسہ کو بطور دلیل پیش فرمایا ہے،اس سے شفاعت مصطفوی کا ثبوت بطریق مفسر نہیں ہوتا، لہٰذا ان آیات مقدسہ کی روشنی میں حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کو ضروریات دین میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔

اہل کبائر کی شفاعت پر صرف اہل سنت وجماعت کا اجماع ہے،اس لیے یہ امر ضروریات اہل سنت میں سے ہوگا۔اہل کبائر کے لیے شفاعت کا انکار معتزلہ نے کیا تھا،پھر آج کے وہابیہ بھی اسی راہ پر چل پڑے۔اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں اسی کا انکار کیا۔

قال الرازی:﴿اَجْمَعَتِ الْاُمَّةُ عَلٰی اَنَّ لِمُحَمَّدٍ صلی اللّٰہ علیہ وسلم شَفَاعَةً فِی الْاٰخِرَةِ–وَحُمِلَ عَلٰی ذٰلِکَ قَوْلُهٗ تَعَالٰی:(عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا)(الاسراء–۷۹)وَقَوْلُهٗ تَعَالٰی(وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی) (والضحی:۵)–ثم اختلفوا بعد ذلک فی اَنَّ شَفَاعَتَهٗ علیه السلام لِمَنْ تَکُوْنُ؟ اَتَکُوْنُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ الْمُسْتَحِقِّیْنَ لِلثَّوَابِ–اَمْ تَکُوْنُ لِاَهْلِ الْکَبَائِرِ الْمُسْتَحِقِّیْنَ لِلْعِقَابِ–فَذَهَبَتِ الْمُعْتَزِلَةُ اِلٰی اَنَّهَا لِلْمُسْتَحِقِّیْنَ لِلثَّوَابِ–وتاثیر الشفاعة فی ان تحصل زیادة من المنافع علٰی ما استحقوه–وقال اصحابنا تاثیرها فی اسقاط العذاب عن المستحقین للعقاب–واما بان یشفع لهم فی عرصة القیامة حَتّٰی لَا یَدْخُلُوا النَّارَ،وَاِنْ دَخَلُوْا النَّارَ فیشفع لهم حَتّٰی یخرجوا منها ویدخلوا الجنة–وَاتَّفَقُوْا عَلٰی اَنَّهَا لَیْسَتْ لِلْکُفَّارِ﴾

(التفسیر الکبیر ج۲جز۳ص۵۳-دارالکتب العلمیہ بیروت)

توضیح:مذکورہ بالا اقتباس سے ظاہر ہوگیا کہ معتزلہ نے اصل شفاعت کا انکار نہیں کیا، بلکہ اپنی تاویل فاسد سے شفاعت کی بعض صورتوں کا انکار کیا۔اسماعیل دہلوی نے بھی اصل شفاعت کا انکار نہیں کیا، بلکہ اپنے زعم باطل کے اعتبار سے شفاعت کی تین قسم کی۔اس کے بعد شفاعت کی دوقسموں کو باطل کردی اور ایک کو باقی رکھا۔اس ایک قسم میں بھی ایسی بحث کی کہ شفاعت کا من کل الوجوہ انکار ہوجاتا ہے،اگر چہ ظاہری طور پر اس نے شفاعت کی بعض صورت کا اقرار کیا،پس اصل شفاعت کا انکار ہوگیا،گرچہ شفاعت کا نام باقی رہ گیا۔

الرسالۃ العاشرۃ

معتزلہ نے اہل کبائر کے لیے شفاعت کا انکار کیا اور متکلمین نے ان کی تکفیر نہیں کی ،کیوں کہ اہل کبائر کی شفاعت ضروریات اہل سنت میں سے ہے۔ضروریات دین میں سے نہیں ہے۔

قال الجرجانی:﴿(اجمع الامۃ علی)ثبوت(اصل الشفاعۃ)المقبولۃ لہ علیہ الصلوۃ والسلام(و)لکن(ھی عندنا لاھل الکبائر من امتی)فانہ حدیث صحیح(ولقولہ تعالی:واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات (محمد:۱۹)ای ولذنب المؤمنین لدلالۃ القرینۃ)السابقۃ وھی ذکر الذنب﴾

(شرح المواقف ج۸ص۳۴۱-دارالکتب العلمیہ بیروت)

توضیح:مذکورہ بالا اقتباسات میں شفاعت نبوی پر اجماع کا قول ہے۔اجماع سے اگر اجماع متواتر (اجماع متصل) مراد ہو تو اس سے ضروریات دین کا ثبوت ہوجاتا ہے ،لیکن کبھی اجماع کا لفظ اتفاق کے معنی میں استعمال ہوتا ہے ،یعنی اہل سنت وجماعت اور دیگر اسلامی فرقوں نے اس پر اتفاق کیا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت برائے مذنبین ضروریات اہل سنت میں سے

اہل کبائر کے لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔یہ حدیثیں خبر واحد کی منزل میں ہیں ،لیکن اس کا مجموعہ تواتر معنوی کے درجہ تک پہنچتا ہے،لیکن یہ لفظی طور پر متواتر نہیں،پس اہل کبائر کے لیے شفاعت کا مسئلہ قطعی بالمعنی الاخص دلیل سے ثابت نہیں،اس لیے یہ مسئلہ ضروریات دین میں سے نہیں ہوگا،اور اہل کبائر کی شفاعت کا انکار متکلمین کے یہاں کفر نہیں ہوگا۔

اہل کبائر کی شفاعت کا انکار فقہا کے یہاں کفر ہوگا،کیوں کہ یہ مسئلہ قطعی بالمعنی الاعم دلیل یعنی متواتر معنوی حدیث سے ثابت ہے، اور قطعی بالمعنی الاعم کا انکار بھی فقہا کے یہاں کفر ہے۔

قال التفتازانی:﴿وقولہ علیہ السلام(شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ)وھومشھور،بل الاحادیث فی باب الشفاعۃ متواترۃُ المعنیٰ﴾(شرح العقائد النسفیہ ص۱۱۵)

قال الرازی:﴿کل واحد من ھذہ الاخبار،وان کان مرویًا بالاٰحاد اِلَّا اَنَّھَا کَثِیْرَۃٌ جِدًّا–وبینھا قدر مشترک وَاحِدٌ–وَھُوَ خُرُوْجُ اَھْلِ الْعِقَابِ مِنَ النَّارِ بسبب الشفاعۃ–فیصیر ھذا المعنیٰ مرویًّا عَلٰی سَبِیْلِ التَّوَاتُرِ –فَیَکُوْنُ حُجَّۃً﴾(التفسیر الکبیر ج۲جزء۳ص۶۱-دارالکتب العلمیہ بیروت)

قال القسطلانی(۸۵۱ھ–۹۲۳ھ):﴿وَقَدْ جَائَتِ الْاٰثَارُ الَّتِیْ بَلَغَ مَجْمُوْعُھَا التَّوَاتُرَبِصِحۃِ الشَّفَاعَۃِ فِی الْاٰخِرَۃِ لِمُذْنِبِی الْمُؤْمِنِیْنَ﴾(المواہب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی ج۱۲ص۳۲۴-دارالکتب العلمیۃ بیروت)

قال الدوانی:﴿(وشفاعۃ الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم لاھل الکبائر من امتہ)لقولہ علیہ السلام (ادخرت

الرسالة العاشرة

شفاعتی لاہل الکبائر من امتی)وھو حدیث صحیح–وبذلک یبطل مذہب المعتزلۃ فی انکارھم الشفاعۃ لاھل الکبائر﴾(شرح الدوانی علی العقائد العضدیۃ ص ۹۳)

قال التفتازانی:﴿(والشفاعۃ ثابتۃٌ للرسل بالاخبار فی حق اھل الکبائر)بالمستفیض من الاخبار خلافًا للمعتزلۃ﴾(شرح العقائد النسفیہ ص ۱۱۵)

توضیح:اہل کبائر کی شفاعت ضروریات دین میں سے نہیں ہے،کیوں کہ اس کے دلائل قطعی بالمعنی الاخص نہیں ہیں۔اہل کبائر کی شفاعت سے متعلق احادیث متواتر معنوی کے درجہ تک پہنچتی ہیں اور متواتر معنوی سے ضروریات اہل سنت کا ثبوت ہوتا ہے،ضروریات دین کا ثبوت متواتر لفظی سے ہوگا،جب کہ وہ اپنے مفہوم میں مفسر ہو۔

معتزلہ اور انکار شفاعت

معتزلہ نے من کل الوجوہ شفاعت کا انکار نہیں کیا،بلکہ شفاعت کی بعض صورتوں کا انکار کیا اور بعض صورتوں کا اقرار کیا۔معتزلہ نے کہا کہ ثواب کی زیادتی اور بلندی درجات کے لیے شفاعت ہوگی،اور گنہ گاروں کے گناہوں کی مغفرت کے لیے شفاعت نہیں ہوگی،پس اصل شفاعت کا انکار نہیں پایا گیا۔ایسی صورت میں معتزلہ پر متکلمین کے یہاں حکم کفر نافذ نہیں ہوگا۔

قال التفتازانی:﴿(المبحث الثالث عشر فی الشفاعۃ)یدل علٰی ثبوتھا النص والاجماع–الا ان المعتزلۃ قَصَّرُوْھَا عَلَی الْمُطِیْعِیْنَ وَالتَّائِبِیْنَ لِرَفْعِ الدَّرَجَاتِ وزیادۃ المثوبات–وَعِنْدَنَا یَجُوْزُ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ اَیْضًا فِیْ حَطِّ السَّیِّئَاتِ–اِمَّا فِی الْعَرَصَاتِ وَاِمَّا بَعْدَ دُخول النار لما سبق من دلائل العفو عن الکبیرۃ–وَلِمَا اِشْتَھَرَ بل تَوَاتَرَ مَعْنًی مِنْ ادخار الشفاعۃ لاھل الکبائر–کقولہ علیہ السلام﴿اِدَّخَرْتُ شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ﴾

(شرح المقاصد ص ۲۳۹–الناشر–الحاج محمد آفندی ترکیا،مطبوعۃ فی ۱۳۰۵ھ)

معتزلہ کی عدم تکفیر

معتزلہ نے من کل الوجوہ شفاعت کا انکار نہیں کیا،بلکہ گنہ گاروں کے لیے شفاعت کا انکار کیا،اور گنہ گاروں کے لیے شفاعت ضروریات اہل سنت میں سے ہے۔معتزلہ نے ضروریات اہل سنت کا انکار کیا،لہٰذا وہ متکلمین کے یہاں گمراہ ہوں گے۔

فقہا کے یہاں معتزلہ پر حکم کفر عائد ہو جائے گا،کیوں کہ اہل کبائر کے لیے شفاعت کا ثبوت معنوی طور پر متواتر حدیث سے ثابت ہے،اور متواتر معنوی کا انکار بھی فقہا کے یہاں کفر کا سبب ہے۔متکلمین متواتر لفظی کے انکار پر حکم کفر جاری کرتے ہیں۔متواتر لفظی کو قطعی بالمعنی الاخص کہا جاتا ہے۔

قال الشامی:﴿واما المعتزلۃ فمقتضی الوجہ حل مناکحتھم–لان الحق عدم تکفیر اھل القبلۃ وان وقع

الرسالة العاشرة

الزامًا فی المباحث بخلاف من خالف القواطع المعلومة بالضرورة من الدین مثل القائل بقدم العالم ونفی العلم بالجزئیات علی ما صرح به المحققون–واقول:وکذا القول بالایجاب بالذات ونفی الاختیار–اھ

وقوله: وان وقع الزاما فی المباحث معناہ:وان وقع التصریح بکفر المعتزلۃ ونحوھم عند البحث معھم فی رد مذھبھم بانہ کفر،ای یلزم من قولھم بکذا الکفر ولا یقتضی ذلک کفرھم،لان لازم المذھب لیس بمذھب﴾(رد المحتار علی الدرالمختار ج۳ص ۵۰–دارالفکر بیروت)

فقہا کے یہاں شفاعت مصطفوی کا منکر،کافر ہے

مندرجہ ذیل فقہی عبارتوں میں حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے منکر کو کافر قرار دیا گیا ہے۔اسی طرح قیامت میں رویت الٰہی کے منکر کو کافر قرار دیا گیا ہے۔رویت الٰہی کا مسئلہ ضروریات اہل سنت میں سے ہے۔متکلمین رویت الٰہی کے منکر کو گمراہ قرار دیتے ہیں۔معتزلہ رویت الٰہی کے بھی منکر ہیں،جس طرح وہ اہل کبائر کی شفاعت کے منکر ہیں۔

(۱)قال العلامۃ البدایونی:﴿فی البحر الرائق ناقلًا عن الخلاصۃ معزیًا اِلَی الْاَصْلِ–لا تجوز الصلٰوۃُ خَلْفَ من ینکر شفاعۃَ النَّبِیِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم–او ینکر الکرام الکاتبین–او یُنْکِرُ الرُّوْیَۃَ–لِاَنَّہٗ کَافِرٌ﴾
(المعتقد المنتقد ص۱۲۹–المجمع الاسلامی مبارک پور)

(۲)قال ابن نجیم المصری:﴿وَلَا تَجُوْزُ الصَّلٰوۃُ خَلْفَ مَن ینکر شفاعۃ نبینا صلی اللّٰہ علیہ وسلم–او ینکرالکرام الکاتبین–اوینکر الرُّوْیَۃَ لِاَنَّہٗ کَافِرٌ–وَاِنْ قَالَ:اِنَّہٗ لَا یُریٰ لِجَلَالِہٖ وَعَظْمَتِہٖ–فھو مبتدع﴾
(البحر الرائق ج ۱ص ۶۱۱)

(۳)قال المحقق کمال بن الھمام:﴿وَلَا تَجُوْزُ الصَّلَاۃُ خَلْفَ مُنْکِرِالشَّفَاعَۃِ وَالرُّوْیَۃِ–وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَالْکِرَامِ الْکَاتِبِیْنَ–لِاَنَّہٗ کَافِرٌ–لِتَوَارُثِ ھٰذِہِ الْاُمُوْرِ عن الشَّارِعِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم–وَمَنْ قَالَ:لَا یُریٰ لِعَظْمَتِہٖ وَ جَلَالِہٖ فَھُوَ مُبْتَدِعٌ﴾(فتح القدیر ج ۱ص ۳۰۴)

(۴)وکذا قال الشامی فی"منحۃ الخالق شرح البحر الرائق"(ج۵ص ۲۳۴)

توضیح:مذکورہ بالا اقتباسات میں شفاعت نبوی کے منکر کو کافر قرار دیا گیا ہے۔قیامت میں گنہ گاروں کے لیے شفاعت نبوی کا ثبوت قطعی بالمعنی الاعم دلائل سے ثابت ہے،اورفقہا کے یہاں قطعی بالمعنی الاعم کا انکارکفر ہے،اس لیے شفاعت نبوی کا منکر کافر ہوگا۔

صدرالشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ القوی نے رقم فرمایا:"ہرقسم کی شفاعت حضور(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)کے لیے ثابت ہے۔شفاعت بالوجاہۃ،شفاعت بالمحبۃ،شفاعت بالاذن۔ان میں سے کسی کا انکار وہی کرے گا،جوگمراہ ہے"۔

الرسالة العاشرة

(بہار شریعت حصہ اول: بحث عقائد متعلقہ نبوت)

وضاحت: شفاعت کی بحث ابھی نا تمام ہے، کیوں کہ بعض امور کی وضاحت دستیاب نہیں ہو سکی۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم:: والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم:: وآلہ العظیم

☆☆☆☆☆

باب پنجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم::الحمد رب العٰلمین::والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سید المرسلین::وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

باب پنجم میں اس امر کی وضاحت رقم کی گئی ہے کہ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی نے اسماعیل دہلوی کی تکفیر کے لیے مذہب فقہا کو کیوں اختیار فرمایا؟ اسی باب میں مسئلہ تکفیر میں فقہا و متکلمین کے اختلاف کے اسباب کو بیان کیا گیا ہے۔ کفر فقہی وکفر کلامی کے مابین فرق کو واضح کیا گیا ہے۔ اسماعیل دہلوی سے متعلق الملفوظ کی عبارت کی تشریح اور الموت الاحمر کی تصنیف کے اسباب وعلل کو بیان کیا گیا ہے۔

مذہب فقہا کو اختیار کرنے کے اسباب وعلل

اسماعیل دہلوی کی عبارتوں میں تاویل بعید کی گنجائش ہے۔ تاویل بعید کے سبب متکلمین حکم کفر جاری نہیں فرماتے ہیں۔
علامہ فضل حق خیر آبادی جیسے عظیم فلسفی نے تاویل بعید سے صرف نظر فرما کر مذہب فقہا کو کیوں اختیار فرمایا؟
غور وخوض کے بعد مجھے متعدد اسباب نظر آئے، وہ ذیل میں سپرد قرطاس ہیں۔

کفر فقہی کو اختیار کرنے کا پہلا سبب

(۱) سبب اول یہ ہے کہ حنفی فقہائے متاخرین کفر فقہی کا حکم ہی نافذ فرماتے تھے۔ فقہا کے درمیان حنفی فقہا کا یہ طریق کار مشہور ہے۔
متاخرین فقہائے احناف ہر قطعی کے انکار پر حکم کفر جاری کرتے تھے۔ خواہ وہ قطعی بالمعنی الاخص ہو، یا قطعی بالمعنی الاعم۔ قطعی بالمعنی الاخص کے انکار پر متکلمین کے یہاں بھی حکم کفر نافذ ہوتا ہے، لیکن قطعی بالمعنی الاعم کے انکار پر متکلمین کے یہاں گمرہی کا حکم جاری ہوتا ہے۔

قال الھیتمی:﴿وَلَا یَکْفُرُ بانکار قطعی غیر ضروری کاستحقاق بنت الابن السدس مع بنت الصلب–وظاھر کلام الحنفیة کُفْرُہٗ–ویجب حملہ اَیْ بناءً علیٰ قواعدھم علیٰ مُنْکِرٍ عَلِمَ اَنَّہٗ قَطْعِیٌّ–وَاِلَّا فَلَا یَکْفُرُ–اِلَّا اذ اذکر لہ اھل العلم انہ من الدین وانہ قطعی فتمادی فیما ھو علیہ عنادًا فَیَکْفُرُلظھور التکذیب منہ حینئذ کما دل علیہ کلام امام الحرمین﴾(الفتاوی الحدیثیة ص ۱۴۱)

فتاویٰ حدیثیہ کی مذکورہ بالا عبارت میں علامہ ہیتمی نے فرمایا کہ فقہائے احناف قطعی امور کے انکار پر حکم کفر جاری جاتے ہیں تو یہ کفر فقہی ہے، کفر کلامی نہیں۔ کفر کلامی اسی وقت ہوگا، جب قطعیات ضروریہ (ضروریات دین) کا قطعی انکار ہو۔ متقدمین فقہائے احناف اور بہت سے متاخرین بھی مسئلہ تکفیر میں متکلمین کے ساتھ ہیں۔ (ماخوذ از: فتاویٰ رضویہ مترجم جلد اول ص۱۴۲–جامعہ نظامیہ لاہور)

دوسری بات یہ بھی یاد رکھی جائے کہ فقہائے احناف کے علاوہ دیگر مسالک کے بھی بہت سے فقہا قطعی کے انکار پر حکم کفر جاری

کرتے ہیں۔(فواتح الرحموت:بحث اجماع)

اب اس صورت میں یہ غور کرنا ہوگا کہ اگر قطعیات ضروریہ(ضروریات دین) کا انکار ہے اور تکفیر کلامی کی ساری شرطوں کا لحاظ کیا گیا ہے تو وہ تکفیر کلامی ہے،ورنہ تکفیر فقہی ہے۔خواہ مفتی نے تکفیر فقہی کی صراحت کی ہو،یا صراحت نہ کی ہو۔

امام احمد رضا قادری نے تحریر فرمایا:''مجتہد جس شیٔ کی طلب جزمی حتمی اذعان کرے،اگر وہ اذعان بدرجہ یقین معتبر فی اصول الدین ہو،اور اس تقدیر پر مسئلہ نہ ہوگا،مگر مجمع علیہ ائمہ دین تو وہ فرض اعتقادی ہے،جس کا منکر عندالفقہا مطلقا کافر اور متکلمین کے نزدیک(منکر اس وقت کافر ہے)جب کہ مسئلہ ضروریات دین سے ہو،اور یہی عندالمحققین احوط واسد اور ہمارے اساتذۂ کرام کا معمول ومعتمد ہے''۔

(فتاویٰ رضویہ ج اص ۲۴۰ تا ۲۴۲:جامعہ نظامیہ لاہور)

امام اہل سنت نے اسی کے حاشیہ میں تحریر فرمایا:﴿اقول:ای عند عامة مصنفیهم من اصحاب الفتاوی وغیرهم من المتأخرین،اما ائمتنا الاقدمون فعلٰی ما علیه المتکلمون کما حققه خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سره الماجد فی بعض فتاواه﴾(حاشیہ فتاویٰ رضویہ ج اص ۲۴۲:جامعہ نظامیہ لاہور)

قال الامام احمد رضا القادری:﴿اقول:تحقیق المقام اَنَّ اَکْثَرَ الْحَنفیة یُکَفِّرُوْنَ بانکار کل مقطوع به–کما هو مُصَرَّحٌ فی ردالمحتار وغیره–وهم ومن وافقهم،هم القائلون بانکار کل مجمع علیه–بَعْدَ مَا کَانَ الْاِجْمَاعُ قَطْعِیًّا نَقْلًا وَدَلَالَةً–وَلَاحَاجَةَ اِلٰی وجود النص–وَالْمُحَقِّقُوْنَ لَایُکَفِّرُوْنَ اِلَّابانکار مَاعُلِمَ مِنَ الدِّیْنِ ضَرُوْرَةً بحیث یشترک فی معر فته الخاص والعام المخا لطون للخواص–فان کان المجمع عَلَیْهِ هکذا–کَفَرَ مُنْکِرُه–وَاِلَّا،لَا–وَلَاحَاجَةَ عند هم اَیْضًا اِلٰی وجود نَصٍّ–فَاِنَّ کَثِیْرًا مِنْ ضَرُوْرِیَاتِ الدِّیْن مِمَّا لَا نَصَّ عَلَیْهِ کَمَا یَظْهَرُ بِمُرَاجَعَةِ ''الاعلام''وغیره﴾(المعتمد المستند ص ۱۹۵)

توضیح:حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی قدس سرہ العزیز نے اسماعیل دہلوی کی تکفیر فقہی فرمائی ہے۔رسالہ دہم میں اس کا تفصیلی بیان ہے۔اشخاص اربعہ کی تکفیر،تکفیر کلامی ہے۔مسئلہ تکفیر میں امام احمد رضا قادری متکلمین کے مذہب پر تھے۔

علامہ فضل حق خیرآبادی قدس سرہ العزیز نے مسئلہ تکفیر میں مذہب فقہا کو اختیار فرمایا،کیوں کہ متاخرین فقہائے احناف مسئلہ تکفیر میں مذہب فقہا پر عامل تھے۔

کفر فقہی کو اختیار کرنے کا دوسرا سبب

(۲)مذہب فقہا کو اختیار کرنے کی دوسری وجہ قاضی عیاض مالکی کی درج ذیل عبارت میں ہے:

قال القاضی:﴿الوجه الرابع ان یاتی الکلام بمجمل–ویلفظ من القول بمشکل،یمکن حمله علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم اوغیره–اَوْ یُتَرَدَّدُ فی المراد به من سلامته من المکروه اوشره–فَهٰهُنَا مُتَرَدَّدُ النَّظَرِ وَحَیْرَةُ

الرسالة العاشرة

الْعِبَرِ–وَمَظِنَّةُ اِخْتِلَافِ الْمُجْتَهِدِيْنَ–وَوَقْفَةُ اِسْتِبْرَاءِ الْمُقَلِّدِيْنَ– لِيَهْلِکَ مَنْ هَلَکَ عَنْ بَيِّنَةٍ–وَيَحْيَا مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ–فَمِنْهُمْ مَنْ غَلَّبَ حُرْمَةَ النَّبِيِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم–وحمی حِمٰی عِرْضِهٖ–فَجَسَرَعَلَی الْقَتْلِ–وَمِنْهُمْ مَنْ عَظَّمَ حُرْمَةَ الدَّمِ–وَدَرَأَ الْحَدَّ بِالشُّبْهَةِ لِاِحْتِمَالِ الْقَوْلِ﴾(کتاب الشفاء ج۲ ص ۵ ۲۳)

قال الخفاجی:﴿(الوجه الرابع)من اقسام هذه المسئلة(ان یاتی)من تکلم به(من الکلام بِمُجْمَلٍ)اسم مفعول من الاجمال–وهوفی ا للغة مقابل للتفصیل–ومنه جملة العدد–وفی اصطلاح اهل الاصول–مَا لَمْ تَتَّضِحْ دَلَالَتُهٗ عَلٰی مُرَادِ مَنْ تَكَلَّمَ بِهٖ–وهوالمراد ههنا والمناسب لقوله (و)ان یاتی(بلفظ من القول مشکل)وفی نسخة–ویلفظ من القول بمشکل–والمشکل فی الاصل ما له اشکال او اشباه ونظائر–وَهُوَ اَيْضًا مَا لَايَظْهَرُ مَعْنَاهُ–قال الراغب:المشاکلة فی الهیئة والصورة–والند فی الجنسیة–والشبه فی الکیفیة–والشیء اذا کان له اشکال یلتبس–فالمراد ما فیه التباس بغیره(یمکن حمله)بما یفهم منه(علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وعلٰی غَيْرِه)ممن یمکن حمله علیه(اویتردد)ای یُشَكُّ(فی المراد به)ای ما قصده المتکلم به(من سلامته من المکروه او)سلامته من (شره)الذی لایلیق به صلی اللّٰہ علیہ وسلم–وهومعطوف علٰی سلامته.

(فههنا)ای فی المقام الذی یورد فیه ما یحتمل قصده وعدمه(متردد النظر)بزنة المفعول اسم مکان ای محل التردد فی حکمه ای نظر الحاکم فیه(وحیرة العبر)بزنة عنب بعین مهملة وموحدة جمع عبرة–وهو ما یعتبر لِيُسْتَدَلَّ بِهٖ عَلٰی غَيْرِهٖ.

(وَمَظِنَّةُ)بکسر الظاء–المسألة ای محل الظن الذی یظن فیه امرًا–یقتضی(اختلاف المجتهدین)فی حکمه لاحتمال اَنَّهٗ فی حقه فیجری علیه حکم من ینقصه–اوفی حق غیره فلا یکون مقتضیا لقتل قائله–فهومحل تَأَمُّلٍ وَنَظر.

(ووقفة)معطوف علٰی متردد(استبراء)بالمد ای طلب برائة(المقلدین)لهؤلاء المجتهدین–یعنی ان المجتهدین یعملون النظر فی استخراج حکمه ویتحیرون فیه لاشکاله علیهم–والمقلد لهم یقف حَتّٰی یَعْلَمَ حَالَ مَنْ قَلَّدَهٗ فیتبعه ویبرأ من عهدته(لیهلک من هلک عن بینة)ای لیکون مَنْ حُكِمَ بِكُفْرِهٖ بمقاله قَتْلُهٗ بِدَلِيْلٍ وَاضِحٍ–لان اراقة الدماء لایجازف فیها(ویحی من حَيَّ)اَصْلُهٗ حَيِيَ فَاُدْغِمَ(عن بینة)ای یکون حیاة من لم يُقْتَلْ بدلیل ظاهر–لانه لاینبغی المسامحة فیما یتعلق بمقام النبوة وحمایتها من طعن الطاعنین فیه–وهواقتباس لبیان علة التردد والتوقف فی امورالمشکلة.

(فمنهم)من المجتهدین فی مثل هذا(مَنْ غَلَّبَ حُرْمَةَ النَّبِيِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم)ای احترامه وصیانته(وَ

الرسالة العاشرة

حَـمٰی حِمٰی عرضه)ای صان عرضه—وحمی الاول ماض كَدَعَا—والثانی بكسرالحاء اسم—وهو ما يجب حمايته ورعـايتـه—والـعِـرض كـل ما يلزم رعايته من الصفات—ويولم ضده—ويكون بمعنى الجانب والذات ايضًا—وفيه كـلامٌ لَاِهْـلِ الـلُّـغَةِ طـويلٌ—لاحاجة لنابه هُنَا—اَیْ مَنَعَ اَنْ يَهْجُمَ اَحَدٌ عَلٰی مَقَامِ النُّبُوَّةِ ولو بالاحتمال—فان من حام حول الحمى يوشک ان يقع فيه(فَجَسَرَ)ای اَقْدَمَ من غير مبالة(على القتل)ای الحكم بقتله وان احتمل كلامه.

(ومـنـهـم مـن عَـظَّمَ حُرْمَةَ الدَّمِ)فلم يجسرعلى القتل(وَدَرَأً)بدال وراء مهملتين مفتوحتين وهمزة—كَدَفَعَ وَزَنًـا وَمَـعْـنًـی(الحد)وهو هنا القتل(بالشهة)فيما قاله لاحتمال عدم قصده لما يوجبه—وهواشارة لقوله صلى اللّٰه عـلـيـه وسـلـم(ادرؤواالحدود بالشبهات)وهوحديث وردبمعناه كحديث ابن ماجة(ادفعوا الحدود ما استطعتم) وكذا هو فی الترمذی وغيره—واما هذا اللفظ بعينه—ففيه كلام فی تخريج احاديث الهداية لابن حجر.

وَبَيَّنَ الشُّبْهَةَ بِقَوْلِهٖ(لاحمتال القول)الصادر منه لامرين—احدهما يقتضيه والْاٰخَرُ يَمْنَعُهُ—وفی بعض النسخ (وقتـل)الـرجـل(المومن من الموبقات)ای المهلكات للقائل فی الدنيا والْاٰخِرَةِ—لما ورد فی الحديث الصحيح اَنَّهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال(لَزَوَالُ الدُّنْيَا اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ قَتْلِ مُوْمِنٍ بِغَيْرِ حَقٍّ)(نسیم الریاض ج۴ص۳۹۶)

توضیح:علامہ فضل حق خیرآبادی اورامام احمدرضا قادری کےفتویٰ کے درمیان وہی فرق ہے،جس کاذکرقاضی عیاض نے فرمایا۔

علامہ فضل حق خیرآبادی نے مذہب فقہا کواختیارکیااورامام احمدرضا قادری نے مذہب متکلمین کواختیارکیا۔

مذہب متکلمین یہ ہے کہ جب تک کوئی احتمال موجودرہے،حکم کفرجاری نہیں کیا جاسکتا،گرچہ وہ احتمال بعید ہو۔

میں نے عالم اسلام میں اولین فلسفی کودیکھا جوحبیب کبریا،سرورانبیاحضوراقدس تاجدارکائنات سیدناوسندناومولانامحمد مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام وعلٰی اخوانہ من الانبیاء والمرسلین وعلٰی آلہ واصحابہ اجمعین کےعشق ومحبت میں اس عظیم منزل پرفائزہوکہ فلاسفہ مسلمین میں ان کا کوئی ہم رتبہ وہم درجہ نہ ہو۔سبحان اللہ!ملک ہندمیں وہابیہ کے بالمقابل عہداول کے امام اہل سنت اورعہددوم کے امام اہل سنت دونوں امام،دربار اعظم میں ایسے مؤدب ہیں کہ ان دونوں کی ادب شناسی نے فضائے ہندوپاک کوعشق مصطفوی سے معطرومنورکردیا۔

کفرفقہی کواختیارکرنے کا تیسراسبب

(۳)مذہب فقہا کواختیارکرنے کی تیسری وجہ یہ ہے کہ علامہ خیرآبادی قدس سرہ القوی وہابیت کے فتنہ کوبیخ وبن سے اکھاڑنا چاہتے تھے،اس لیےانہوں نے مذہب فقہا کواختیارفرماکردہلوی پرحکم کفرجاری فرمایا،تاکہ عام مسلمین اسماعیل دہلوی سے الگ ہوجائیں۔

علامہ خیرآبادی کےعہدمیں وہابیت ملک عرب سے ہندوستان میں داخل ہوئی۔دہلوی نے اس مذہب کوقبول کیااوردل وجان سے اس پرفریفتہ ہوگیا۔وہ مسلمانوں کے درمیان اس مذہب کوپھیلانے لگااوراس کےفروغ وترویج میں مشغول ہوگیا۔علمائے اہل سنت وجماعت نے اسے سمجھانے کی کوشش کی،لیکن وہ اپنے کام میں مگن رہا۔اس کی گمرہی کےسبب دوسرے مسلمان بھی گمراہ ہونے لگے

الرسالة العاشرة

۔دہلوی کا مقصد بھی یہی تھا کہ ایک طبقہ اس کے ساتھ ہو جائے۔اسماعیل دہلوی وہابیت کے فروغ کے لیے غنڈوں کی ایک جماعت بھی پال رکھا تھا۔وہابی مؤرخین نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔

مرزا حیرت دہلوی نے لکھا:''مولانا شہید نے خطرہ کے وزن کو پہچان لیا تھا،اور گو ابھی عمائد واعیان شہر اس طرف رجوع نہ ہوئے تھے،اور نہ ابھی مولوی فضل حق صاحب کی مخالفانہ کاروائی شروع ہوئی تھی، پھر بھی عقل مندی یہ تھی کہ ہر طرح سے بندوبست کیا جائے،اور ایسا نہ ہو کہ مخالف غافل پا کے کوئی جسمانی مضرت پہنچائیں۔آپ نے پہلے چند بڑے بڑے بدمعاشوں کے سرغنوں کو اپنی جادو بھری تقریر سنا کے مرید کیا اور انہیں اپنا ایسا معتقد بنایا کہ وہ اپنی جان قربان کرنے پر آمادہ ہو گئے۔مصلحت اس کی مقتضی تھی کہ یہ کاروائی کی جائے، کیوں کہ دن بدن مخالفت کی آگ بھڑکتی جاتی تھی''۔(حیات طیبہ،از:مرزا حیرت دہلوی ص ۵۸-لاہور)

علامہ عبدالحکیم خاں اختر شاہجہاں پوری نے بھی اس کو نقل کیا ہے۔(برطانوی مظالم کی کہانی ص ۲۰۶-فرید بک اسٹال لاہور)

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وہابیت سے پہلے بھی دہلوی سے مختلف قسم کی گمرہی اور فتنہ پروری کا ظہور ہو چکا تھا۔ان سب حالات کو دیکھ کر علامہ خیرآبادی قدس سرہ العزیز نے اسماعیل دہلوی کے حق میں کفر فقہی کو اختیار فرمایا، تاکہ اس کا فتنہ ختم ہو جائے،اور ایسا ہی ہوا۔

فتویٰ تکفیر کے بعد اسماعیل دہلوی خاموش ہو گیا اور اپنی توجہ جہاد کی طرف کرلیا۔ایسے مواقع پر مفتی کو سختی اختیار کرنے کا حکم ہے۔

قال الھیمتی:﴿ففی المجموع والروضۃ واصلھا–لِلْمُفْتِي اَنْ يُشَدِّدَ فِي الْجَوَابِ بِلَفْظٍ مُتَأَوَّلٍ عِنْدَهٗ زَجْرًا وتھدیدًا فی مواضع الحاجۃ﴾(الاعلام بقواطع الاسلام ص ۳۴۷)

اسماعیل دہلوی کی خموشی دیکھ کر اس کے متبعین بھی خاموش ہو گئے۔ایک مدت بعد حیدر علی ٹونکی نے اسماعیل دہلوی کے نظریہ امکان نظیر کی تائید میں ایک رسالہ لکھا۔علامہ فضل حق خیرآبادی نے اس رسالہ کے جواب میں انتہائی معرکۃ الآرا کتاب''امتناع النظیر''تحریر فرمائی۔

علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ القوی نے رقم فرمایا:''انہیں ایام میں مولوی فضل حق صاحب مرحوم نے اسماعیل پر تاخت کی ،یعنی شفاعت کے مقدمے جو کچھ مولوی اسماعیل سے سرزد ہوا،اس پر گرفت کی۔اسماعیل نے ابتداءً کچھ حرکت مذبوحی کی۔انجام کار جواب سے عاجز ہوا،اور کتاب تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ(تصنیف مولوی فضل حق صاحب مرحوم کی) رافع جملہ اوہام،مزین بمہر ودستخط علمائے اعلام اطراف واکناف میں شائع وذائع ہو گئی۔اس سبب شورش وطغیان کا کچھ کم ہوا،اور واعظین دین جدید نے بھی ذرا لگام توسن کلام کی کھینچی،اور مجلس وعظ میں بجائے شدت کے رفق ولین کو کام فرمایا،اور قال وقیل میں باب تقیہ یا تاویل کا مفتوح کیا۔گویا یہ فتنہ بیخ سے برکندہ ہو گیا۔اب اس دین جدید نے رنگ اور پیدا کیا کہ مولوی اسماعیل نے وعظ غزا کا شروع کیا، چوں کہ یہ بات پسند خاطر عوام اہل اسلام تھی تو ہر کسی نے جان ومال سے حاضر ہو کر خدمت کی۔جب کچھ جمعیت پیدا کی تو افغانستان پر پہنچے''۔

(البوارق المحمدیہ مترجم ص ۵۴-تاج الفحول اکیڈمی بدایوں شریف)

الرسالة العاشرة

مسئلہ تکفیر میں متکلمین وفقہا کے اختلاف کا سبب

تکفیر کے مسئلہ میں فقہا و متکلمین کا اختلاف ہے۔فقہا کفر لزومی کو بھی کفر قرار دیتے ہیں،جب کہ متکلمین کفر لزومی کی صورت میں حکم کفر جاری نہیں فرماتے۔فقہا احتیاطی طریق کار پر عمل پیرا ہیں کہ کوئی مومن اس حد تک بھی آنے کی جرأت نہ کرے،اور متکلمین اس مرحلے تک انتظار کرتے ہیں،جب تک کہ تمام راستے بند نہ ہو جائیں۔

قال جلال الدین الدوانی:﴿فَاِنْ قُلْتَ:نحن نری الْفقهاءَ یُکَفِّرُوْنَ بِکَلِمَاتٍ لَیْسَ فِیْهَا شَیْءٌ مِنَ الْاُمُوْرِ الَّتِی عَدَّهَا المصنفُ رحمه اللّٰه تعالٰی من مُوْجِبَاتِ الْکُفْرِ کَمَا ذَکَرُوْا فِیْ باب الرِّدَّةِ–اَنَّه لَوْ قَالَ اَحَدٌ–اِنِّیْ اَرَی اللّٰهَ تَعَالٰی فِی الدُّنْیَا یُکَلِّمُنِیْ شَفَاهًا،کُفْرٌ–مَعَ اَنَّ الاٰمدی ذَکَرَ اَنَّ بَعْضَ اَصْحَابِنَا عَلٰی اَنَّ رُوْیَةَ اللّٰهِ تَعَالٰی فی الدنیا جائزةٌ عَقْلًا–وَاَمَّا سمعًا فَاَثْبَتَه بَعْضُهم ونفاه اٰخَرُوْنَ–وَهَلْ یجوزان یر ی فی المنام–قیل:لا–وقیل:نَعَمْ–والحق اَنَّه لَا مَانِعَ من هذه الروية وان لَمْ تَکُنْ رُوْیَا حقیقةً.

قُلْتُ:حُکْمُهم بالرِّدَّةِ فی الکلمات المذکورة مبنی علٰی انه یُفْهَمُ منه اَحَدُ هذه الامور المذکورة–وَالظَّاهِرُ اَنَّ التَّکْفِیْرَ فی المسئلة المذکورة بناءً علٰی دَعْوَی الْمُکَالَمَةِ شفاهًا–فَاِنَّه مَنْصبُ النُّبُوَّةِ–بَلْ اَعْلٰی مَرَاتِبِهَا–وَفِیْهِ مُخَالَفَةٌ لِمَا هُوَ مِنْ ضروریات الدین–وَهُوَ اَنَّه صلی اللّٰه علیه وسلم خاتم النبیین عَلَیْهِ افضل صلوٰة المصلین–وقس علیه باقی الکلمات–وَتَاَمَّلْ فِیْهَا یَظْهَرُ لَکَ اِشْعَارُهَا بِاَحَدِ الْاُمُوْرِ الَّتِیْ فَصَّلَهَا الْمُصَنِّفُ﴾

(شرح الدوانی علی العضد یہ ص۱۰۶)

قال السیالکوتی:﴿(قوله فان قلت الخ)فی المواقف–وَاَمَّا مَاعَدَاه فالقائل به مبتدعٌ غَیْرُ کَافِرٍ–وَلِلْفُقَهَاءِ فِیْ مُعَامَلَتِهِمْ خِلَافٌ–وهو خَارِجٌ عَنْ فَنِّنَا–انتهٰی–فَعُلِمَ اَنَّ طَرِیْقَةَ الْفُقَهَاءِ غَیْرَ طَرِیْقَةِ الْمُتَکَلِّمِیْنَ–لِاَنَّ الْفقهاءَ سَلَکُوْا الطَّرِیْقَ الاَحْوَطَ کَیْلا یَقَعَ الْمُسْلِمُ فیما فیه احتمالُ الکفر–والمتکلمونَ اَخَذُوْا الطَّرِیقَ الْاَسْلَمَ حَیْثُ لَاینْسبون الکُفْرَ اِلٰی اَحَدٍ﴾(حاشیۃ السیالکوتی علی الدوانی ص۱۰۶)

توضیح:متکلمین اس وقت تکفیر کرتے ہیں،جب کلام میں کسی قسم کے احتمال،یعنی احتمال قریب یا احتمال بعید کی بالکل گنجائش نہ ہو،اور فقہا احتمال قریب کی گنجائش نہ ہونے کے وقت حکم کفر جاری کرتے ہیں۔فقہا احتمال بعید کو قبول نہیں کرتے۔

مسئلہ تکفیر میں فقہا و متکلمین کا مذہب

باب تکفیر میں دو مذہب ہیں:(۱)مذہب متکلمین (۲)مذہب فقہا۔

متکلمین قطعی بالمعنی الاخص کے انکار پر حکم کفر جاری کرتے ہیں،جب کہ فقہا قطعی بالمعنی الاعم اور قطعی بالمعنی الاخص دونوں کے انکار

الرسالۃ العاشرۃ

پرحکم کفرجاری کرتے ہیں۔اسی طرح متکلمین اسی وقت حکم کفرجاری کرتے ہیں جب التزام کفرہو،یعنی بطریق مفسرانکار پایا جائے،جب کہ فقہالزوم کفر کے وقت بھی حکم کفرجاری کرتے ہیں،یعنی بطریق ظاہرو بطریق نص انکار پایا جائے تو اس وقت بھی حکم کفرجاری کرتے ہیں۔جب بطریق مفسرانکار پایا جائے تو بدرجہ اولیٰ فقہا کے یہاں حکم کفرجاری ہوگا۔

عہد حاضر میں تمام فقہا مقلد ہیں،لیکن باب تکفیر میں تقلید نہیں،یعنی یہ لازم نہیں کہ حنفی فقہا باب تکفیر میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریق کار کی تقلید کریں۔باب تکفیر میں حضرت امام اعظم وحضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا طریق کار وہی ہے، جسے بعد کے زمانے میں متکلمین نے اختیار کیا،لیکن بہت سے حنفی اور شافعی فقہا باب تکفیر میں اس طریق کار کے متبع ہیں جوفقہا کے یہاں مروج ہے،یعنی لزوم کفر کے وقت حکم کفرجاری کرنا اور قطعی بالمعنی الاعم کے انکار پر بھی حکم کفرجاری کرنا۔

جو باب تکفیر میں فقہا کے طریق کار پر ہیں،وہ کافرفقہی کو کافراعتقاد کریں گے،اوراس کے کفرفقہی کا فتویٰ بھی دیں گے،کیوں کہ انہوں نے باب تکفیر میں مذہب فقہا کو اختیار کیا ہے۔اگر وہ کافرفقہی کو کافر نہ کہیں تو لازم آئے گا کہ وہ باب تکفیر میں مذہب فقہا پر نہیں ہیں، حالاں کہ یہ خلاف مفروض ہے۔

جو باب تکفیر میں مذہب متکلمین پر ہوں گے،وہ کافرفقہی کے بارے میں کہیں گے کہ یہ بحکم فقہا کافر ہے،یا فقہا کے یہاں کافر ہے، یا کافرفقہی ہے،لیکن وہ اس کے کافر ہونے کا فتویٰ نہیں دیں گے،کیوں کہ وہ باب تکفیر میں مذہب متکلمین پر ہیں،پس وہ مذہب متکلمین کے اعتبار سے اس کافرفقہی کو گمراہ اعتقاد کریں گے،اوراس کے گمراہ ہونے کا فتویٰ دیں گے،کیوں کہ کافرفقہی متکلمین کے یہاں گمراہ ہوتا ہے اور کفرفقہی کو متکلمین گمرہی وضلالت سے تعبیر کرتے ہیں۔یہ محض تعبیرواصطلاح کا فرق ہے۔اس کو لفظی اختلاف کہا جاتا ہے۔

((البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیہ))کے ابتدائی پانچ رسائل میں اس امر کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا جا چکا ہے۔

کافرکلامی میں کسی کا لفظی اختلاف بھی نہیں ہوتا۔جو متکلمین کے یہاں کافر ہے،وہ فقہا کے یہاں بھی کافر ہے،بغیر عکس کے۔

واضح رہے کہ کفرفقہی میں فقہا ومتکلمین کے درمیان محض لفظی اختلاف ہے۔یہاں حقیقی اختلاف متصور نہیں،ورنہ لازم آئے گا کہ ایک ہی فرد من کل الوجوہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو،اور دائرۂ اسلام میں داخل بھی ہو۔

کافرفقہی متکلمین کے یہاں گمراہ ہے،یعنی دائرۂ اسلام سے من کل الوجوہ خارج نہیں۔فقہا کے یہاں کافرفقہی کافر ہے،تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ فقہا کے طریق کار میں مومن کی جو حد مقرر کی گئی ہے،اس حد سے وہ پار ہو گیا،پس طریق فقہا پر حکم کفر عائد ہو گیا،گرچہ متکلمین کے یہاں ابھی خفیف سی گنجائش موجود ہے۔فقہا اس کو کافر قرار دیتے ہیں،تا کہ اس کے جرم کی شناعت ظاہر ہو جائے۔متکلمین کافر نہیں کہتے ہیں،کیوں کہ ابھی خفیف احتمال موجود ہے۔

قال الملا علی القاری:﴿وقد اجیب عن الاشکال بان عدم التکفیر مذهب المتکلمین،والتکفیر مذهب الفقهاء فلا یتحد القائل بالنقیضین فلا محذور–ولو سلم فیجوز ان یکون الثانی للتغلیظ فی رد ما ذهب الیه

المخالفون –والاول لاحترام شان اهل القبلة فانهم فی الجملة معنا موافقون﴾

(منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبرص۴۲۹، ۴۳۰-دارالبشائرالاسلامیۃ بیروت)

کفرفقہی اورفقہاومتکلمین

اگرکسی کلام میں کفرکلامی ثابت نہیں ہوتا ہے تو کیا کفرفقہی ثابت ہے۔اگر کفرفقہی ثابت نہیں ہے تو کیا وہ حرام ہے،یا مکروہ تحریمی یا تنزیہی یا خلاف اولیٰ،یا جائز ہے؟ان تمام جہات پرغورکرنا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے لیے’’خدا‘‘ کالفظ استعمال کرنا جائز ہے(فتاویٰ مصطفویہ ص۳۱)،حالاں کہ یہ لفظ توقیفی اسما کے دائرہ سے خارج ہے ۔ہاں،ہم معنی ضرور ہے۔رب تعالیٰ کے لیے بعض الفاظ کا استعمال حرام ہے۔

اگرکوئی کفرفقہی ایسا ہوجس کو متکلمین ضلالت وگمرہی سے تعبیر کرتے ہیں تو فقہا اس کفر سے متصف کے بارے میں کہیں گے کہ جو اس کے کفرمیں شک کرے،وہ اسی کی طرح کافر ہے۔(من شک فی کفرہ فقدکفر)یعنی شک وانکارکرنے والافقہا کے یہاں اسی کی طرح کافرفقہی ہوگا۔اسی کافرفقہی کے بارے میں متکلمین کہیں گے کہ جواس کی گمرہی میں شک کرے،وہ اسی کی طرح گمراہ ہے۔

یہ معاملہ اسماعیل دہلوی کے ساتھ پیش آیا۔حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی قدس سرہ العزیز نے دہلوی کی تکفیرفقہی کرتے ہوئے فرمایا کہ جواس کے کفرمیں شک کرے،وہ کافر ہے۔تحقیق الفتویٰ میں تفصیلی عبارت مرقوم ہے۔

اسی دہلوی کے بارے میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ جودہلوی کی گمرہی میں شک کرے،وہ اسی کی طرح گمراہ ہے۔

’’اگراس کے ضلالت وگمرہی پرآگاہی ہوکراسے اہل حق جانتا ہوتو خوداسی کی مثل گمراہ وبددین ہے‘‘۔

(فتاویٰ رضویہ ج۳ص۱۸۹-رضا اکیڈمی ممبئی)

کفرفقہی کی بعض صورتوں کو متکلمین ضلالت وگمرہی کہیں گے،اورکفرلزومی فقہی کی بعض صورتیں متکلمین کے نزدیک ضلالت وگمرہی سے بھی خارج ہیں۔جوامرکفرفقہی کے دائرہ سے خارج ہو،اس میں فقہا درجہ کاتعین کریں گے کہ یہ حرام ہے یا مکروہ تحریمی یا مکروہ تنزیہی،یااسائت،یا خلاف اولیٰ ہے۔حرام میں صرف توبہ کاحکم ہوگااورکفرکلامی وکفرفقہی میں توبہ کے ساتھ تجدیدایمان وتجدیدنکاح کاحکم بھی ہوگا۔

متکلمین کے یہاں تین احکام ہیں۔انہی کو((احکام ثلاثہ))سے تعبیرکیاجاتا ہے:

(۱)کفرکلامی:یہ متکلمین وفقہا کے مابین متفق علیہ ہوتا ہے۔اسی کوکفراتفاقی بھی کہا جاتا ہے۔کفرکلامی کا صدور ہونے پرتوبہ،تجدیدایمان وتجدیدنکاح کاحکم ہے۔اس میں بیوی بائنہ ہوجاتی ہے،اس لیے بیوی کی رضامندی سے نکاح ہوگا۔

(۲)ضلالت وگمرہی:کفرفقہی کی بہت سی صورتیں متکلمین کے یہاں ضلالت وگمرہی میں شامل ہیں۔اسے کفراختلافی بھی کہا جاتا ہے۔کفرفقہی کے صدور کے وقت بھی توبہ،تجدیدایمان اورتجدیدنکاح کاحکم ہے۔اس میں بیوی بائنہ نہیں ہوتی ہے۔

(۳) اختلاف جائز: اشاعرہ وماتریدیہ کا اختلاف۔علوم خمسہ سے متعلق اعلیٰ حضرت وعلامہ برزنجی کا اختلاف اسی میں شامل ہے۔

کفر فقہی وکفر کلامی میں وجہ امتیاز کیا ہے؟

کفر فقہی اور کفر کلامی میں مشترکہ امور اتنے زیادہ ہیں کہ دونوں کے مابین وجہ امتیاز کی جانب توجہ نہیں ہو پاتی ہے۔

پہلے چند مشترکہ امور رقم کیے جاتے ہیں، پھر وجہ امتیاز کا ذکر ہوگا۔

کفر کلامی وکفر فقہی میں مشترک امور

(۱) کفر کلامی وکفر فقہی دونوں میں یکساں آیات واحادیث واقوال اسلاف سے استدلال کیا جاتا ہے، مثال کے طور پر اگر کسی کی تکفیر تنقیص نبوی کے سبب کی گئی ہے، جیسے اشخاص اربعہ اور اسماعیل دہلوی تو فقہا ومتکلمین دونوں طبقہ کے علما قرآن مجید کی وہی آیتیں، وہی احادیث مبارکہ اور علمائے اسلام کے وہی اقوال کو بطور دلیل پیش کریں گے، جن میں تنقیص نبوی کو کفر بتایا گیا ہے۔

(۲) کفر فقہی وکفر کلامی دونوں میں توبہ، تجدید ایمان وتجدید نکاح کا حکم ہوگا۔

(۳) عدم توبہ پر کفر فقہی وکفر کلامی دونوں میں حکم قتل دیا جانا صحیح ہے۔

(۴) من شک فی کفرہ: الخ کا قانون بھی کفر فقہی وکفر کلامی دونوں میں استعمال کرنا صحیح ہوگا۔

(۵) کافر فقہی وکافر کلامی دونوں کسی مسلمان کے وارث نہیں ہوں گے۔

(۶) نماز جنازہ، وایصال ثواب کی ممانعت کا حکم دونوں کے لیے ہوگا۔

(۷) کفر فقہی وکفر کلامی میں سے کسی میں یہ وضاحت نہیں کی جائے گی کہ یہ کفر فقہی ہے، یا کفر کلامی ہے۔

(۸) کافر کلامی وکافر فقہی دونوں کو کافر اور مرتد کہا جائے گا۔

کفر کلامی وکفر فقہی میں وجہ فرق

دراصل وجہ فرق کا بار بار تذکرہ کیا گیا ہے، لیکن ادھر لوگ توجہ نہیں دیتے۔

(۱) کبھی کہا جاتا ہے کہ کلام کفری معنی میں متعین ہو تو کفر کلامی کا حکم ہوگا اور کلام کفری معنی میں متبین ہو تو کفر فقہی کا حکم ہوگا۔

(۲) کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ کوئی ضعیف احتمال بھی ہوگا تو کفر کلامی کا حکم جاری نہیں ہوگا۔

(۳) کبھی یہ کہ کلام کفری معنی میں قطعی بالمعنی الاخص ہو، جانب مخالف کا بالکل احتمال ہی نہ ہو، تب کفر کلامی کا حکم جاری ہوتا ہے۔

(۴) کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ ہزار میں ایک احتمال بھی اسلام کا ہو تو کفر کلامی کا حکم جاری نہیں ہوگا۔

اب مدارس اسلامیہ کے وابستگان کے لیے آسان طریقہ یہ ہے کہ حنفی اصول فقہ کی تین اصطلاحوں پر غور کریں:

(۱) ظاہر (۲) نص (۳) مفسر۔

الرسالة العاشرة

ظاہر میں جانب مخالف کا احتمال بعید ہوتا ہے۔نص میں جانب مخالف کا احتمال ابعد ہوتا ہے اور مفسر میں جانب مخالف کا بالکل احتمال ہی نہیں ہوتا۔مثال حاضر کے اعتبار سے یہ کہا جائے گا کہ جب کسی کا کلام تنقیص نبوی میں ظاہر یا نص کے درجہ پر ہو تو وہ کفر فقہی ہوگا۔

جب کسی کا کلام تنقیص نبوی میں مفسر ہو کہ جانب مخالف کا بالکل احتمال ہی نہ رکھے تو پھر یہ کفر کلامی ہوگا۔یہ آسان سی تشریح ہے۔

امام اہل سنت اور دہلوی کی تکفیر کلامی کا انکار

امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز کی عبارت سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اسماعیل دہلوی کی تکفیر،تکفیر فقہی تھی۔اب عہد حاضر میں بعض اہل علم یہ کہنے لگے کہ علامہ خیر آبادی نے اسماعیل دہلوی کی تکفیر کلامی فرمائی تھی۔تحقیق الفتویٰ کے خلاصہ فتویٰ کے بعض الفاظ وعبارات سے انہیں یہ شبہہ لاحق ہو گیا۔ان شاء اللہ تعالیٰ ان الفاظ وعبارات پر تفصیلی بحث آئندہ اوراق میں مسطور ہے۔

امام احمد رضا قادری نے رقم فرمایا:''طوائف مذکورین وہابیہ ونیچریہ وقادیانیہ وغیر مقلدین ودیوبندیہ وچکڑالویہ خذلہم اللہ تعالی اجمعین ان آیات کریمہ کے مصداق بالیقین اور قطعا یقیناً کفار مرتدین ہیں۔ان میں ایک آدھ اگر چہ کافر فقہی تھا،اور صدہا کفراس پر لازم تھے،جیسے ۲/ والا دہلوی،مگر اب اتباع واذناب میں اصلاً کوئی ایسا نہیں،جو قطعا یقیناً اجماعا کافر کلامی نہ ہو،ایسا کہ من شک فی کفرہ فقد کفر،جو ان کے اقوال ملعونہ پر مطلع ہو کر ان کے کفر میں شک کرے،وہ بھی کافر ہے''۔(فتاویٰ رضویہ ج۶ص۹۰-رضا اکیڈمی ممبئ)

توضیح:مذکورہ بالا عبارت میں امام احمد رضا نے صراحت فرمائی کہ اسماعیل دہلوی کافر فقہی ہے۔الملفوظ کی عبارت سے بھی یہی واضح ہے کہ اسماعیل دہلوی کافر فقہی ہے اور چوں کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز باب تکفیر میں مذہب متکلمین پر تھے،اس لیے آپ نے اسماعیل دہلوی کے کافر ہونے کا فتویٰ نہیں دیا،کیوں کہ متکلمین کے یہاں کافر فقہی گمراہ ہوتا ہے،اس لیے آپ نے دہلوی کے کافر کلامی ہونے کا انکار کیا اور گمراہ ہونے کی صراحت فرمائی۔

امام احمد رضا قادری نے اسماعیل دہلوی کے بارے میں تحریر فرمایا:

''اگر اس کے ضلالت وگمرہی پر آگاہی ہو کر اسے اہل حق جانتا ہو تو خود اسی کی مثل گمراہ وبددین ہے''۔

(فتاویٰ رضویہ ج۳ص۱۸۹-رضا اکیڈمی ممبئ)

امام احمد رضا قادری نے اسماعیل دہلوی کے کافر فقہی ہونے کی تفصیلی بحث اپنے رسالہ:الکوکبۃ الشہابیہ اور سل السیوف الہندیہ میں رقم فرمائی۔ان دونوں رسالوں میں آپ نے اسماعیل دہلوی کے کافر کلامی ہونے کا انکار کیا،اور کافر فقہی ہونے کا اقرار کیا۔

مذکورہ بالا دونوں رسالوں کے علاوہ اپنے فتاویٰ میں بھی اسماعیل دہلوی کے کافر فقہی ہونے کا اقرار فرمایا۔

الموت الاحمر کی تصنیف کا پس منظر

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے عہد میں یہ سوال ہوا کہ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی قدس سرہ العزیز نے اسماعیل

الرسالة العاشرة

دہلوی پرفتویٰ کفر جاری کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ جو اس کے کفر میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے، اوراعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز اسماعیل دہلوی کے کفر میں سکوت اور کف لسان کرتے ہیں تو علامہ خیر آبادی کے بقول امام احمد رضا پر حکم کفر کیوں عائد نہیں ہوتا؟

حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز نے اس قسم کے سوالوں کے مفصل جواب کے طور پر ''الموت الاحمر'' تصنیف فرمائی۔

یہ کتاب امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان (۱۲۷۲ھ-۱۳۴۰ھ) کی حیات میں ہی ۱۳۳۷ھ میں شائع ہوئی۔

الموت الاحمر کی بحث سوم کی عبارتوں کا مفہوم یہ ہے کہ امام اہل سنت قدس سرہ العزیز مسئلہ تکفیر میں متکلمین کے مذہب پر ہیں اور دہلوی کا کفر، کفر کلامی تک نہیں پہنچتا، اس لیے امام اہل سنت نے اسماعیل دہلوی کو کافر کلامی نہ کہا، لیکن آپ نے اپنے رسالہ: الکوکبۃ الشہابیہ میں دہلوی کو کافر فقہی تسلیم کیا ہے۔ الموت الاحمر صفحہ ۵۱ تا صفحہ ۵۵ (مطبوعہ: جامعۃ الرضا بریلی) میں تفصیل مرقوم ہے۔

الموت الاحمر کے صفحہ ۶۱ کی عبارت ودیگر صفحات میں صراحت ہے کہ اسماعیل دہلوی کی عبارت کفری معنی میں متعین نہیں۔ ایسی صورت میں اسماعیل دہلوی پر کفر کلامی کا فتویٰ ہرگز عائد نہیں کیا جا سکتا۔

بعض اہل علم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ علامہ خیر آبادی قدس سرہ القوی نے اسماعیل دہلوی کے کافر کلامی ہونے کا فتویٰ تھا۔ یہ دعویٰ چند شبہات پر مبنی ہے۔ باب چہارم میں ان شبہات پر بحث گزر چکی۔

الموت الاحمر میں کفر فقہی وکفر کلامی کی تفصیل کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ باب تکفیر میں فقہا و متکلمین کا طریق کار ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ علامہ فضل حق خیر آبادی نے فقہا کے طریق کار کے مطابق اسماعیل دہلوی کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا اور امام احمد رضا قادری نے متکلمین کے طریق کار کے مطابق اسماعیل دہلوی کے کافر نہ ہونے کا فتویٰ دیا تو یہ کوئی عجوبہ نہیں ہے، بلکہ باب تکفیر میں فقہا و متکلمین کا طریق کار ارباب علم کے درمیان مشہور ومعروف ہے۔

اگر بعض متکلمین کافر کہیں اور بعض متکلمین کافر نہ کہیں تو یہ اختلاف حقیقی کی صورت ہے، اور اگر فقہا کافر کہیں، اور متکلمین کافر نہ کہیں تو یہ اختلاف حقیقی نہیں، بلکہ لفظی اختلاف ہے۔ متکلمین اس کافر فقہی کو ضال وگمراہ کہتے ہیں۔

((الموت الاحمر)) امام احمد رضا قادری کی حیات میں لکھی گئی۔ آپ اس پر مطلع تھے۔ اسماعیل دہلوی کو کافر قرار نہ دینے کا کوئی دوسرا سبب ہوتا تو خود امام احمد رضا اس کو بیان فرماتے۔ امام احمد رضا کی درج ذیل عبارت سے واضح ہے کہ آپ مذکورہ رسالہ سے آگاہ تھے۔

امام اہل سنت نے علامہ عبد الباری فرنگی محلی (۱۲۹۶ھ-۱۳۴۴ھ) کو مخاطب کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

(الف) ''کفر وہابیہ دیوبندیہ پر علمائے کرام حرمین شریفین (جن کی تحقیق آپ کے یہاں کی تحقیق سے عام مسلمین کے نزدیک ارجح واعلیٰ ہے) اجماع فرما چکے، اور میرے یہاں کے کتب ورسائل مثل تمہید ایمان وحسام الحرمین ووقعات السنان وادخال السنان والموت الاحمر وکشف ضلال دیوبند شرح الاستمداد وغیرہا نے بحمدہ تعالیٰ کوئی دقیقہ اظہار حق کا اٹھا نہ رکھا۔ مرتدین کو کچھ بناتے نہ بنی، خود اپنے کفروں کی تاویل میں جو حرکت مذبوحی کی، انہیں کے منہ پر پڑی، اور آج تک جواب نہ دے سکے۔ اس کے بعد بھی آفتاب کو چراغ

دکھانے کی کچھ حاجت رہی؟ بفرض باطل اگر آپ ان کے کلام میں کوئی تاویل تراش سکیں تو ان مرتدین کو کیا نفع اوران کا کفر کیوں کر دفع، کہ ان کی یہ مراد ہوتی تو برسوں پہلے اگل نہ دیتے۔ضرور ان کی مراد معنی کفر ہی تھے،اور وہ کافر۔درمختار میں ہے:"**ثم لو نیته ذلک فمسلم والا لم ینفعه حمل المفتی علی خلافه**"۔(الطاری الداری ص۸۳-حسنی پریس بریلی)

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ علامہ خیر آبادی نے اسماعیل دہلوی سے بحث ومناظرہ فرمایا،جس کے سبب اسماعیل دہلوی کی محتمل عبارتیں علامہ خیر آبادی کی نظر میں کفری معنی میں متعین ہوگئیں،لہٰذا علامہ خیر آبادی نے اسماعیل دہلوی پر کفر کلامی کا فتویٰ نافذ فرمایا اورامام احمد رضا قادری کو تقویۃ الایمان کی عبارتیں موصول ہوئیں،لیکن اسماعیل دہلوی کی تاویلات کی یقینی خبر آپ تک نہیں پہنچ سکی،لہٰذا امام احمد رضا قادری نے اسماعیل دہلوی پر کفر کلامی کا فتویٰ نہیں دیا۔

بعض اہل علم کا مذکورہ بالا قول نا قابل قبول ہے۔علامہ خیر آبادی اوراسماعیل دہلوی کے درمیان کبھی مناظرہ نہیں ہوا۔دہلوی نے علامہ خیر آبادی کے تحریری سوالات (تقریر اعتراضات برتقویۃ الایمان) کے جواب میں رسالہ یک روزہ لکھا۔اب اسی رسالہ کو دہلوی کی جانب سے تاویل یا تشریح کا نام دیا جاسکتا ہے۔اس کے علاوہ دہلوی نے تقویۃ الایمان کی کفریہ عبارتوں کی کہیں تاویل یا تشریح نہیں کی۔

امام احمد رضا رسالہ یک روزہ پر مطلع تھے۔رسالہ یک روزہ آج تک موجود ہے۔آپ نے اپنی مشہور تصنیف:سبحان السبوح میں رسالہ یک روزہ کی عبارتیں نقل کی ہیں۔اسی سبحان السبوح میں امام احمد رضا قادری نے اسماعیل دہلوی کے کافر کلامی ہونے کا انکار فرمایا۔

الملفوظ کی عبارت اور مفتی اعظم کی وضاحت

الملفوظ کی عبارت (امام اہل سنت کا قول) اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی وضاحت منقولہ ذیل ہے۔

عرض:اسماعیل دہلوی کو کیسا سمجھنا چاہئے؟

ارشاد:میرا مسلک یہ ہے کہ وہ یزید کی طرح ہے۔اگر کوئی کافر کہے،ہم منع نہ کریں گے،اور خود کہیں گے نہیں۔البتہ غلام احمد،سید احمد،خلیل احمد،رشید احمد،اشرف علی کے کفر میں جو شک کرے،وہ خود کافر۔من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر۔

(الملفوظ جلد اول ص۱۲۹-رضوی کتاب گھر بھیونڈی)

توضیح:غلام احمد قادیانی،سید احمد علی گڑھی،(سرسید احمد خاں) خلیل انبیٹھوی،رشید احمد گنگوہی اوراشرف علی تھانوی،اسی طرح قاسم نانوتوی پر کفر کلامی کا حکم ہے۔اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز باب تکفیر میں مذہب متکلمین پر تھے،اس لیے کافر کلامی کو آپ نے کافر قرار دیا۔

اسماعیل دہلوی کافر کلامی نہیں تھا،اس لیے آپ نے اسے کافر نہیں کہا۔اب جو باب تکفیر میں فقہا کے مذہب پر ہو،اوراسماعیل دہلوی کو کافر کہے تو متکلمین اسے منع نہیں کر سکتے،کیوں کہ باب تکفیر میں مذہب فقہا اور مذہب متکلمین دونوں ہی مقبول صورتیں ہیں۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ القوی نے کوئی نیا فارمولہ پیش نہیں فرمایا،بلکہ اپنے قول میں مذہب فقہا ومذہب متکلمین کے اعتبار سے

جواب دیا۔اسماعیل دہلوی کو کافر کہنے کا انکار مذہب متکلمین کے اعتبار سے ہے۔مذہب فقہا کے اعتبار سے آپ نے اسماعیل دہلوی کو اپنے فتاویٰ ورسائل میں کافر قرار دیا ہے۔اسماعیل دہلوی کے کفرفقہی پرالکوکبۃ الشہابیہ اورسل السیوف الہندیہ میں تفصیلی مباحث مرقوم ہیں۔

حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ القوی نے الملفوظ کے مذکورہ بالا ارشاد پر حاشیہ رقم کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

''یہاں وہابیہ سخت دھوکا دیتے ہیں کہ جب تنقیص وتوہین شان رسالت کفر ہے تو اسماعیل نے بھی کی ہے۔وجہ کیا ہے کہ اشرف علی وغیرہ تو ایسے کافر ہوں کہ ان کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہو،اوراسماعیل ایسا نہ ہو،مگر مسلمان ہوشیار ہوں۔یہاں خبثا کا سخت دھوکا ہے۔اصل یہ ہے کہ اسماعیل اور حال کے وہابیہ کے اقوال میں فرق ہے۔ہم اہل سنت متکلمین کا مذہب یہ ہے کہ جب تک کسی قول میں تاویل کی گنجائش ہوگی،تکفیر سے زبان روکی جائے گی کہ ممکن ہے،اس نے اس قول سے یہی معنی مراد لیے ہوں۔

شرح فقہ اکبر میں فرمایا: ہاں،جب قول ایسا ہو کہ اس میں اصلاً تاویل کی گنجائش نہ ہو تو تکفیر سے زبان نہیں روکی جائے گی تو اس قول کے قائل کو جس میں تاویل کی گنجائش ہے،اگر کوئی کافر کہے تو ہم منع نہیں کرتے کہ وہ معنی ظاہر کے اعتبار سے ٹھیک کہہ رہا ہے،اوراس کی خود تکفیر نہیں کرتے کہ احتیاط اس میں ہے،اوراس دوسری صورت کے قائل کی تکفیر ضرور ہے کہ اس میں جب اصلاً تاویل نہیں تو تکفیر سے زبان روکنے کا حاصل خود کفر اور طغیان ہے۔

ان کے اس بیہودہ اعتراض اور ذلیل دھوکے کا جواب اتنا کافی ہے کہ ایک قول پر فقہا تکفیر فرماتے ،اور متکلمین نہیں کرتے۔اب کہیں،کیا کہتے ہیں۔کیا فقہا کے نزدیک متکلمین اس کی تکفیر نہ کرکے،جس کی تکفیر فقہا نے کی ہے،معاذ اللہ،فقہا کے نزدیک کافر ٹھہریں گے؟یا متکلمین فقہا کو کافر کہیں گے،اس لیے کہ انہوں نے متکلمین کے نزدیک جو کافر نہ تھا،اس کی تکفیر کی:ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

ان خبثا کے اقوال بدتر از ابوال ایسے ہیں جن میں نام کو بھی تاویل کی گنجائش نہیں،لہٰذا ان کے لیے یہ حکم ہے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے،خود کافر۔جو تفصیل چاہے،رسالہ الموت الاحمر مطالعہ کرے۔(۱۲:مؤلف غفرلہ)(الملفوظ جلد اول ص۱۲۹و۱۳۰)

دہلوی کے کافرفقہی ہونے کا اقرار

امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز نے اپنے فتاویٰ ورسائل میں دہلوی کے کافرفقہی ہونے کا اقرار کیا ہے۔چوں کہ وہ کافر کلامی نہیں ہے،اس لیے امام احمد رضا نے دہلوی کے کافر کلامی ہونے کا انکار فرمایا ہے۔علامہ خیرآبادی نے بھی دہلوی کو کافرفقہی قرار دیا ہے،لہٰذا اس مسئلہ میں علامہ خیرآبادی اور امام احمد رضا قادری کے درمیان تکفیر دہلوی کے مسئلہ میں کوئی حقیقی اختلاف نہیں۔ایسے موقع پر فقہا ومتکلمین کے درمیان لفظی اختلاف ہوتا ہے،وہ لفظی اختلاف یہاں بھی ہے۔اس لفظی اختلاف پر شور کرنا لاعلمی کی دلیل ہے۔فقہا ومتکلمین کا یہ اختلاف مشہور ومعروف ہے،پھر شور مچانے کا کیا مطلب؟تعجب ہے کہ علم کلام کے مباحث پر غور نہیں کیا جاتا اور قیل وقال کیا جاتا ہے۔

اگر امام احمد رضا قادری اسماعیل دہلوی کے کافرفقہی ہونے کا انکار کرتے تو یہ اختلاف ہوتا،کیوں کہ علامہ خیرآبادی نے کافرفقہی

الرسالة العاشرة

قرار دیا ہے،اوراب کوئی دہلوی کے کافرفقہی ہونے کا انکار کرتا ہے، یا دہلوی کو کافر کلامی قرار دیتا ہے تو یہ ضرور اختلاف ہوگا۔کافر کلامی ہونے کا انکار کرنا یہاں اختلاف نہیں ہے، بلکہ کافر کلامی ماننا علامہ خیرآبادی کی مخالفت کرنی ہے۔مخالف کو وجہ مخالفت بیان کرنی ہوگی۔

امام اہل سنت نے اسماعیل دہلوی کو کافر ہونے کا فتویٰ نہیں دیا تو اس کی وجہ بیان کی گئی کہ آپ باب تکفیر میں مذہب متکلمین پر ہیں۔

علامہ خیرآبادی نے اسماعیل دہلوی کو کافرفقہی قرار دیا تو امام احمد رضا قادری نے اپنے فتاویٰ ورسائل میں اس کی تائید فرمائی۔

امام احمد رضا قادری نے ((الکوکبۃ الشہابیہ)) کے خاتمہ میں رقم فرمایا:''بالجملہ ماہ نیم ماہ ومہر نیم روز کی طرح ظاہر وزاہر کہ اس فرقہ متفرقہ یعنی وہابیہ اسماعیلیہ اوراس کے امام نافرجام پر جزماً قطعاً یقیناً اجماعاً بوجوہ کفر لازم ،اور بلاشبہہ جماہیر فقہائے کرام واصحاب فتویٰ اکابر واعلام کی تصریحات واضحہ پر یہ سب کے سب مرتد کافر، باجماع ائمہ ان سب پر اپنے تمام کفریات ملعونہ سے بالتصریح توبہ ورجوع اور ازسرنو کلمہ اسلام پڑھنا فرض وواجب،اگرچہ ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار سے کف لسان ماخوذ ومختار ومرضی ومناسب: واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم''۔(الکوکبۃ الشہابیۃ فی کفریات ابی الوہابیہ: خاتمہ)

امام احمد رضا نے تحریر فرمایا:''یہ حکم فقہی متعلق بکلمات سفہی تھا،مگر اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں، بے حد برکتیں ہمارے علمائے کرام، عظمائے اسلام، معظمین کلمہ خیرالانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام پر کہ یہ کچھ دیکھتے، وہ کچھ سخت وشدید ایذائیں پاتے ہیں۔اس طائفہ تالفہ کے پیرو پیرو سے ناحق ناروابات بات پر سچے مسلمانوں، خالص سنیوں کی نسبت حکم کفروشرک سنتے ،ایسی ناپاک وغلیظ گالیاں کھاتے ہیں، با ایں ہمہ نہ شدت غضب دامن احتیاط ان کے ہاتھ سے چھڑاتی ،نہ ان نالائق ولایعنی خباثتوں پر قوت انتقام حرکت میں آتی ہے۔وہ اب تک یہی تحقیق فرما رہے ہیں کہ لزوم والتزام میں فرق ہے۔اقوال کا کلمہ کفر ہونا اور بات،اور قائل کو کافر مان لینا اور بات۔

ہم احتیاط برتیں گے،سکوت کریں گے،جب تک ضعیف سا ضعیف احتمال ملے گا،حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے۔فقیر غفرلہ تعالیٰ نے اس مبحث کا قدرے بیان ((سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح)) میں کیا،اور وہاں بھی باآں کہ اس امام وطائفہ پر صرف ایک مسئلہ امکان کذب میں اٹھہتر وجہ سے لزوم کفر کا ثبوت دیا،کفر سے کف لسان ہی کیا۔

بالجملہ اس طائفہ خصوصاً ان کے پیشوا کا حال مثل یزید پلید علیہ ماعلیہ ہے کہ محتاطین نے اس کی تکفیر سے سکوت پسند کیا ۔ہاں،یزید مرید اوران کے امام عنید میں اتنا فرق ہے کہ اس خبیث سے ظلم وفسق وفجور متواتر ،مگر کفر متواتر نہیں اوران حضرت سے یہ سب کلمات کفر اعلیٰ درجہ تواتر ہیں، پھر اگرچہ ہم براہ احتیاط تکفیر سے زبان روکیں،ان کے خسارو بوار کو یہ کیا کم ہے کہ جماہیر ائمہ کرام فقہائے اسلام کے نزدیک ان پر بوجوہ کثیرہ کفر لازم: والعیاذ باللہ القیوم الدائم''۔(سل السیوف الہندیہ:صفحہ اخیرہ)

وماتوفیقی الاباللہ العلی العظیم ::والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم::وآلہ العظیم

☆☆☆☆☆

الرسالة العاشرة

باب ششم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ::الحمد رب العٰلمین ::والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سید المرسلین ::وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

باب ششم میں اسماعیل دہلوی کی توبہ سے متعلق تفصیلی مباحث مرقوم ہیں۔اسماعیل دہلوی کے جہاد کی حقیقت اوراس کے مقاصد پر بھی مفصل کلام مرقوم ہے۔سال ۱۲۴۰ھ میں تقویۃ الایمان لکھی گئی تھی۔جب سے آج تک مسلسل دوسوسالوں سے مسلمانان ہند کے مابین اختلاف کی آگ بھڑک رہی ہے۔انگریزوں نے ایسا حربہ اختیار کیا کہ اس کے سبب ہندوستانی مسلمانوں میں اختلاف وانتشار پھیل گیا۔

اسماعیل دہلوی کی توبہ کی شہرت

اسماعیل دہلوی کی توبہ کی خبر مشہور تھی۔بعض تاریخوں میں بھی اسماعیل دہلوی کی توبہ کی بات مرقوم ہے۔واضح رہے کہ یہاں شہرت سے عرفی شہرت مراد ہے۔شرعی شہرت مراد نہیں،نیز عرف عام میں جو لفظ استعمال کیا جائے،اس سے عرفی معنی مراد لینا متعین ہوتا ہے۔

کفر سے توبہ کا حکم

الموت الاحمر کے حاشیہ میں حضور مفتی اعظم ہند نے تحریر فرمایا کہ احتمال توبہ کی وجہ سے بھی کسی کی تکفیر سے کف لسان کرنا ہوگا۔

''متکلم میں احتمال یہ کہ اس کلام سے اس کی توبہ ورجوع مسموع ہو،یا اگر بہ ثبوت قطعی ثابت ہو،جب تو ظاہر کہ اس کی تکفیر حرام،بلکہ بفتوائے کثیر فقہا خود کفر،اور ایسا ثبوت ہو کہ متردد کردے،جب بھی قائل کے بارے میں کف لسان درکار،اگر چہ قول کفر صریح نا قابل تاویل ہو۔حدیث کا ارشاد ہے: کیف وقد قیل،اور اگر نری افواہ بے سروپا،یا کن فیکون کے بعد اس کے بعض ہواخواہوں کا مکابرانہ ادعا ہو تو اس پر التفات نہ ہوگا: فاحفظ-۱۲:منہ''۔(حاشیہ:الموت الاحمرص ۵۳-جامعۃ الرضا بریلی شریف)

تکفیر دہلوی سے کف لسان

بعض علمائے اہل سنت نے تکفیر دہلوی سے کف لسان فرمایا،کیوں کہ اسماعیل دہلوی کی توبہ کی خبر مشہور تھی،جس کا تذکرہ گنگوہی نے بھی فتاویٰ رشیدیہ میں کیا ہے۔اگر سچی توبہ کی خبر یقینی درجہ تک ہوتی،تب تو دہلوی کو مومن تسلیم کرنا ہوتا۔

یہاں توبہ کی خبر بھی تھی،بعض اس توبہ کو سچی توبہ کہتے،بعض کہتے کہ صرف لوگوں کو دکھانے کے واسطے توبہ کیا تھا،بعض توبہ کی خبر ہی کا انکار کرتے تھے۔متعدد مؤرخین نے توبہ کا ذکر کیا ہے۔

دہلوی کی توبہ اور امام احمد رضا قادری

امام احمد رضا قادری نے اسماعیل دہلوی کی توبہ کی خبر کو صحیح تسلیم نہیں فرمایا،اسی لیے آپ نے اپنے فتاویٰ میں اسماعیل دہلوی کے گمراہ

ہونے کا فتویٰ دیا۔چوں کہ امام ممدوح باب تکفیر میں مسلک متکلمین پر تھے،اور کا فرفقہی کو متکلمین گمراہ کہتے ہیں،اس لیے امام احمد رضا نے بھی اسماعیل دہلوی کو گمراہ کہا۔یہ فقہا و متکلمین کے درمیان محض اصطلاح کا فرق ہے۔حضرت علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ القوی بھی باب تکفیر میں متکلمین کے مسلک پر تھے،اس لیے انہوں نے بھی اسماعیل دہلوی کی تکفیر نہیں کی ، بلکہ گمراہ قرار دیا،اور توبہ کی خبر تسلیم نہ فرمائی۔

علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:﴿اقول:فما حال من لم يشفق ولم يندم ولم يستغفر ولم يتب ولم يعترف بخطائه–ومن جاء من بعده فاصر عليه وقام للخصومة–لا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم﴾

(المعتقد المنتقد ص۱۷۰-المجمع الاسلامی مبارک پور)

امام احمد رضا قادری نے حاشیہ میں تحریر فرمایا:﴿اراد به طاغية النجدية اسمعيل الدهلوى﴾(المعتمد المستند ص۱۷۰)

دہلوی کی توبہ کی روایت

علامہ عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری نے تحریر فرمایا کہ اسماعیل دہلوی اور سید احمد رائے بریلوی نے جنگ کے عہد میں سرحدی مقامات کے علمائے اہل سنت و جماعت کو خط لکھا اور مختلف فیہا امور کے تصفیہ کا اعلان کیا۔سرحد کے علمائے اہل سنت ان دونوں کے پاس آئے۔

مختلف فیہا امور پر بحث ہوئی اور اسماعیل دہلوی نے وقتی طور پر ان عقائد سے توبہ کر لی،لیکن یہ محض علمائے سرحد کے دباؤ پر کیا،پھر وہ اپنے عقائد پر قائم رہا،تاہم اس توبہ کے سبب ایک شبہہ پیدا ہو گیا اور جن کو توبہ کی خبر پہنچی،وہ اسماعیل کے بارے میں سکوت کرنے لگے۔

علامہ عبدالحکیم خاں اختر شاہ جہاں پوری نے رقم فرمایا:

(۱)''مذکورہ اعلانات کے تحت علمائے اہل سنت اکھٹے ہو کر آئے۔ان حضرات سے بالمشافہ گفتگو کی۔مولوی محمد اسماعیل دہلوی کے عقائد کو غیر اسلامی ثابت کر کے انہیں توبہ پر مجبور کیا۔موصوف نے دفع الوقتی کے لیے توبہ کر لی،لیکن بعد میں پرنالہ اسی جگہ رکھا''۔

(باطل فرقے برطانیہ کے سائے میں ج اص۳۷۰-رضا اکیڈمی ممبئ)

(۲)''اس سے معلوم یہی ہوتا ہے کہ مولوی محمد اسماعیل دہلوی مغلوب اور تائب ہوئے۔توبہ کرنا دفع الوقتی تھا،ورنہ مذہب اہل سنت قبول کرنا مرتے وقت تک بھی منظور نہ ہوا تھا،اس کے ساتھ ہی درانیوں اور پٹھانوں نے ہرگز ہرگز ان کی خارجیت و وہابیت کو قبول نہ کیا، بلکہ نفرت کی نگاہوں سے ہی دیکھتے رہے''۔(باطل فرقے برطانیہ کے سائے میں ج اص۳۷۱-رضا اکیڈمی ممبئ)

مؤرخ وہابیہ جعفر تھانیسری کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مباحثہ تقلید کے بارے میں تھا اور اسماعیل دہلوی نے محض سید احمد رائے بریلوی کے کہنے پر توبہ کی تھی۔علامہ عبدالحکیم خاں اختر شاہجہاں پوری نے رقم فرمایا:

''مذکورہ اعلانات کے تحت علمائے اہل سنت اکھٹے ہو کر آئے۔ان حضرات سے بالمشافہ گفتگو کی۔مولوی محمد اسماعیل دہلوی کے عقائد کو غیر اسلامی ثابت کر کے انہیں توبہ پر مجبور کیا۔موصوف نے دفع الوقتی کے لیے توبہ کر لی،لیکن بعد میں پرنالہ اسی جگہ رکھا۔اس

الرسالة العاشرة

مناظرے کا تذکرہ محمد جعفر تھانیسری نے یوں کیا ہے:

''صدہا مولوی اور عالم، کابل، قندھار اور سمرقند اور ماوراء النہر وغیرہ کے جمع ہوکر بمقام پنجتار مسئلہ وجوب تقلید میں آپ سے بحث کرنے کو آئے تھے۔ چناں چہ ایک ہفتہ تک یہ بحث رہی۔ آخر کار وہ سب مولوی لا جواب ہو کر عدم وجوب تقلید شخصی کے قائل ہو گئے، اور کہنے لگے کہ یہ شخص تو قرآن وحدیث کا حافظ اور محقق اور اس میں غوطہ لگائے ہوئے ہے۔ اس سے کون جیت سکتا ہے، لیکن اس فتح یابی کے باوجود سید صاحب نے مولوی محمد اسماعیل صاحب سے فرمایا کہ یہ وقت ترک تقلید کا نہیں ہے۔ ہم کو اس وقت کفار سے جہاد کرنا ہے۔ ترک تقلید کا جھگڑا اٹھا کر اپنے اندر تفرقہ ڈالنا بہتر نہیں ہے''۔

سید احمد صاحب کی فہمائش بجا اور برموقع، لیکن مولوی محمد جعفر تھانیسری نے اس مناظرے کا جو فیصلہ سنایا ہے، وہ سمجھ بوجھ سے بالاتر ہے۔ اگر وہ صدہا علما لا جواب ہو گئے ہوتے تو یقیناً ان میں سے کتنے ہی دہلوی صاحب کی طرح منکر تقلید ہو جاتے۔ ہزاروں درانی اور پٹھان بیعت قبول کر لیتے۔ اصلی اختلاف مٹ جاتا اور جنگ وجدل والا معاملہ ہی کچھ اور ہوتا، لیکن ایسا نہیں ہوا۔

اس سے معلوم یہی ہوتا ہے کہ مولوی محمد اسماعیل دہلوی مغلوب اور تائب ہوئے۔ توبہ کرنا دفع الوقتی تھا، ورنہ مذہب اہل سنت قبول کرنا مرتے وقت تک بھی منظور نہ ہوا تھا، اس کے ساتھ ہی درانیوں اور پٹھانوں نے ہرگز ہرگز ان کی خارجیت ووہابیت کو قبول نہ کیا، بلکہ نفرت کی نگاہوں سے ہی دیکھتے رہے''۔ (برطانوی مظالم کی کہانی ص ۳۷۰، ۳۷۱-فرید بک اسٹال لاہور)

بالاکوٹ کی جنگ ۶: جولائی ۱۸۳۱ء کو ہوئی، جس میں اسماعیل دہلوی اور سید احمد رائے بریلوی کا قتل ہوا۔ اس جنگ میں ایک طرف اسماعیل دہلوی، سید احمد رائے بریلوی اور وہابی جماعت تھی۔ دوسری جانب سرحدی پٹھانوں کے سردار تھے۔ ان پٹھان سرداروں نے اپنے ساتھ سکھوں کو بھی شریک رکھا تھا۔ اسماعیل دہلوی سے جنگ کی اصل وجہ ان لوگوں کی بداعتقادی اور وہابیت تھی۔ اگر سرحدی مسلمان ان وہابیوں کو مسلمان سمجھتے تو جنگ نہیں ہوتی۔ اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ سرحدی مسلمانوں نے اسماعیل دہلوی کی توبہ پر اعتماد نہیں کیا۔

اسی طرح اسماعیل دہلوی اور سید احمد رائے بریلوی اخیر وقت تک سرحدی سنی حنفی پٹھانوں کو منافق اور کلمہ گو کافر کہتے رہے۔

شیخ اکرام نے لکھا: ''بعض مخلص قدیم الخیال ہستیوں کو بھی سید صاحب کے بعض ساتھیوں کے طور طریقے، بلکہ عقائد کھٹکتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سرداران پشاور اور علما کا مجاہدین کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم ہو گیا۔ مجاہدین کے خارج از اسلام اور واجب القتل ہونے کے فتوے دیئے گئے''۔ (موج کوثر ص ۳۲)

شاہ حسین گردیزی نے لکھا:

''آخر میں سرسید کی سنئے: ''ہندوستان کے گوشہ شمال ومغرب کی سرحد پر جو پہاڑی قومیں رہتی ہیں، وہ سنی المذہب حنفی قومیں ہیں .... چوں کہ پہاڑی قومیں ان کے عقائد کی مخالف تھیں، اس لیے وہ وہابی ان پہاڑیوں کو ہرگز اس بات پر راضی نہ کر سکے کہ وہ ان کے مسائل کو بھی اچھا سمجھتے، مگر البتہ چوں کہ وہ سکھوں کے جور وستم سے نہایت تنگ تھے، اس سبب سے وہابیوں کے اس منصوبے میں شریک

ہو گئے کہ سکھوں پر حملہ کیا جائے، لیکن چوں کہ یہ قوم مذہبی مخالفت میں نہایت سخت ہے، اس سبب سے اس قوم نے اخیر میں وہابیوں سے دغا کر کے سکھوں سے اتفاق کر لیا اور مولوی محمد اسماعیل صاحب وسید احمد صاحب کو شہید کر دیا''۔(مقالات سرسید ج ۹ ص ۱۳۹، ۱۴۰)

سید صاحب کے سوانح نگاروں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جنگ بالاکوٹ میں سید صاحب کے خلاف سکھ اور مسلمان دونوں متحد ہو گئے تھے۔اس وقت مسلمانوں کے سامنے دو طاقتیں تھیں۔ایک ''مار جان'' اور دوسری ''مار ایمان''۔مسلمانوں نے ''مار جان'' یعنی سکھوں سے ''مار ایمان'' کو ختم کرنے کے لیے اتحاد کر لیا، اور اس طرح چھ جولائی ۱۸۳۱ء کو بالاکوٹ میں جمعہ کے روز زبردست جنگ ہوئی۔سید صاحب اپنے رفقا سمیت ہمیشہ کے لیے سو گئے۔

سید صاحب قبر میں پہنچ گئے، لیکن ان کی تفریق اور تکفیر بین المسلمین کی تحریک آج بھی موجود ہے۔مسلمان باہم دست وگریباں ہیں۔سینہ چاکی سے گردن کشی تک نوبت آتی رہتی ہے۔چوں کہ یہ پودا سید صاحب کا لگایا ہوا ہے، اس لیے اس کار خیر کا اجر انہیں ضرور مل رہا ہوگا، لیکن افسوس ہے ان مسلمانوں پر جو آج سید صاحب کی مسلم کش تحریک کو ہندوستان میں احیائے دین کی ایک عظیم تحریک سمجھتے ہیں۔کاش کہ وہ لوگ سید صاحب کی سوانح پر ایک حقیقت پسندانہ نظر ڈال لیتے''۔(حقائق تحریک بالاکوٹ ص ۱۴۱، ۱۴۲)

توضیح: مذکورہ بالا اقتباس سے معلوم ہوا کہ اخیر وقت تک اسماعیل دہلوی اور رائے بریلوی اپنے وہابیانہ عقائد پر قائم رہے، اسی لیے سرحد کے سنی مسلمانوں نے ان وہابیہ کے خلاف مورچہ بندی اور جنگیں جاری رکھیں اور بالآخر دونوں پیر ومرید کا قتل ہوا۔

دہلوی کی جنگ کے حالات وحقائق

توبہ کی حقیقت اور سرحدی مسلمانوں کے ہاتھوں پیر ومرید کا قتل

دہلوی کے جہاد کی حقیقت معلوم کرنے ''حقائق تحریک بالاکوٹ'' مؤلفہ شاہ حسین گردیزی پاکستانی اور ''امتیاز حق'' مؤلفہ راجا غلام محمد پاکستانی کا مطالعہ کریں۔مذکورہ دونوں کتابیں معتبر ومستند ہیں۔ذیل میں مذکورہ دونوں کتابوں کے چند اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں، جن سے واضح ہو جائے گا کہ اسماعیل دہلوی آخری وقت تک وہابی عقائد ونظریات پر قائم رہا اور اسی سبب سے سرحد کے سنی افغانی پٹھانوں نے پیر ومرید دونوں کو بالاکوٹ میں واصل جہنم کیا۔اگر اسماعیل دہلوی اپنی گمرہی سے حقیقی طور پر تائب ہو کر سنی مذہب اختیار کر لیتا تو پھر سرحدی مسلمانوں سے اختلاف ختم ہو جاتا۔سرحدی مسلمانوں نے اسماعیل دہلوی کے غلط اعتقاد کے سبب ہی اس سے اختلاف کیا تھا اور الگ ہو گئے تھے۔شروع میں بہت سے لوگ لاعلمی کے سبب اس کے ساتھ ہو گئے تھے، پھر رفتہ رفتہ الگ ہوتے گئے۔

بادشاہ بننے کا خواب

دہلوی نے نجدی کا باطل مذہب بھی قبول کیا اور اس کی فکر جہاں بانی کو بھی اختیار کیا۔ممکن ہے کہ یہ سب کچھ انگریزوں کی طرف سے القا ہوا ہو، اسی لیے انگریز قدم قدم پر دہلوی کے جہاد کی حمایت وتعاون کرتا نظر آتا ہے۔ابن عبد الوہاب نجدی کو بھی انگریزوں نے ہی

الرسالة العاشرة

پروان چڑھایا تھااورابن سعود وابن عبدالوہاب کے ذریعہ ترکی کی سلطنت عثمانیہ کو کمزور کردیا تھا۔

راجاغلام محمد نے عبدالقیوم وہابی کے حوالہ سے تحریر کیا:

''نجد میں امام محمد بن عبدالوہاب کی کامیابی نے شاہ اسماعیل کی ہمت اور جرأت اور بھی بڑھادی۔میدان جنگ منتخب ہوا۔قرعہ فال بالاکوٹ کے نام نکلا۔ہندوستان بھر کے مجاہد وہاں جمع ہونے لگے۔اپنے آباواجداد کے خیال کے مطابق شاہ اسماعیل ہندوستان میں پاکستان یعنی خلافت اسلامیہ کی بنیاد رکھنا چاہتے تھے''۔(مضمون:تجدید واحیاء ملت از پروفیسر عبدالقیوم-کتاب شاہ اسماعیل شہید ص۱۴۲)

یہ کیسی خلافت اسلامیہ ہے،جس کی بنیاد اسلام کے ازلی دشمن نصاریٰ کی امداد سے رکھی جاتی ہے۔جو نصاریٰ کے مخالفین سے جنگ کرنا سکھاتی ہے۔جو مسلمانوں کو فرقوں میں تقسیم کرتی ہے۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کو دلوں سے مٹانے کے لیے کوشاں ہے''۔(امتیاز حق ۹۷-مکتبہ قادریہ لاہور)

الہام فرنگ

شاہ حسین گردیزی نے لکھا:''سید صاحب نے انگریزوں کے ایماواشارہ اورامداد سے سکھوں کے خلاف جہاد کی تیاری کی''۔

(حقائق تحریک بالاکوٹ ص۸۴-بزم عاشقان مصطفےٰ ﷺ لاہور)

انگریزوں کی سازش

انگریزوں نے غداروں کی مدد سے ٹیپوسلطان کی قوت کو کچل کر رکھ دیا۔مرہٹوں کا زور توڑ دیا۔اب سکھ قوم راستے کی رکاوٹ تھی۔سید احمد رائے بریلوی کے ذریعہ اس کا زور توڑنے کی کوشش ہوئی۔ساتھ ہی ساتھ سرحدی مسلمان بھی انگریزوں کے بڑے خطرناک دشمن تھے،اس لیے انگریزوں کے الہام سے رائے بریلوی نے سرحدی پٹھانوں پر بھی ہاتھ صاف کرنا چاہا۔ہزاروں کی تعداد میں مسلمانوں کا خون بہایا۔آخر کار پٹھانوں ہی کے ہاتھوں پیرومرید دونوں بالاکوٹ میں ڈھیر ہوگئے۔

ان لوگوں کی تعلیم سے متأثر ہوکر چند پٹھان وہابی مذہب اختیار کرچکے تھے،اس لیے گرچہ پیرومرید کی موت سے جنگ ختم ہوگئی،لیکن تفریق بین المسلمین کے جراثیم باقی رہ گئے،اور مسلمانوں کو ایک نئی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔رائے بریلوی کی موت کے بعد وہابیوں نے یہ اعلان کیا کہ رائے بریلوی امام مہدی تھا،جو آسمانوں کی طرف اٹھالیا گیا ہے،اور پھر اس دنیا میں واپس آئے گا۔رفتہ رفتہ ساری حقیقت ظاہر ہوگئی اور فریب کاری کا طلسم ٹوٹ گیا۔

اسماعیل دہلوی نے دیکھا کہ نجدیوں نے انگریزوں پشت پناہی حاصل کرکے نجد کے ایک بڑے علاقے پر قبضہ کیا اور بادشاہ بن بیٹھے۔ہند میں وہی طریقہ آزمانے کے لیے اس نے درپردہ فرنگیوں سے گٹھ جوڑ کیا اور جو علاقے انگریزوں کے دائرۂ حکومت سے باہر تھے،اسے میدان کارزار بنایا۔انگریزوں کو یہ اطمینان تھا کہ اگر دہلوی ان علاقوں پر ہماری مدد سے قابض ہوگا تو ہمارا تابعدار ہی رہے گا،اور ابھی

الرسالة العاشرة

ان غیر مفتوحہ علاقوں کے حکام تو انگریزوں کے مخالف تھے،اسی لیے انگریزوں نے دل کھول کر دہلوی کی حمایت ونصرت کی ، نیز یہ کہ اگر دہلوی کچھ علاقوں کا حکمراں ہوجائے تو انگریزوں کا بنایا ہوا مذہب وہابیت کو بھی فروغ مل سکے گا۔اس وقت انگریز ہندوستان کے تمام صوبہ جات پر قابض ہو چکے تھے۔صرف چار صوبے یعنی پنجاب،صوبہ سرحد، ملتان اور کشمیر میں انگریزوں کا عمل دخل نہیں تھا۔

راجا غلام محمد نے تحریر فرمایا:

''عقائد کے متعلق اختلاف تو اسماعیل صاحب کی ابتدا تھی۔اس تحریک کی اساس ہی مسلمانوں کی دین اور پیغمبر دین سے محبت کو کم کرنے پر تھی۔چنانچہ اسماعیل دہلوی کی تقویۃ الایمان کے رد میں بے شمار کتابیں فوراً لکھی گئیں، پھر یہ حقیقت بھی ایک بہت بڑا سوال ہے کہ ایک لاکھ کی جمعیت انگریز کی نگاہوں سے پوشیدہ کیسے رہی،اور وہ اس سے صرف نظر کس مقصد کی خاطر کرتے رہے؟

محمد میاں مصنف''علمائے ہند کا شاندار ماضی''اپنے اسی مضمون میں لکھتے ہیں:''الحاصل انگریزی حکومت نے ہندوستان کے تمام صوبوں پر مضبوطی سے قبضہ کرلیا۔صرف پنجاب، کشمیر،صوبہ سرحد اور ملتان اس کے اقتدار سے خالی تھا،مگر اس پر سکھوں کے قبضے نے شمال مغربی ہندوستان اور اس کے آس پاس کے مسلمانوں کی راہ بند کردی تھی''۔(شاہ اسماعیل شہید ص ۱۸۵)

اور تحریک مجاہدین کا میدان کارزار پنجاب اور سرحد بنے، جو انگریزوں کے مکمل ہندوستان پر کنٹرول کے راستے میں رکاوٹ تھے، اور مجاہدوں کے کئی سیرت نگاروں کے بقول وہ کشمیر جانے کا بھی ارادہ کرتے،تا کہ انگریزوں کا کوئی ایسا مخالف نہ رہ جائے،جن سے یہ جہاد نہ کرلیں''۔(امتیاز حق ص ۹۸-مکتبہ قادریہ لاہور)

اسماعیل دہلوی کی جنگ

جس طرح نجدی نے جنگ وجدل کے ذریعہ نجد کے علاقوں پر قبضہ کیا۔اسماعیل دہلوی نے بھی ویسا ہی ارادہ کیا اور ناکامی ہوئی۔

شاہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی نے لکھا:''میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ تقویۃ الایمان لکھ کر مولانا اسماعیل نے محمد بن عبدالوہاب کی پیروی میں ابتدائی قدم اٹھایا ہے،اور آخری قدم آپ کی تحریک جہاد ہے، کیوں کہ آپ نے دیکھ لیا کہ محمد بن عبدالوہاب کو اس وقت کامیابی ہوئی جب ان کو''رکن شدید''کی پشت پناہی حاصل ہوگئی۔چناں چہ آپ نے جہاد کی راہ ہموار کی۔ابتدائی مراحل خیر وخوبی سے طے ہوئے ،اور آپ اپنے پیرومرشد اور رفقا کی معیت میں برائے جہاد روانہ ہوئے۔چوں کہ اس تحریک میں نجدیت کے اثرات نمایاں ہیں،اس لیے مختصر طور پر اس کا بیان کرتا ہوں۔

جہاد: دوشنبہ ۷:جمادی الآخرہ ۱۲۴۱ھ(۱۷/جنوری ۱۸۲۶ء)کو مولانا اسماعیل اپنے پیرومرشد جناب سید احمد اور مجاہدین کی ایک جماعت کے ساتھ رائے بریلی سے جہاد کے واسطے روانہ ہوئے۔یہ قافلہ گوالیار، اجمیر،سندھ، بلوچستان،قندھار، مقر،غزنی، کابل ہفت آسیاب،چار باغ،جلال آباد، پشاور ہوتا ہوا ماہ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۲ھ(دسمبر ۱۸۲۶ء) کو چارسَدَہ کے علاقے ہَشْت نگر پہنچا۔ابھی ایک مہینہ نہیں گذرا تھا کہ آپ نے اپنے پیرومرشد کو امام برحق اور امیر المؤمنین بنادیا۔اس سلسلے میں مولانا اسماعیل نے لکھا ہے۔

الرسالة العاشرة

''ہرکہ امامت آں جناب ابتداءً قبول نہ کند یا بعد القبول انکار نماید، پس ہموں است باغی مستحل الدم کہ قتل او مثل قتل کفار عین جہاد است، و ہتک او مثل سائر اہل فساد عین مرضی رب العباد۔ چہ امثال ایں اشخاص بہ حکم حدیث متواترہ از جملہ کلاب رفتار و ملعون اشرار اند۔ ایں است مذہب ایں ضعیف بدیں مقدمہ، پس جوابات اعتراضات معترضین ضرب بالسف است، نہ تحریر و تقریر''۔

یعنی پس جو شخص آں جناب کی امامت ابتدا ہی سے قبول نہ کرے، یا قبول کرنے کے بعد اس سے انکار کرے، وہ ایسا باغی ہے کہ اس کا خون بہانا حلال ہے، اور اس کا قتل کرنا کافروں کے قتل کی طرح عین جہاد ہے۔ اس کی ہتک کرنی فسادیوں کی ہتک کی طرح رب العلمین کی عین مرضی، کیوں کہ ایسے لوگ احادیث متواترہ کے حکم سے کتے کی چال چلنے والے ملعونین اشرار ہیں۔ اس معاملے میں عاجز کا یہی مسلک ہے، لہٰذا اعتراض کرنے والوں کے اعتراضات کا جواب تلوار کی مار ہے، نہ تحریر و تقریر''۔

(مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان ص ۸۳)

شاہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی نے لکھا: ''دوشنبہ ۷: جمادی الآخرہ ۱۲۴۱ھ، ۱۷: جنوری ۱۸۲۶ء کو رائے بریلی سے مجاہدین کا قافلہ چارسدہ ہشت نگر کو روانہ ہوا، اور جمعہ ۲۴: ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ، ۶: مئی ۱۸۳۱ء کو سکھوں کے ہاتھ سے سب نے جام شہادت پیا۔ قمری حساب سے ۵: سال، ۵: مہینے، ۱۷: دن۔ شمسی حساب سے ۵: سال، ۳: مہینے، ۲۰: دن یہ تحریک چلی۔ مولانا اسماعیل نے نجدی کی پیروی میں وہی قدم اٹھایا جو نجدی اٹھا چکا تھا کہ جو شخص اس کی تعلیمات کو تسلیم نہ کرے، وہ قتل کیا جائے، اور یہ مسلک اہل اہوا کا ہے۔ اس تحریک سے اسلامیان ہند کی جمعیت پراگندہ ہوئی، سکھوں کی قوت میں کمزوری آئی، اور فرنگ خذلہم اللہ کو فائدہ پہنچا۔ ۱۸۵۷ء میں جب علمائے حق نے جہاد کا فتویٰ دیا، پروردگارانِ فرنگ نے اس کی مخالفت کی''۔ (مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان ص ۹۷، ۹۸)

انگریزوں کی دوستی

پروردگاران فرنگ سے وہابی لیڈران مراد ہیں۔ اس کے بعد مؤلف نے جنگ غدر سے متعلق وہابیوں کے چند مخالفانہ اقوال نقل کیے، جن سے وہابیہ کی انگریز دوستی بالکل عیاں ہو جاتی ہے۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی اور محمد بن سعود نے بھی سنی مسلمانوں سے جنگ کی اور ان کے علاقوں پر قبضہ کیا اور وہاں سے سلطنت عثمانیہ ترکیہ کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ اسماعیل دہلوی نے بھی سرحدی علاقوں کے سنی مسلمانوں سے جنگ کی اور ان کے علاقوں پر قابض ہونے کی کوشش کی، لیکن ناکام ہوا۔

پہلی جنگ مسلمانوں سے

عاشق الٰہی میرٹھی نے لکھا: ''حضرت مولوی رشید احمد گنگوہی نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ حافظ جانی ساکن انبیٹھ نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ ہم قافلہ میں ہمراہ تھے۔ بہت سی کرامتیں وقتاً فوقتاً حضرت سید صاحب سے دیکھیں۔ مولوی عبدالحئ صاحب لکھنوی اور مولوی اسماعیل دہلوی اور مولوی محمد حسین صاحب رامپوری بھی ہمراہ تھے، اور یہ سب حضرات سید صاحب کے ہمراہ جہاز میں شریک تھے۔ سید صاحب

نے پہلا جہاد مسمّٰی یار محمد خاں حاکم یاغستان سے کیا تھا''۔(تذکرۃ الرشید ج۲ص ۲۷۰)

توضیح: اگران پیرومرید کوسکھوں سے جنگ کرنا تھا تو پنجاب جانا تھا۔یہ لوگ سرحدی علاقوں میں کیوں پہنچے؟درحقیقت انگریزوں کے دشمن سکھ بھی تھےاور سرحدی افغانی مسلمان بھی۔ان کی سرکوبی کے لیے دہلوی کو تیار کیا گیا۔یہ لوگ وہاں انگریزوں کی حمایت میں جنگ کرنے گئے تھے۔اس جنگ کا اعلاء کلمۃ اللہ سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔مسلمانوں سے جنگ کر کے انہوں نے مسلم علاقوں پر قبضہ کر لیا۔

پہلی جنگ مسلمانوں سے کرنے کا مطلب یہی ہے کہ ان لوگوں کا مقصد انگریزوں کے مخالفین سے جہاد کرنا اورانہیں کمزور کرنا تھا،خواہ وہ مخالف مسلمان ہوں یا سکھ،یا کوئی اور قوم۔نجدیوں نے بھی ترکوں کے علاقوں پر قبضہ کر کے انگریزوں کا مقصد پورا کیا تھا،یعنی سلطنت ترکیہ عثمانیہ اسلامیہ میں خلفشار مچانا اور سلطنت اسلامیہ کو کمزور کرنا۔

اقتباس بالا میں عبدالحیٔ لکھنوی کا ذکر ہے۔عبدالحیٔ لکھنوی فرنگی محلی لکھنوی یا عبدالحیٔ رائے بریلوی لکھنوی کی پیدائش سید احمد رائے بریلوی کی موت کے بہت بعد ہے۔یہ عبدالحیٔ بڑھانوی ہے،یا مذکورین کے علاوہ کوئی دوسرا عبدالحیٔ لکھنوی ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا سرحدی مسلمانوں نے ہندوستانی مسلمانوں کو مدد کے لیے بلایا تھا؟

اگرانہیں تعاون کی ضرورت ہوتی تو افغانی سرداروں سے مدد لے سکتے تھے،لیکن حالات یہی بتاتے ہیں کہ انہیں کسی بیرونی مدد کی ضرورت نہیں تھی۔اگر تمام سرحدی سردار متحد ہو جاتے تو سکھوں کو مسلمانوں کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بھی جرأت نہ ہوتی،اوراسی عہد میں بعض ایسے بھی جیالے تھے جن کے نام سے سکھ کانپتے تھے۔

علامہ گردیزی نے لکھا:''سرحدی مسلمان اور سکھ طویل عرصہ سے باہم خون بہاتے رہے۔سردار پائندہ خاں بڑا بہادر اور بارعب سردار تھا۔ہمیشہ سکھوں کو تاخت وتاراج کرتا رہا۔سکھوں کو تنول پر نظر اٹھانے کی کبھی ہمت نہ ہوئی۔سید مراد علی گڑھی لکھتے ہیں:''اوپر مانسہرہ وشنکاری وغیرہ کے چند بار سردار پائندہ خاں نے شب خون مارا۔باوجود موجود ہونے فوج گراں سکھاں کے بہ حالت شب خون کوئی مقابلہ خان موصوف کا نہ کر سکا۔سکھ ورعایا کہ نام پائندہ خاں کا سنتے ہی دل تھرتھرا جاتا تھا۔ایسا رعب پائندہ خاں کو پروردگار نے دیا تھا''۔

(تاریخ تناولیاں ص ۴۸)(حقائق تحریک بالاکوٹ ص ۱۳۷-بزم عاشقان مصطفٰے ﷺ لاہور)

الہام کاذب

شاہ حسین گردیزی نے لکھا:''سید صاحب اپنے الہامی قول کے مطابق سکھوں سے جہاد کے لیے سرحد آئے تھے،لیکن یہ سب کچھ زبانی جمع خرچ تھا۔انہوں نے سکھوں سے زیادہ جنگیں مسلمانوں سے کیں۔ان میں مذہبی منافرت پیدا کی،اور بے شمار مسلمانوں کو تہ تیغ کیا۔پہلی شب خون جو اکوڑہ میں بیس دسمبر ۱۸۲۶ء کو ہوئی،اور آخری معرکہ بالاکوٹ میں ۶:مئی ۱۸۳۱ء کو ہوا۔اس ساڑھے چار سالہ درمیانی عرصہ میں سید صاحب نے کل چھوٹی بڑی پندرہ ۱۵:جنگیں کیں،جن میں خالص سکھوں سے صرف پانچ جنگیں ہوئیں۔ان میں بھی جنگ صرف ایک ہوئی،باقی چار شب خون مارے گئے۔ان پانچ معرکوں میں سے سید صاحب بذات خود صرف جنگ شیدو میں شریک

ہوئے، باقی چار کے قائد یہ تھے۔(۱)اکوڑہ: اللہ بخش مورائیں (۲) ڈمگلہ: شاہ اسماعیل دہلوی (۳) شنکیاری: شاہ اسماعیل دہلوی (۴) مظفر آباد: مولوی خیرالدین شیرکوٹی''۔(حقائق تحریک بالاکوٹ ص ۸۹- بزم عاشقان مصطفےٰ ﷺ لاہور)

جنگ شیدو

علامہ گردیزی نے لکھا:''سرحدی مسلمانوں کی اسلام دوستی اور سکھ دشمنی کی مثال اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتی ہے کہ تھوڑی سی مدت میں ایک لاکھ مسلمان سید صاحب کی قیادت میں جمع ہو گئے۔جناب غلام رسول مہر لکھتے ہیں:''دومہینوں میں اسی ہزار سرحدی عوام جہاد کے لیے فراہم ہو گئے۔سرداران پشاور کا لشکر اس سے الگ تھا،اس کی تعداد بیس ہزار بتائی جاتی تھی''۔(حیات سید احمد شہید ص ۳۶۵)

اتنی بڑی فوج کیوں اور کیسے جمع ہوئی؟ غلام رسول مہر لکھتے ہیں:''اسی ہزار کی فراہمی میں سب سے بڑا حصہ فتح خاں پنجتاری، اشرف خاں اور خادی خاں کا تھا''۔(حیات سید احمد شہید ص ۳۶۵)

گویا سرحدی مسلمان سکھوں سے جہاد کے جذبہ میں سرشار تھے،اوران تین سرداروں کی آواز سنتے ہی مستعد ہو گئے۔دوماہ کی قلیل مدت میں ایک لاکھ سرحدی مسلمانوں کا جمع ہونا غیر معمولی بات تھی۔موضع شیدو میں دونوں لشکر جمع ہوئے۔سکھ لشکر کے بارے میں غلام رسول مہر لکھتے ہیں:''سکھ فوج تیس پینتیس ہزار سے کم نہ تھی''۔(حیات سید احمد شہید ص ۳۶۶)

یعنی سکھ لشکر مسلمان لشکر کے تیسرے حصے سے بھی کم تھا۔جنگ شروع ہوئی۔سید صاحب فیل پر سوار لشکر کے عقب میں تھے(حیات سید احمد شہید ص ۳۷۸)بڑے زور کی جنگ ہوئی۔قیادت کی عاقبت نا اندیشی،کورچشمی اور نااہلی کی وجہ سے مسلمانوں کو شرمناک شکست ہوئی۔۳۰/۳۵ ہزار سکھوں کے مقابلے سے ایک لاکھ اصحاب فیل میدان جنگ سے ایسے بھاگے کہ ایک دوسرے کو روندے چلے جارہے تھے۔سید صاحب کے ہاتھی کو تیز بھگانے کی کوشش کی گئی،لیکن اس کی سست رفتاری کے باعث سید صاحب گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگے،یا بھگائے گئے''۔(حیات سید احمد شہید ص ۳۷۹)

اس طرح تمام لشکر تتر بتر ہو گیا۔غلام رسول مہر لکھتے ہیں:''ہندوستانی غازی بھی مختلف گروہوں میں بٹ گئے۔چند آدمی سید صاحب کے ساتھ تھے۔ایک جماعت مولانا شاہ اسماعیل کی معیت میں تھی۔ایک گروہ اکوڑہ پہنچ گیا''۔(حیات سید احمد شہید ص ۳۷۹)

یعنی سید صاحب اور آپ کے رفقا سکھوں سے ایسے ہراساں ہوئے کہ ہر ایک''خوف جاں''سے بھاگ رہا تھا۔اسے دوسروں کا خیال نہ تھا۔خود شاہ اسماعیل اپنے پیر طریقت کو چھوڑ کر پشاور کی طرف نکل گئے۔غالبًا سب سے ہراساں خود سید صاحب تھے۔میدان جنگ سے تیز رفتار گھوڑے پر دریا کو عبور کرنے موضع سر پہنچے۔وہاں سے ناکامی کے بعد دریائے ناگماں اور دریائے سوات کے سنگھم پر پہنچے۔جلدی میں گھوڑے سے دریا میں گر گئے۔دریا پار کر کے بھابڑہ گئے۔وہاں سے ڈاگئی،گوجر گڑھی،محبّ سرخ ڈھیری اور باغ کے راستے چنگلئی پہنچے۔چنگلئی ایک محفوظ ترین مقام تھا۔سید صاحب نے سکھوں کے خوف سے بڑی سرعت سے تقریباً کئی سو میل سفر کے بعد قیام کیا۔یہ تھی جنگ شیدو کی داستان،جو بڑی رنگ آمیزی سے بیان کی جاتی ہے۔اگر یہ واقعی جہاد تھا تو میدان جہاد سے فرار ہونے والوں کے

بارے میں قرآن وحدیث کی طرف رجوع کرنا ہوگا''۔(حقائق تحریک بالاکوٹ ص۹۰ تا ۹۲ - بزم عاشقان مصطفےٰ ﷺ لاہور)

مقصد ثانی پرعمل

شاہ حسین گردیزی نے رقم فرمایا:''جب سید صاحب میں سکھوں سے تاب جنگ نہ رہی تو مسلمانوں کی طرف رخ موڑا،اوراپنے اس مشن اور مقصد میں تبدیلی کرلی جوہندوستان سے لے کر چلے تھے۔آپ نے فرمایا کہ جہاد اسی صورت میں تائید آسمانی کے نزول کا باعث بن سکتا ہے کہ سب لوگ حقیقی معنی میں مسلمان بن جائیں۔جو کچھ کریں،خدا کی رضا کے لیے کریں۔اسی صورت میں اطاعت امام کی حقیقت سے وہ آگاہ ہوسکتے ہیں۔اسی صورت میں بدعات ومنکرات اور معصیت امام سے پاک ہوکر خدااور رسول اوراولی الامر کی فرماں برداری کا حق ادا کرسکتے ہیں''۔(حقائق تحریک بالاکوٹ ص۹۴ - بزم عاشقان مصطفےٰ ﷺ لاہور)

تفریق بین المسلمین

شاہ حسین گردیزی نے لکھا:''اب سکھوں کونظرانداز کرکے مسلمانوں کومسلمان بنانے (یا کافر بنانے) کی تحریک شروع ہوئی۔ یہیں سے تفریق بین المسلمین کی ابتدا ہوئی۔مسلمان،سنی ووہابی کے دوگروہوں میں تقسیم ہوئے،اورملت اسلامیہ کونا قابل تلافی نقصان پہنچا۔سید صاحب کے متبعین جنہیں وہابی کہا جاتا ہے۔آج ڈیڑھ سوسال بعد بھی سنی مسلمانوں کوکافرومشرک تصور کرتے ہوئے مشرف باسلام کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔کاش کہ وہ خودکی اصلاح کے بعد کافروں کومسلمان کرنے میں اپنی قوت صرف کرتے''۔

(حقائق تحریک بالاکوٹ ص۹۵ - بزم عاشقان مصطفےٰ ﷺ لاہور)

جنگ کے مقاصد کیا تھے؟

دہلوی ورائے بریلوی کوانگریزوں نے دومقصد سے سرحد کی جانب بھیجا تھا۔پہلا مقصد یہ کہ سکھوں پر قبضہ جمایا جائے،اوراس سے بھی اہم مقصد سرحدی افغانی مسلمانوں کوکچلنا تھا،کیوں کہ افغانی مسلمان بڑے ہی غیوراور بہادرصفت تھے۔تفریق بین المسلمین تو انگریزوں کا خاص ایجنڈا تھا،تاکہ مسلمان متفرق ہوجائیں اورسلطنت مغلیہ کی حمایت پر کمربستہ نہ ہوسکیں۔ہندوستان میں علمائے اہل سنت نے اسماعیل دہلوی کے مذہب جدید یعنی وہابیت کی ناکہ بندی کررکھی تھی۔اسماعیل دہلوی پر کفر کافتویٰ عائد کیا جاچکا تھا۔اب انگریزوں کو دہلوی کے لیے نیا میدان تلاش کرنا تھااوروہ سرحدی علاقہ تھا،جہاں علمائے دین کی تعداد نسبتاً کم تھی،اورسرحدی مومنین ان لوگوں کے حقائق سے بھی ناآشنا تھے۔اس وقت وہابیت تو نہ پھیل سکی،لیکن اس کے جراثیم باقی رہ گئے۔رفتہ رفتہ وہ چنگاری شعلوں سے بدل گئی۔ بعض نیم وہابی ہوئے،بعض لایعودون تک پہنچے۔حال یہ کہ بدمذہبیت کے جراثیم سے سنی برادران کوبچانا بھی ایک مشکل امرہوگیا۔

راجاغلام محمدرقمطراز ہیں:''سرجان میلکم نے لکھا:''ہماری حکومت کی حفاظت اس پر منحصر ہے کہ جوبڑی جماعتیں ہیں،ان کوتقسیم کر کے ہرجماعت کومختلف طبقوں اورفرقوں میں ٹکڑے ٹکڑے کردیا جائے،تاکہ وہ جدارہیں اورہماری حکومت کومتزلزل نہ کرسکیں''۔(مضمون

الرسالة العاشرة

برصغیر کے اسلامی مدارس-از: شمس الحق افغانی-ماہنامہ البلاغ کراچی فروری ۱۹۶۹ء)(امتیاز حق ص ۱۱۱-مکتبہ قادریہ لاہور)

امیر المومنین بننے کی کہانی

سیداحمدرائے بریلوی کوان کے مریدین نے سرحد پہنچنے کے ایک ماہ بعد ہی امیر المومنین کا خطاب دے دیا تھا۔اب جنگ شیدو میں سکھوں سے ذلت آمیز شکست کھانے کے بعد ۱۲: جمادی الاخریٰ ۱۲۴۲ھ کو موضع ہنڈ میں ہندوستانی مجاہدین اور سرحدی خوانین کا اجتماع ہوا۔رائے بریلوی کو سب نے بالاتفاق امیر مان لیا۔(حقائق تحریک بالاکوٹ ص ۹۳-بزم عاشقان مصطفےٰ ﷺ لاہور)

پھر یکم شعبان ۱۲۴۴ھ کو پنجتار میں دوسرا اجتماع ہوا،جس میں ہندوستانی مجاہدین وسرحدی خوانین شریک ہوئے،اوررائے بریلوی کے ہاتھ پر اقامت شریعت کی بیعت ہوئی۔(حقائق تحریک بالاکوٹ ص ۹۵)

مسلمانوں سے جنگ کیوں؟

راجا غلام محمد نے لکھا:''مکاتیب سیداحمد'' کی اشاعت کا مقصد محمد جعفر تھانیسری مؤلف مکتوبات سیداحمد شہید یوں بیان کرتے ہیں:

''سید صاحب کا جہاد صرف اس وقت کے ظالم سکھوں سے تھا،جنہوں نے اس وقت پنجاب کے مسلمانوں پر قیامت برپا کررکھی تھی ،نہ کہ سرکار انگریزی سے''۔(مکتوبات سیداحمد شہید ص ۳۱۰-مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

''(اسماعیل دہلوی نے)اس عزم کا اظہار کیا کہ سکھوں کے خلاف جو مسلمانوں کو پنجاب اور سرحد میں نیست ونابود کرنے پر تلے ہوئے تھے،جہاد کی کٹھن مہم میں شاہ صاحب کے شریک رہیں گے۔۱۸۲۵ء میں سید صاحب اور شاہ صاحب اس فیصلہ کن جہاد کی راہ پر چل پڑے۔ان کی معیت میں سات ہزار سرفروش مسلمان تھے............ایسے سخت اور قوی دشمن کے مقابلہ پر جیسے سکھ تھے''۔(مجدد الف ثانی سے سیداحمد شہید تک از محمد علی عثمانی-ماہنامہ ماہ نو کراچی خاص نمبر بیادگار تحریک آزادی ص ۱۴)

اس میں ایک وضاحت طلب بات یہ ہے کہ یہ جہاد سکھوں کے خلاف تھا،جو مسلمانوں کو نیست ونابود کرنا چاہتے تھے تو سرحد کے مسلمانوں کو نیست ونابود کرنے کی خواہش میں اپنے جہاد کا رخ انہوں نے ان کے خلاف کیوں کرنا چاہا؟

دوسرا سوال وہی ہے کہ آغاز میں جو سات ہزار فوج تھی،اس سے انگریزوں نے تعرض کیوں نہیں کیا؟کبھی ایسا ہوا ہے کہ حکومتیں اپنے مخالفوں کو مسلح فوج بنانے دیں؟انہیں سہولتیں فراہم کریں؟خصوصاً انیسویں صدی کے آغاز میں انگریز اس فوج سے صرف نظر کرسکتے تھے؟(اگر یہ خودان کے ایما پر نہ بنائی گئی ہوتی)(امتیاز حق ص ۹۹-مکتبہ قادریہ لاہور)

دہلوی کو اعتقادی اختلاف کا خطرہ

علامہ گردیزی نے رقم فرمایا:''شاہ اسماعیل یہ بات جانتے تھے کہ سرحدی مسلمان اعتقادی اختلاف کی بنیاد پر ہمارے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے،اس لیے پیش بندی کرتے ہوئے انہوں نے اجتماع پنجتار میں موجود علما سے قبل از وقت یہ فتویٰ لے لیا۔

الرسالة العاشرة

(۱)اثبات امامت کے بعد حکم امام سے سرتابی سخت گناہ اور قبیح حرام ہے۔
(۲)مخالفوں کی سرکشی اگر اس پیمانے پر پہنچ جائے کہ قتال کے بغیر اس کا استیصال ممکن نہ رہے تو تمام مسلمانوں پر فرض ہوجاتا ہے کہ ان مخالفوں کی تادیب کے لیے تلواریں نکال لیں اور امام کا حکم بزور مخالفوں پر نافذ کریں۔
(۳)اس معرکہ میں لشکر امام سے جو شخص قتل ہوگا، وہ شہید ونجات یافتہ سمجھا جائے گا، اور لشکر مخالف کے مقتولین مردود وناری متصور ہوں گے۔ان کی حالت اکثر فاسقوں مثلاً زانیوں اور سارقوں سے بھی بدتر ہوگی، اس لیے کہ فاسقوں کے جنازے کی نماز واجب ہے، لیکن ان مخالفوں کے جنازے کی نماز بھی جائز نہیں''۔(حقائق تحریک بالاکوٹ ص۹۷-بزم عاشقان مصطفےٰ ﷺ لاہور)

سرحدی مسلمانوں پر کفر کا فتویٰ

شاہ حسین گردیزی نے لکھا:''جب سید صاحب امیر المومنین ہوگئے تو لوگوں کو آپ کی بیعت پر آمادہ کرنے کی کوششیں ہونے لگیں، لیکن کامیابی نہ ہوئی۔منشی محمد حسین بجنوری لکھتے ہیں:''جب کوئی امیر مسلمان اور عالم پنجاب کا ان کی طرف متوجہ نہ ہوا، جب انہوں نے ان کی تکفیر کا فتویٰ جاری کیا۔اس فتویٰ تکفیر کے اجرا سے تمام ملک پنجاب کے امیر اور علما ناراض ہوگئے، اور جواب لکھے کہ تم وہابی مذہب ہو۔تم سے بیعت کرنا روا نہیں''۔(فریاد المسلمین ص۹۸)سید صاحب کی بیعت نہ کرنے والے مسلمانوں کو کافر، منافق، باغی ایسے بے شمار خطاب ملے''۔(حقائق تحریک بالاکوٹ ص۹۸، ۹۹-بزم عاشقان مصطفےٰ ﷺ لاہور)

شروع میں حمایت، اخیر میں بغاوت

شاہ حسین گردیزی نے لکھا:''سرحدی مسلمان سید صاحب کے ہم عقیدہ وہم مشرب نہ تھے، اور نہ ہی سید صاحب کے مخصوص عقائد سے باخبر تھے۔وہ سید صاحب کو اپنی طرح کا سنی حنفی مسلمان ہی سمجھتے تھے، یہی وجہ تھی کہ شروع میں انہوں نے سید صاحب کی پرزور حمایت کی، اور جان ومال کی قربانی سے کوئی دریغ نہ کیا، لیکن سید صاحب اور آپ کے رفقا نے سرحدی مسلمانوں کی فداکاری اور جانثاری سے یہ غلط اندازہ لگایا کہ شاید وہ ہمارے ہم عقیدہ وہم خیال ہوچکے ہیں۔جونہی سید صاحب اور آپ کے رفقا کی مخصوص اعتقادی سرگرمیاں شروع ہوئیں تو سرحدی مسلمان ایک ایک کرکے الگ ہونے لگے۔

چوں کہ سید صاحب بعض دوسرے مجاہدین سے قدرے مصلحت پسند تھے، اس لیے فی الوقت اعتقادی نزاع نہیں اٹھانا چاہتے تھے، مگر شاہ اسماعیل اور ان کی جماعت نے مصلحت وقت کو پس پشت ڈالتے ہوئے مخصوص عقائد کو سکھوں سے جہاد پر اولیت دیدی، اور آگے چل کر جہاد کا رخ بھی سکھوں سے مسلمانوں کی طرف ہوگیا۔نتیجتاً جانبین سے بے شمار جانیں ضائع ہوئیں۔سید صاحب نے جو حکومت قائم کی (اور بقول ان کے وہ اسلامی حکومت تھی)اس کی مخالفت کی سب سے بڑی اور اہم وجہ یہی اعتقادی اختلاف تھا۔

حضرت مولانا شیخ عبدالغفور اخوند سواتی درانی سرداروں کے پیر طریقت تھے۔شروع میں آپ بھی سید صاحب کے ہمنوا تھے، لیکن

الرسالة العاشرة

مجاہدین کی وہابیانہ سرگرمیوں سے متنفر ہوئے اور وہابی مجاہدین کے خلاف تضلیل کا فتویٰ دیا۔آپ کے ہمنوا علما میں حضرت مولانا میاں نصیر احمد المعروف قصہ خوانی ملا، حضرت مولانا حافظ دراز پشاوری شارح بخاری اور ملا عظیم اخوند وغیرہ سرفہرست تھے۔ان علمائے کرام کے فتوے کے علاوہ ہندوستان سے بھی ایک فتویٰ آیا تھا، جو سلطان محمد خاں رئیس پشاور کے پاس محفوظ تھا، جس کے بارے میں جناب مہر لکھتے ہیں۔

''اس ملاقات میں سلطان محمد خاں نے ایک فتویٰ یا محضر خریطے سے نکال کر سید صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔اس پر بہت سی مہریں ثبت تھیں۔محضر میں خوانین سمہ سے خطاب تھا۔مضمون یہ تھا کہ سید احمد چند عالموں کو اپنے ساتھ ملا کر تھوڑی جمعیت کے ہمراہ افغانستان گئے ہیں۔وہ بظاہر جہاد فی سبیل اللہ کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن یہ ان کا فریب ہے۔وہ ہمارے اور تمہارے مذہب کے خلاف ہیں۔ایک نیا دین انہوں نے نکالا ہے۔کسی ولی، بزرگ کو نہیں مانتے، سب کو برا کہتے ہیں۔انگریزوں نے انہیں تمہارے ملک کا حال معلوم کرنے کی غرض سے جاسوس بنا کر بھیجا ہے۔ان کی باتوں میں نہ آنا۔عجب نہیں کہ تمہارا ملک بھی چھنوا دیں۔جس طرح بھی ہو سکے، انہیں تباہ کرو۔اگر اس باب میں غفلت اور سستی برتو گے تو پچھتاؤ گے اور ندامت کے سوا کچھ نہ پاؤ گے''۔(حیات سید احمد شہید ص ۶۵۹)

(حقائق تحریک بالاکوٹ ص ۱۱۰، ۱۱۱- بزم عاشقان مصطفےٰ ﷺ لاہور)

نصاریٰ سے دوستی، مسلمانوں سے دشمنی

راجا غلام محمد رقمطراز ہیں:''کچھ لوگ انگریزوں کے خلاف کوئی بات کرنا خلاف مصلحت سمجھتے رہے۔ان سے ارادت اور ان کی اطاعت پر افتخار وابتہاج ظاہر کرتے رہے۔ان کے دشمنوں کو اپنا دشمن سمجھتے رہے۔یہ حضرات جب بالاکوٹ پہنچے، جہاں پہنچنے کے لیے انہوں نے قرعہ فال نکالا تھا تو موت نے ان کا استقبال کیا۔ان لوگوں نے سچے پکے مسلمانوں کو مشرک اور کافر قرار دیا۔ان کو مفسد اور مخالف کہہ کر اپنی ساری علمیت ان کے قتل کا جواز پیدا کرنے کے لیے، انہیں مرتد ثابت کرنے اور ان کے اموال اور جائیدادوں کو مال غنیمت قرار دینے پر صرف کر دی۔سید احمد اور اسماعیل دہلوی صاحبان ان غیر وہابی مسلمانوں کو اہل کتاب کافروں میں شمار کرتے ہیں، مگر نصاریٰ بھی تو اہل کتاب ہیں، جن سے ان کے مراسم برخورداری قائم رہے۔صرف اس لیے کہ وہ صاحبان بست وکشاد تھے۔یہ لوگ انگریزوں سے جنگ کے تصور کی مخالفت کرتے رہے، مگر اہل سنت و جماعت مسلمانوں کے قتل وخون کے جواز کی صورتیں نکالتے رہے۔

''یہاں دو معاملے درپیش ہیں۔ایک تو مفسدوں اور مخالفوں کے ارتداد کا ثابت کرنا اور قتل وخون کے جواز کی صورت نکالنا اور ان کے اموال کو جائز قرار دینا۔اس بات سے قطع نظر کہ وہ ان کے ارتداد پر یا ان کی بغاوت پر مبنی ہے۔دوسرے یہ کہ اس کا آیا کوئی سبب ہے یا کچھ اور ہے۔جب کہ بعض اشخاص کے مقابلے میں ان کا مرتد ہونا ثابت ہو چکا ہے، اور بعض کے متعلق بغاوت یا اس کا کوئی اور سبب ہے۔گرچہ پہلا طریقہ ہمارے پاس وہی تحقیق اور تفتیش کرنا ہے، کیوں کہ ہم ان فتنہ پردازوں کو فی الحقیقت مرتدوں، بلکہ اصل کافروں میں شمار کرتے ہیں، اور ان کو اہل کتاب کافروں کے مثل جانتے ہیں''۔(مکتوب مولوی محمد اسماعیل بنام سید احمد- مکتوبات سید احمد شہید ص ۲۴۱)

انگریزوں کی مخالف طاقت جانباز سرحدی مسلمان تھے۔ان کو بدکردار، منافق کہہ کر تحریک مجاہدین کے سربراہوں نے ان کی گندگی

کو پاک کرنے کا مصمم ارادہ کیا، اوراس مقصد کے لیے ان پر چڑھائی کی۔ خدا نے ان کو اپنے عزائم میں کامیاب نہ ہونے دیا''۔
(امتیاز حق ص ۱۱۵،۱۱۶-مکتبہ قادریہ لاہور)

سرحدی مسلمانوں کا ردعمل

(۱) رائے بریلوی اور دہلوی نے سرحدی مسلمانوں کے خلاف فتویٰ جاری کیا۔ علمائے اہل سنت ومشائخ طریقت نے مجاہدین کے عقائد کی تفتیش کر کے انہیں خارج از اسلام قرار دیا۔

شاہ حسین گردیزی نے رقم فرمایا:''جب سرحدی مسلمانوں نے سید صاحب کے سپاہیوں کا قتل عام کیا تو سید صاحب نے بعض افراد کو اس کی علت معلوم کرنے بھیجا۔ سرحدی مسلمانوں نے جو کچھ کہا، اسے مہر صاحب اس طرح لکھتے ہیں:''ہمارے پاس سلطان محمد کے خط آئے تھے کہ ہندوستان کے علما نے ہندوستانی غازیوں کو بدعقیدہ اور انگریز کے جاسوس قرار دیا ہے۔ یہ تمہارا ملک بھی چھنوا دیں گے، اور دین ومذہب کو بھی خراب کریں گے''۔ (حقائق تحریک بالاکوٹ ص۱۱۲-بزم عاشقان مصطفٰے ﷺ لاہور)

(۲) شیخ محمد اکرام نے لکھا:''بعض مخلص قدیم الخیال ہستیوں کو بھی سید صاحب کے بعض ساتھیوں کے طور طریقے، بلکہ عقائد بھی کھٹکتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سرداران پشاور اور علما کا مجاہدین کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم ہو گیا۔ مجاہدین کے خارج از اسلام اور واجب القتل ہونے کے فتوے دیئے گئے''۔ (موج کوثر ص۳۲)

(۳) علامہ گردیزی نے لکھا:''علامہ عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں:''خادی خاں شہید حضرت مولانا اخوند عبدالغفور قدس سرہ کے مخلص مرید تھے''۔ (تذکرہ اکابر اہل سنت ص ۲۴۸) اس کے علاوہ جناب غلام رسول مہر کو بھی یہ اعتراف ہے کہ زہد وریاضت کی وجہ سے خادی خاں کو بھی اخوند عبدالغفور کے ساتھ عقیدت تھی۔ اخوند سوات اس زمانے میں بیکی میں مقیم تھا، اور خادی خان کے ساتھ اس کے تعلقات بہت گہرے تھے''۔ (حیات سید احمد شہید ص ۴۸۶)

اس لیے جب شیخ طریقت سید صاحب اور مجاہدین کے خلاف ان کی وہابیانہ سرگرمیوں کی وجہ سے مخالفت کر رہے تھے تو مریدین صادق بھی اس معرکہ کارزار میں اتر آئے، اور وہابیت کے خلاف تلواروں اور نیزوں سے جنگ شروع ہو گئی۔ چناں چہ خادی خاں نے وہابی مجاہدین سے جنگ کی اور اس معرکے میں کام آیا۔ اسی طرح سلطان محمد خاں کی جب مجاہدین سے جنگ ہوئی تو اس نے بھی اس وہابیانہ اعتقادی اختلاف کو دوٹوک لفظوں میں یوں بیان کیا:

''جہاد کی باتیں ابلہ فریبی کا کرشمہ ہیں۔ تم لوگوں کا عقیدہ برا اور نیت فاسد ہے۔ بظاہر فقیر بنے بیٹھے ہو، دل میں امارت کی ہوس ہے۔ ہم نے خدا کے نام پر کمر باندھ لی ہے کہ تمہیں قتل کریں تا کہ زمین تمہارے وجود سے پاک ہو جائے''۔ (حیات سید احمد شہید ص۶۱۴)

اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سرحدی مسلمان سید صاحب اور وہابی مجاہدین کی مجاہدین کی مخالفت ان کی اعتقادی جدت اور مسلمانوں کو مشرک وکافر کہنے کی وجہ سے کرتے تھے۔ سید صاحب کی سرحدی مسلمانوں سے اعتقادی جنگ تھی۔ سرحد کے علما اور عوام سید

الرسالة العاشرة

صاحب اور مجاہدین کی وہابیانہ سرگرمیوں سے شدید متنفر تھے، اور آگے چل کر اسی آگ نے مجاہدین کو خاکستر کر دیا''۔

(حقائق تحریک بالاکوٹ ص ۱۷، ۱۱۶- بزم عاشقان مصطفیٰ ﷺ لاہور)

مسلمانوں سے جنگ

رائے بریلوی نے سکھوں سے صرف ایک جنگ کی، اور مسلمانوں سے نو جنگ کی ۔مسلمانوں کا خون بہا بہا کر انگریزوں کو مضبوط کرتا رہا، آخر کار خود بھی سرحد کے سنی افغانی مسلمانوں کے ہاتھوں راہی ملک عدم ہوا۔

شاہ حسین گردیزی نے لکھا: ''سید صاحب اور مجاہدین نے سرحدی مسلمانوں کو کافر و منافق قرار دیا، (اور اس سے پہلے شاہ اسماعیل اہل دہلی کو بھی اسلام بدر ہونے کا سٹیفکیٹ دے چکے تھے)، اور سکھوں سے زیادہ خطرناک اور خوفناک سمجھتے ہوئے ان سے ۹: جنگیں کیں جس کی تفصیل یہ ہے : (۱) جنگ اوتمان زئی (۲) جنگ ہنڈ، اول (۳) جنگ زیدہ (۴) جنگ ہنڈ، دوم (۵) جنگ کنیر ڑی (۶) جنگ کھلابٹ (۷) جنگ مردان (۸) جنگ مایار (۹) جنگ چھتر بائی۔

یہ مسلمان سید صاحب کے بقول منافق اور کلمہ گو کافر تھے، اس لیے ان سے خوب معرکہ آرائیاں کیں ۔اسلام اور مسلمانوں کو کمزور کیا۔انگریزی اقتدار کو بڑھنے یا بڑھانے کا موقع فراہم کیا۔حیرت ہوتی ہے ان کلمہ گو مسلمانوں پر جو یہ کہتے ہیں کہ سید صاحب کی تحریک سے اسلام اور مسلمانوں کو تقویت پہنچی ۔اسلام کی نشأۃ ثانیہ ہوئی، اور اسی بیداری کی وجہ سے پاکستان بنا، جب کہ سید صاحب اور ان کے گروہ نے مسلمانوں کو کافر بنایا، انہیں قتل کیا اور انگریزی اقتدار کے لیے راہ ہموار کی، اور آج ان سید صاحب کو احیائے اسلام کا علمبردار قرار دیا جا رہا ہے۔ہر کوتاہ نظر اور کم سواد تمام اسلامی تحریکوں کی ڈور سید صاحب کی شمشیر مسلم کش کے دستہ سے باندھنے کی فکر میں غلطاں دکھائی دیتا ہے، لیکن جو لوگ چشم حق بیں رکھتے ہیں، وہ اس مسلم کش تحریک کے نشیب و فراز سے آگاہ ہیں''۔

(حقائق تحریک بالاکوٹ ص ۱۳۲- بزم عاشقان مصطفیٰ ﷺ لاہور)

پیر و مرید کی موت کا منظر

شاہ حسین گردیزی نے لکھا:

''آخر میں سرسید کی سنئے: ''ہندوستان کے گوشہ شمال و مغرب کی سرحد پر جو پہاڑی قومیں رہتی ہیں، وہ سنی المذہب حنفی قومیں ہیں .... چوں کہ پہاڑی قومیں ان کے عقائد کی مخالف تھیں، اس لیے وہ وہابی ان پہاڑیوں کو ہرگز اس بات پر راضی نہ کر سکے کہ وہ ان کے مسائل کو بھی اچھا سمجھتے، مگر البتہ چوں کہ وہ سکھوں کے جور و ستم سے نہایت تنگ تھے، اس سبب سے وہابیوں کے اس منصوبے میں شریک ہو گئے کہ سکھوں پر حملہ کیا جائے، لیکن چوں کہ یہ قوم مذہبی مخالفت میں نہایت سخت ہے، اس سبب سے اس قوم نے اخیر میں وہابیوں سے دغا کر کے سکھوں سے اتفاق کر لیا اور مولوی محمد اسماعیل صاحب و سید احمد صاحب کو شہید کر دیا''۔(مقالات سرسید ج ۹ ص ۱۳۹، ۱۴۰)

الرسالة العاشرة

سید صاحب کے سوانح نگاروں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جنگ بالاکوٹ میں سید صاحب کے خلاف سکھ اور مسلمان دونوں متحد ہو گئے تھے۔اس وقت مسلمانوں کے سامنے دو طاقتیں تھیں۔ایک ''مار جان'' اور دوسری ''مار ایمان''۔مسلمانوں نے ''مار جان'' یعنی سکھوں سے ''مار ایمان'' کو ختم کرنے کے لیے اتحاد کرلیا،اور اس طرح چھ جولائی ۱۸۳۱ء کو بالاکوٹ میں جمعہ کے روز زبردست جنگ ہوئی ۔سید صاحب اپنے رفقا سمیت ہمیشہ کے لیے سو گئے۔

سید صاحب قبر میں پہنچ گئے،لیکن ان کی تفریق اور تکفیر بین المسلمین کی تحریک آج بھی موجود ہے۔مسلمان باہم دست وگریباں ہیں۔سینہ چاکی سے گردن کشی تک نوبت آتی رہتی ہے۔چوں کہ یہ پودا سید صاحب کا لگایا ہوا ہے،اس لیے اس کار خیر کا اجرانہیں ضرور مل رہا ہوگا،لیکن افسوس ہے ان مسلمانوں پر جو آج سید صاحب کی مسلم کش تحریک کو ہندوستان میں احیائے دین کی ایک عظیم تحریک سمجھتے ہیں۔ کاش کہ وہ لوگ سید صاحب کی سوانح پر ایک حقیقت پسندانہ نظر ڈال لیتے''۔(حقائق تحریک بالاکوٹ ص۱۴۱،۱۴۲)

امام مہدی ہونے کا دعویٰ

جب پیرومرید کا بالاکوٹ میں قتل ہو گیا تو ان کے معتقدین نے عجب عجب باتیں شروع کیں۔کوئی رائے بریلوی کے دوبارہ ظاہر ہونے کا دعویٰ کرتا،کوئی اس کو امام مہدی کہتا۔تفصیل شاہ حسین گردیزی نے ''حقائق تحریک بالاکوٹ'' میں لکھی ہے۔

شاہ حسین گردیزی نے لکھا:''منشی محمد ابراہیم نامی شخص نے مولانا گنگوہی کی محفل میں ایک مرتبہ کہا کہ ممکن ہے سید صاحب ابھی زندہ ہوں۔مولانا گنگوہی نے کہا: بلکہ امکن(زیادہ ممکن) ہے''۔(ارواح ثلاثہ ص۱۴۱)(حقائق تحریک بالاکوٹ ص۱۵۵)

توبہ کی خبر کے سبب کف لسان

صدر الافاضل حضرت علامہ نعیم الدین مرادآبادی نے تحریر فرمایا کہ اسماعیل دہلوی کی توبہ کی خبر مشہور تھی۔اسی شہرت کے سبب علمانے اس کو کافر کہنے سے کف لسان فرمایا،کیوں کہ ایک شبہہ پیدا ہو چکا تھا۔ہاں،علمائے حق نے اس کے اقوال کو کفر یہ بتایا۔

صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مرادآبادی(۱۸۷۸ھ-۱۹۴۸ھ)نے تحریر فرمایا:

(۱)''تقویۃ الایمان کے کثیر کفریات مذکور ہو چکے ہیں۔حضرات انبیائے کرام اور سید انبیا علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین وتنقیص کے کلمات اور ان کی شان میں بے ادبانہ بدگوئیوں اور گستاخیوں سے کتاب بھری ہوئی ہے۔ایسے کلمات بے شک کفر ہیں''۔

(اطیب البیان ص۴۷۴-مکتبہ نعیمیہ دہلی)

(۲)''لیکن چوں کہ اسماعیل کی نسبت یہ مشہور تھا کہ اس نے اپنے تمام اقوال سے توبہ کرلی تھی،اس لیے علمائے محتاطین نے اس کو کافر کہنے سے احتیاطاً زبان روکی،اور اقوال کو کفر وضلال بتایا۔اس کا تو اللہ کو علم ہے کہ اس نے واقع میں توبہ کی تھی یا نہیں۔اگرچہ آج کل کے وہابیہ جو اس کے کفریات کی حمایت وترویج کرتے ہیں،وہ توبہ کے منکر ہیں(اور پرانے وہابی اکثر یہی کہا کرتے تھے کہ مولوی اسماعیل

الرسالة العاشرة

صاحب ان کفریات سے توبہ کر کے مرے ہیں)

چنانچہ مولوی رشید احمد گنگوہی سے کسی نے سوال کیا کہ ایک بات یہ مشہور ہے کہ مولوی اسماعیل صاحب شہید نے اپنے انتقال کے وقت بہت سے آدمیوں کے روبرو بعض مسائل تفویت الایمان سے توبہ کی ہے، آپ نے بھی یہ بات کہیں سنی ہے، یا محض افترا ہے؟ اس کے جواب میں لکھتے ہیں''توبہ کرنا ان کا بعض مسائل سے محض افتراء اہل بدعت کا ہے''۔(فتاویٰ رشیدیہ ج ا ص ۶۲)، لیکن جن علما نے سنا کہ اس کی نسبت توبہ کی شہرت ہے، انہوں نے احتیاط کی، اور مفتی کو ایسا ہی چاہئے جیسا کہ ائمہ دین نے یزید کی تکفیر و لعن سے احتیاط کی''۔

(اطیب البیان ص ۴۷۴-مکتبہ نعیمیہ دہلی)

(۳)''احتمال توبہ کی وجہ سے علمائے کرام یزید جیسے بد بخت شقی پلید کے حق میں لعن سے احتیاط فرماتے ہیں۔ یہی حال اسماعیل کا ہے جس کی توبہ کی شہرت تھی، لیکن اسماعیل کے بعد وہابیہ کے اور دوسرے پیشواؤں نے شان انبیا علیہم السلام میں شدید گستاخیاں کیں، اور توہین کے نہایت ناپاک کلمات لکھے، اور باوجود بار بار رد کے ان پر مصر رہے۔ توبہ کی طرف مائل نہ ہوئے۔ ان کی تکفیر میں علمائے عرب وعجم نے کوئی تأمل نہ فرمایا اور نہ ایسی حالت میں شریعت طاہرۃ تأمل کی اجازت دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو ان کی نیت وحسن عمل کی جزا عطا فرمائے، اور اپنے بندوں کو کفر وضلالت سے بچائے: آمین''۔(اطیب البیان ص ۴۷۵-مکتبہ نعیمیہ دہلی)

شیر بیشہ اہل سنت علامہ حشمت علی خاں لکھنوی نے تحریر فرمایا کہ اسماعیل دہلوی کی توبہ کی شہرت تھی۔ عبارت درج ذیل ہے:

''اسماعیل دہلوی کی بھی اس کے کفریات سے توبہ مشہور ہے۔ چناں چہ فتاویٰ رشیدیہ مبوب حصہ اول صفحہ ۱۲۱: پر رشید احمد صاحب گنگوہی کا مستفتی لکھتا ہے:''ایک بات یہ مشہور ہے کہ مولوی اسماعیل صاحب شہید نے اپنے انتقال کے وقت بہت سے آدمیوں کے روبرو بعض مسائل تفویۃ الایمان سے توبہ کی ہے''۔ رشید احمد گنگوہی نے اس شہرت توبہ کا انکار نہیں کیا، بلکہ شہرت توبہ کو شہرت کاذبہ ٹھہرایا۔ چناں چہ صفحہ ۱۲۲: پر لکھتا ہے:''توبہ کرنا ان کا بعض مسائل سے افترا اہل بدعت کا ہے''۔ جب گنگوہی خود مانتا ہے کہ بدعتیوں نے اسماعیل دہلوی پر افترا کر کے یہ شہرت دی ہے کہ انہوں نے اپنے کفریات سے توبہ کر لی تھی تو شہرت حاصل ہو گئی۔ اب اس شہرت توبہ کی موجودگی میں احتیاط یہی ہے کہ اسماعیل دہلوی کے اقوال کفریہ کو کفر ہی کہا جائے، اور خود اسماعیل دہلوی کو کافر کہنے سے کف لسان کیا جائے''۔

(مبلغ وہابیہ کا گریز ص ۲۵۸-حشمتی اکیڈمی پیلی بھیت)

علامہ سعید احمد کاظمی (م ۱۹۸۶ء) نے تحریر فرمایا کہ امام احمد رضا مسئلہ تکفیر میں بہت محتاط تھے۔ اسماعیل دہلوی کی شہرت توبہ کی وجہ سے آپ نے اسے کافر نہیں کہا، کیوں کہ شہرت توبہ کی وجہ سے ایک قسم کا شبہہ پیدا ہو گیا تھا۔

علامہ کاظمی نے تحریر فرمایا:''میں وثوق سے کہتا ہوں کہ علمائے بریلی یا ان کے ہم خیال کسی عالم نے آج تک کسی مسلمان کو کافر نہ کہا، خصوصاً اعلیٰ حضرت مجدد ملت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ العزیز تو مسئلہ تکفیر میں اس قدر محتاط واقع ہوئے تھے کہ امام الطائفہ مولوی اسماعیل صاحب دہلوی کے بکثرت اقوال نقل کرنے کے باوجود لزوم والتزام کفر کے فرق کو ملحوظ رکھنے، یا امام الطائفہ کی توبہ

مشہور ہونے کے باعث ازارہ احتیاط مولوی اسماعیل صاحب کی تکفیر سے کف لسان فرمایا۔اگر چہ وہ شہرت اس درجہ کی نہ تھی کہ کف لسان کا موجب ہو سکے،لیکن اعلیٰ حضرت نے احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ملاحظہ فرمائیے''الکوکبۃ الشہابیہ''(مطبوعہ اہل سنت و جماعت بریلی ص۶۲)حیرت ہے ایسے محتاط عالم دین پر تکفیر مسلمین کا الزام عائد کیا جاتا ہے۔ بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است''۔

(الحق المبین ص ۲۵-نعمان اکاڈمی جہانیاں منڈی خانیوال پاکستان)

رشید احمد گنگوہی نے بھی شہرت توبہ کا اعتراف کیا ہے۔اس کی عبارت درج ذیل ہے:

السوال: تقویۃ الایمان میں کوئی مسئلہ ایسا بھی ہے جو قابل عمل نہیں،یا کل اس کے مسائل صحیح اور علمائے دین کو مقبول ہیں،اور ایک بات یہ مشہور ہے کہ مولوی اسماعیل صاحب شہید نے اپنے انتقال کے وقت بہت سے آدمیوں کے روبرو بعض مسائل تقویۃ الایمان سے توبہ کی ہے۔آپ نے بھی کہیں یہ بات سنی ہے یا محض افترا ہے؟

الجواب:بندہ کے نزدیک سب مسائل اس کے صحیح ہیں۔اگر چہ بعض مسائل میں بظاہر تشدد ہے اور توبہ کرنا ان کا بعض مسائل سے محض افترا اہل بدعت کا ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ مبوب ص ۸۵-جسیم بکڈ پو دہلی)

امام احمد رضا اور تکفیر دہلوی سے کف لسان کا مفہوم

مسئلہ تکفیر میں کف لسان کی دو صورتیں ہیں:(۱)مطلق کف لسان (۲)تکفیر کلامی سے کف لسان

مطلق کف لسان کی صورت یزید پلید کے کفر میں پائی جاتی ہے۔یزید کے بارے میں علمائے اسلام کے تین طبقات ہیں۔

طبقہ اول:امام ابن ہمام حنفی (۷۹۰ھ-۸۶۱ھ)ودیگر فقہائے احناف یزید پلید کے بارے میں مطلق کف لسان فرماتے ہیں۔

طبقہ دوم:ابن عقیل حنبلی بغدادی (۴۳۱ھ-۵۱۳ھ)نے یزید پلید کے اشعار سے اس کے کفر پر استدلال کیا۔

طبقہ سوم:امام محمد غزالی شافعی (۴۵۰ھ-۵۰۵ھ)یزید کو مومن مانتے ہیں۔

امام احمد رضا قادری نے احتمال ضعیف کے سبب اسماعیل دہلوی کی تکفیر کلامی سے کف لسان فرمایا۔

مطلق کف لسان

جن علما نے اسماعیل دہلوی کی شہرت توبہ کا لحاظ کیا،انہوں نے اسماعیل دہلوی کے بارے میں مطلق سکوت کیا کہ نہ وہ کافر کہتے ہیں،نہ مومن کہتے ہیں۔چوں کہ توبہ کی خبر یقینی نہیں تھی،اسی لیے اس شہرت توبہ کے سبب ایک شبہہ پیدا ہو گیا۔صدر الافاضل حضرت علامہ نعیم الدین مرادآبادی (۱۳۰۰ھ-۱۳۶۷ھ)نے انہیں علمائے محتاطین کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ شہرت توبہ کے سبب ان علمائے محتاطین اسماعیل دہلوی کی تکفیر سے کف لسان فرمایا۔اس طبقہ کے علما کے اقوال مجھے دستیاب نہیں ہو سکے۔امام احمد رضا اس طبقہ میں نہیں ہیں۔

ماضی میں اسی طرح کی مثال یزید پلید کی ہے۔بعض فقہائے احناف نے یزید پلید کے بارے سکوت و توقف کا مذہب اختیار فرمایا،

الرسالة العاشرة

کیوں کہ یزید کے کفری اقوال ودیگر مکفرات کی روایت اس درجہ قوی نہیں کہ اس کو بنیاد بنا کر حکم کفر صادر کیا جاسکے۔

صدرالافاضل نے تحریر فرمایا: ”لیکن چوں کہ اسماعیل کی نسبت یہ مشہور تھا کہ اس نے اپنے تمام اقوال سے توبہ کر لی تھی، اس لیے علمائے محتاطین نے اس کو کافر کہنے سے احتیاطاً زبان روکی، اور اقوال کو کفر وضلال بتایا۔ اس کا تو اللہ کو علم ہے کہ اس نے واقع میں توبہ کی تھی یا نہیں۔ اگر چہ آج کل کے وہابیہ جو اس کے کفریات کی حمایت وترویج کرتے ہیں، وہ توبہ کے منکر ہیں (اور پرانے وہابی اکثر یہی کہا کرتے تھے کہ مولوی اسماعیل صاحب ان کفریات سے توبہ کر کے مرے ہیں)

چنانچہ مولوی رشید احمد گنگوہی سے کسی نے سوال کیا کہ ایک بات یہ مشہور ہے کہ مولوی اسماعیل صاحب شہید نے اپنے انتقال کے وقت بہت سے آدمیوں کے روبرو بعض مسائل تفویت الایمان سے توبہ کی ہے، آپ نے بھی یہ بات کہیں سنی ہے، یا محض افترا ہے؟ اس کے جواب میں لکھتے ہیں ”توبہ کرنا ان کا بعض مسائل سے محض افتراء اہل بدعت کا ہے“۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج اص ۶۲)، لیکن جن علمانے سنا کہ اس کی نسبت توبہ کی شہرت ہے، انہوں نے احتیاط کی، اور مفتی کو ایسا ہی چاہئے جیسا کہ ائمہ دین نے یزید کی تکفیر ولعن سے احتیاط کی“۔

(اطیب البیان ص ۴۷۴- مکتبہ نعیمیہ دہلی)

تکفیر یزید سے فقہائے احناف کا سکوت

(۱) قال الامام ابن الهمام: ﴿(و) قد (اختلف فی اکفار یزید ابنه-فقیل: نعم) لما وقع منه من الاجتراء علی الذرية الطاهرة كالامر بقتل الحسين رضی اللّٰه عنه وما جری مما ينبو عن سماعه الطبع ويصم لذكره السمع (و قيل: لا اذ لم يثبت لنا عنه تلك الاسباب الموجبة) للكفر (وحقيقة الامر) ای الطريقة الثابتة القويمة فی شأنه (التوقف فيه ورجع امره الی اللّٰه سبحانه) لانه عالم الخفيات والمطلع علٰی مكنونات السرائر، وهواجس الضمائر فلا يتعرض لتكفيره اصلا-وهذا هو الاسلم-واللّٰه سبحانه اعلم﴾

(المسایرۃ مع المسامرۃ ج ۲ ص ۱۶۲- مطبع السعادۃ مصر)

(۲) قال القاری: ﴿قال ابن الهمام رحمه اللّٰه: (واختلف فی اكفاريزيد-قيل: نَعَمْ)-يعنی لِمَا ورد عَنْهُ مَا يَدُلُّ عَلٰی كُفْرِهٖ مِنْ تَحْلِيْلِ الْخَمرِ-وَمِنْ تَفَوُّهِهٖ بَعْدَ قَتْلِ الْحُسَيْنِ وَاَصْحَابِهٖ-اِنِّیْ جَازَيْتُهُمْ بِمَا فَعَلُوْا بِاَشْيَاخِ وَصَنَادِيْدِهِمْ فی بدر-وامثال ذلک-ولعله وَجْهُ مَا قَالَ الامام احمد رحمه اللّٰه بتكفيره-بما ثَبَتَ عِنْدَهٗ من نَقْلِ تَقْرِيْرِه-لا لما وقع عنه من الاجتراء علی الذرية الطاهرة كالامر بقتل الحسين وما جری-مما ينبو عن سماعه الطبع ويصم لما ذكره السمع كما علل به شارح كلامه-فانه ليس علی وفق مرامه كما قدمناه فی لعنه-(وقيل: لا-اذ لم يثبت لنا عنه تلك الاسباب الموجبة) ای لكفره-(وحقيقة الامر التوقف فيه ومرجع امره الی اللّٰه سبحانه)﴾ (منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر ص ۲۲۰- دار البشائر الاسلامیہ بیروت)

الرسالة العاشرة

(۳)قال الهیتمی:﴿اعلم ان اهل السنة اختلفوافی تکفیریزید بن معاویة وولِّیِ عَهْدِہٖ من بعدہ-فقالت طائفة انہ کافرلقول سبط ابن الجوزی وغیرہ-المشہورانہ لَمَّا جَاءَ رَاسُ الْحُسَیْنِ رضی اللّٰہ عنہ-جمع اهل الشام وجعل ینکت رأسہ بالخیزران-ویشد ابیات الزبعری-لیت اشیاخ ببدرشهدوا-الابیات المعروفة-وزاد فیها بیتین مشتملتین علٰی صریح الکفر﴾(الصواعق المحرقہ ص۲۲۰-استنبول ترکی)

توضیح:یزید پلید کے مکفرات کی روایت قوی نہ ہونے کی وجہ سے اس پر حکم کفر عائد نہ کیا جاسکتا ہے،لیکن ان روایتوں کے سبب شبہہ پیدا ہوگیا،جس کے سبب بعض فقہائے احناف نے یزید کے ایمان وکفر کے بارے میں سکوت اختیار فرمایا اور یہ معاملہ رب تعالیٰ کے سپرد کر دیا،یعنی اگر یزید پلید علم الٰہی میں کافر ہے تو یہ فقہا بھی اسے کافر تسلیم کرتے ہیں،لیکن دلیل قوی نہ ہونے کے سبب سکوت فرماتے ہیں۔

فقہائے حنابلہ اور تکفیر یزید

محدث سبط ابن جوزی(۵۸۱ھ-۶۵۴ھ)نے ابن عقیل کا قول نقل کیا،جس میں انہوں نے یزید کے کفر پر استدلال کیا۔

قال سبط ابن الجوزی:﴿قال ابن عقیل:ومما یدل علی کفرہ وزندقته فضلا عن سبه ولعنه اشعارہ التی افصح بها بالالحاد وابان عن خبث الضمائر وسوء الاعتقاد-فمنها قوله فی قصیدته التی اولها:الخ﴾

(تذکرۃ الخواص ص۲۹۰)

توضیح:مذکورہ بالا اقتباس میں شیخ الحنابلہ ابن عقیل:ابوالوفا علی بن عقیل بن محمد بن عقیل ظفری بغدادی(۴۳۱ھ-۵۱۳ھ)کی جانب تکفیر یزید کا قول منسوب ہے۔

تکفیر کلامی سے کف لسان

امام احمد رضا قادری نے اسماعیل دہلوی کی تکفیر کلامی سے سکوت فرمایا،کیوں کہ دہلوی کی کفری عبارتوں میں تاویل بعید کی گنجائش ہے۔ہاں،امام احمد رضا کی بعض عبارتوں سے بادی الرائے میں یہ شبہہ ہوتا ہے کہ وہ اسماعیل دہلوی کے بارے میں مطلق سکوت فرماتے ہیں۔ان عبارتوں کی توضیح کی ضرورت ہے،تاکہ شبہہ دور ہوجائے۔امام احمد رضا کی چند عبارتیں منقولہ ذیل ہیں۔

(۱)امام احمد رضا نے فرمایا کہ اسماعیل دہلوی یزید کی طرح ہے۔اگر کوئی اسے کافر کہتا ہے تو ہم اسے منع نہیں کرتے،لیکن ہم اسے کافر نہیں کہتے۔امام احمد رضا قادری کے اس قول سے بھی مطلق کف لسان کا شبہہ ہوتا ہے،حالاں کہ یہاں کف لسان کی قسم دوم مراد ہے۔

عرض:اسماعیل دہلوی کو کیسا سمجھنا چاہئے؟

ارشاد:میرا مسلک یہ ہے کہ وہ یزید کی طرح ہے۔اگر کوئی کافر کہے،ہم منع نہ کریں گے اور خود کہیں گے نہیں۔البتہ غلام احمد،سید احمد،خلیل احمد،رشید احمد،اشرف علی کے کفر میں جو شک کرے،وہ خود کافر(من شک فی کفرہ وعذابه فقد کفر)

الرسالة العاشرة

(الملفوظ ج۱ص۱۲۹-رضوی کتاب گھر بھیونڈی)

توضیح:منقولہ بالا ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ جس طرح بعض فقہائے احناف نے دلیل کے قوی نہ ہونے کے سبب یزید کی تکفیر سے سکوت فرمایا،اسی طرح میں اسماعیل دہلوی کے کفر کلامی سے سکوت کرتا ہوں،کیوں کہ دہلوی کے کفریہ کلام میں احتمال بعید کی گنجائش ہے،جو تکفیر کلامی سے مانع ہے۔ہاں،اگر کوئی عالم وفقیہ مسئلہ تکفیر میں مذہب فقہا پر ہو،اور وہ اسماعیل دہلوی کو کافر کہتا ہے تو ہمیں کوئی اعتراض بھی نہیں،کیوں کہ فقہا کے اصول وضوابط کے اعتبار سے اسماعیل دہلوی کافر ہے۔

کسی امر میں مطلق کف لسان کا یہ مفہوم ہے کہ وہ معاملہ سپرد خدا کر دیا جائے۔جیسا کہ یزید بلید کے بارے میں سکوت فرمانے والے فقہا نے یزید کو نہ کافر کہا،نہ ہی گمراہ کہا،بلکہ مکمل خموشی اختیار فرمائی۔امام احمد رضا قادری نے دہلوی کے بارے مطلق سکوت نہیں فرمایا،بلکہ دہلوی کی تکفیر کلامی سے سکوت اور کف لسان فرمایا۔

امام احمد رضا قادری اگر اسماعیل دہلوی کے بارے میں مطلق کف لسان فرماتے تو اسماعیل دہلوی کو آپ گمراہ بھی نہیں کہتے۔حالاں کہ امام احمد رضا نے اسماعیل دہلوی پر ضلالت وگمرہی کا فتویٰ دیا ہے،پس دہلوی سے متعلق امام احمد رضا کا مطلق کف لسان اور مطلق سکوت نہیں پایا جاتا۔امام احمد رضا نے دہلوی کی تکفیر کلامی سے اس لیے سکوت فرمایا کہ اس کے کفری کلمات میں تاویل بعید کی گنجائش ہے۔

امام احمد رضا باب تکفیر میں مذہب متکلمین پر تھے،اور مذہب متکلمین کے اعتبار سے اسماعیل دہلوی گمراہ تھا،اسی لیے آپ نے اسماعیل دہلوی کو گمراہ قرار دیا،اور تکفیر کلامی سے کف لسان فرمایا۔علامہ خیرآبادی نے مذہب فقہا کے طور پر دہلوی کی تکفیر فرمائی تھی۔

(۲)امام احمد رضا قادری نے ((الکوکبۃ الشہابیہ)) کے خاتمہ میں رقم فرمایا:''بالجملہ ماہ نیم ماہ ومہر نیم روز کی طرح ظاہر وزاہر کہ اس فرقہ متفرقہ یعنی وہابیہ اسماعیلیہ اوراس کے امام نافرجام پر جزماً قطعاً یقیناً اجماعاً بوجوہ کفر لازم،اور بلاشبہہ جماہیر فقہائے کرام واصحاب فتویٰ اکابر واعلام کی تصریحات واضحہ پر یہ سب کے سب مرتد کافر،باجماع ائمہ ان سب پر اپنے تمام کفریات ملعونہ سے بالتصریح توبہ ورجوع اوراز سر نو کلمہ اسلام پڑھنا فرض وواجب،اگر چہ ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار سے کف لسان ماخوذ ومختار ومرضی ومناسب:

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم''۔(الکوکبۃ الشہابیۃ فی کفریات ابی الوہابیہ:خاتمہ)

(۳)امام احمد رضا نے تحریر فرمایا:''یہ حکم فقہی متعلق بکلمات سفہی تھا،مگر اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں،بے حد برکتیں ہمارے علمائے کرام،عظمائے اسلام،معظمین کلمہ خیر الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام پر کہ یہ کچھ دیکھتے،وہ کچھ سخت وشدید ایذائیں پاتے ہیں۔اس طائفہ تالفہ کے پیرو پیرو سے ناحق ناروابات بات پر سچے مسلمانوں،خالص سنیوں کی نسبت حکم کفر وشرک سنتے،ایسی ناپاک وغلیظ گالیاں کھاتے ہیں،باایں ہمہ نہ شدت غضب دامن احتیاط ان کے ہاتھ سے چھڑاتی،نہ ان نالائق ولایعنی خباثتوں پر قوت انتقام حرکت میں آتی ہے۔وہ اب تک یہی تحقیق فرمارہے ہیں کہ لزوم والتزام میں فرق ہے۔اقوال کا کلمہ کفر ہونا اور بات،اور قائل کو کافر مان لینا اور بات۔

ہم احتیاط برتیں گے،سکوت کریں گے،جب تک ضعیف سا ضعیف احتمال ملے گا،حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے۔فقیر غفرلہ تعالیٰ

نے اس مبحث کا قدرے بیان ((سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح)) میں کیا، اور وہاں بھی با آں کہ اس امام وطائفہ پر صرف ایک مسئلہ امکان کذب میں اٹھہتر وجہ سے لزوم کفر کا ثبوت دیا، کفر سے کف لسان ہی کیا۔

بالجملہ اس طائفہ حائفہ خصوصاً ان کے پیشوا کا حال مثل یزید پلید علیہ ما علیہ ہے کہ محتاطین نے اس کی تکفیر سے سکوت پسند کیا۔ ہاں، یزید مرید اور ان کے امام عنید میں اتنا فرق ہے کہ اس خبیث سے ظلم وفسق وفجور متواتر ،مگر کفر متواتر نہیں اور ان حضرت سے یہ سب کلمات کفر اعلیٰ درجہ تواتر ہیں، پھر اگر چہ ہم براہ احتیاط تکفیر سے زبان روکیں، ان کے خسار وبوار کو یہ کیا کم ہے کہ جماہیر ائمہ کرام فقہائے اسلام کے نزدیک ان پر بوجوہ کثیرہ کفر لازم: والعیاذ باللہ القیوم الدائم‘‘۔ (سل السیوف الہندیہ: صفحہ اخیرہ)

توضیح: مذکورہ بالا دونوں اقتباسات میں امام احمد رضا قادری نے اسماعیل دہلوی کی تکفیر کلامی سے انکار فرمایا، لیکن بطور فقہا اسے کافر قرار دیا۔ اسی طرح دیگر فتاویٰ میں امام ممدوح نے دہلوی کو گمراہ قرار دیا۔ اس سے بالکل واضح ہو گیا کہ اسماعیل دہلوی کے بارے میں امام اہل سنت کا مطلق کف لسان نہیں ہے، بلکہ دہلوی کی تکفیر کلامی سے کف لسان ہے۔

امام احمد رضا قادری اور اسماعیل دہلوی کی تضلیل

اسی دہلوی کے بارے میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ جو دہلوی کی گمرہی میں شک کرے، وہ اسی کی طرح گمراہ ہے۔

’’اگر اس کے ضلالت وگمرہی پر آگاہی ہو کر اسے اہل حق جانتا ہو تو خود اسی کی مثل گمراہ وبددین ہے‘‘۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۱۸۹ - رضا اکیڈمی ممبئی)

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم:: والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم:: وآلہ العظیم

☆☆☆☆☆

باب ہفتم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ::الحمد رب العٰلمین ::والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سید المرسلین ::وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

باب ہفتم میں تکفیر کی گیارہ صورتوں کا بیان ہے،جن میں اختلاف ہوتا ہے۔یہ استقرائی صورتیں ہیں۔مزید صورتیں ممکن ہیں۔

مسئلہ تکفیر میں اختلاف کے اسباب

سوال : عہد ماضی میں بہت سے علمانے کفر کا فتویٰ دیا،لیکن تمام امت نے اس کو تسلیم نہیں کیا، پھر اشخاص اربعہ کے کفر کو تسلیم کرنا کیوں ضروری ہے؟ ایسا ضروری کہ جو علم ویقین کے بعد انکار کرے، وہ بھی کافر ہو جائے گا؟

جواب: کفر کلامی ،کفر اجماعی وکفر قطعی ہے۔جب کفر اجماعی وکفر قطعی کہا جائے تو اس سے کفر کلامی مراد ہوتا ہے۔اس میں کسی اہل حق کا اختلاف نہیں ہوتا۔مسلک دیو بند کے اشخاص اربعہ کا کفر اسی قبیل سے ہے۔مسیلمہ کذاب کا کفر بھی اسی قبیل سے ہے۔

اسماعیل دہلوی فقہی کافر تھا۔جو علمائے کرام مذہب متکلمین پر ہیں، وہ اسماعیل دہلوی کو گمراہ قرار دیں گے، کیوں کہ قطعی بالمعنی الاعم کا انکار ہو، یا تنقیص وتوہین بطریق مفسر نہ پائی جائے ، بلکہ بطور نص پائی جائے تو ان دوصورتوں میں فقہائے کرام کفر کا حکم جاری فرماتے ہیں اور متکلمین گمرہی کا حکم جاری فرماتے ہیں۔علامہ فضل رسول بدایونی (۱۲۱۳ھ-۱۲۸۹ھ) علامہ خیرآبادی کے عہد میں تھے،لیکن انہوں نے اسماعیل دہلوی کو کافر قرار نہیں دیا۔صرف علامہ خیرآبادی کے فتویٰ کو اپنی متعدد تصانیف میں نقل فرمایا۔

امام احمد رضا قادری (۱۲۷۲ھ-۱۳۴۰ھ) نے بھی اپنی متعدد تصانیف میں دہلوی کے کافر فقہی ہونے کا اقرار فرمایا،لیکن اس کے کافر کلامی ہونے کا انکار فرمایا۔علامہ بدایونی ومحدث بریلوی باب تکفیر میں مذہب متکلمین پر تھے۔

قال الامام احمد رضا عن الکرامیۃ الذین ینکرون قدم کلام اللّٰہ تعالٰی:﴿فیہ تکفیر الکرامیۃ وھو مسلک الفقھاء–اما جمھور المتکلمین فَیَابُوْنَ الْاِکْفَارَ اِلَّا بِاِنْکَارِ شَیْءٍ من ضروریات الدین–وھو الاحوط الماخوذ المعتمد عندنا وعند المصنف العلام تبعًا لِلْمُحَقِّقِیْن﴾(المعتمد المستند ص ۳۸)

توضیح: مذکورہ بالاعبارت سے واضح ہوگیا کہ متکلمین تکفیر فقہی کا انکار کرتے ہیں۔عبارت مذکورہ بالا کے اقتباس (اما جمھور المتکلمین فَیَابُوْنَ الْاِکْفَارَ اِلَّا بِاِنْکَارِ شَیْءٍ من ضروریات الدین–الخ) پر غور کیا جائے۔

تکفیر کلامی میں کسی کو انکار کی گنجائش نہیں۔خواہ کوئی باب تکفیر میں مذہب فقہا پر ہو، یا مذہب متکلمین پر ہو۔تکفیر کلامی آخری درجہ کی تکفیر ہے۔اس کا منکر خود کافر ہے۔

مذکورہ بالاعبارت سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ علامہ بدایونی اور امام احمد رضا قادری باب تکفیر میں مذہب متکلمین پر ہیں۔

الرسالة العاشرة

واضح رہے کہ بعض علمائے اہل سنت کی جانب مسلک دیوبند کے اشخاص اربعہ کی تکفیر کے انکار کی نسبت غلط ہے۔اس کی تفصیل البرکات:رسالہ ہشتم باب اول میں مرقوم ہے۔اعتقاد اور فتویٰ دو متغایر امر ہیں۔اگر اشخاص اربعہ کی تکفیر سے متعلق کسی عالم ومفتی کا فتویٰ موجود نہیں تو اس کا یہ مفہوم نہیں کہ وہ اشخاص اربعہ کی تکفیر کے منکر ہیں۔فتویٰ سائل کے استفتا کا جواب ہوتا ہے۔ممکن ہے کہ کسی سائل نے اس عالم سے اشخاص اربعہ کے بارے میں سوال نہ کیا ہو تو پھر اس عالم کے فتویٰ میں اشخاص اربعہ کی تکفیر کا ذکر کیوں کر ہوگا؟

کفر اختلافی کے اقسام وانواع

عہد ماضی میں کسی نے کسی کو کافر کہا، پھر اس تکفیر میں اختلاف ہوا تو اس کی متعدد قسمیں ہیں:

قسم اول:

(۱)اس تکفیر پر اختلاف ہوا، جو کفر فقہی تھا، کیوں کہ متکلمین کفر فقہی میں اختلاف کرتے ہیں،اسی لیے کفر فقہی کا دوسرا نام کفر اختلافی ہے۔ابن تیمیہ،ابن عبدالوہاب اور اسماعیل دہلوی کا کفر اسی قبیل سے ہے۔دہلوی کے معتقدین کفر کلامی تک پہنچ گئے:والعیاذ باللہ تعالیٰ

قسم دوم:

(۲)اصول وضوابط کا لحاظ نہ کرنے کے سبب بعض تکفیر صادر ہوئی ،اس لیے اس تکفیر کو تسلیم نہیں کیا گیا،جیسے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی پر حکم کفر میں اصول کا لحاظ نہ کیا گیا۔صوفیائے کرام کے اقوال کی توضیح وتشریح صوفیا کی خاص اصطلاحوں کی روشنی میں کی جائے گی۔

قسم سوم:

(۳)حضرات اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بعض اقوال حالت سکر میں صادر ہوتے ہیں،اس حالت میں وہ معذور ہوتے ہیں۔ان پر حکم کفر ثابت نہیں ہوتا۔حالت سکر کے کسی قول پر حکم کفر جاری کیا گیا تو اس میں اختلاف ہوا،کیوں کہ یہ تکفیر غلط تھی۔

قسم چہارم:

(۴)حضرات صوفیائے کرام اور بعض علمائے اسلام کی کتابوں میں تحریف بھی ہوئی ہے،اس محرف عبارت پر حکم کفر دیا گیا۔چوں کہ وہ اصل عبارت نہیں تھی اس لیے قائل پر کوئی حکم عائد نہیں ہوگا۔

قسم پنجم:

(۵)بحث ومناظرہ کے طور پر کسی پر حکم کفر کا الزام آیا اور وہاں تاویل بعید موجود ہوتے ہوئے بھی الزام خصم کے لیے حکم کفر ظاہر کیا گیا ہو تو یہاں مقصود تکفیر نہیں ہوتی، بلکہ قائل پر اس قول کی شناعت وقباحت کا اظہار مقصود ہوتا ہے،تا کہ وہ اپنے قول سے رجوع کر لے۔

قسم ششم:

الرسالة العاشرة

(۶) بحث وتحقیق کے وقت بعض ائمہ معتمدین پر بھی حکم کفر کا لزوم ثابت کیا گیا، لیکن یہاں تاویل قریب موجود ہونے کے سبب یہ الزام ساقط الاعتبار ہے۔ ہاں، کفر لزومی میں قائل کو علم واطلاع ہو جائے تو پھر اسے توبہ ورجوع کرنا ہوگا۔ علامہ تفتازانی پر بھی الزام کفر ہے۔

قسم ہفتم:

(۷) کسی سبب سے قائل کے قول وفعل کی کامل تحقیق کے بغیر فتویٰ دیا گیا، تو یہ بھی نا قابل قبول ہے جیسے امام اعظم کے کلام کی تحقیق نہ کی گئی، جس سے اس میں کفری معنی پیدا ہوگیا۔ تحقیق کی گئی تو حقیقت کچھ اور ظاہر ہوئی۔

قسم ہشتم:

(۸) مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک فقہی مذہب کے اصول وقوانین کے اعتبار سے کسی پر کفر فقہی کا فتویٰ آیا تو دیگر فقہی مذاہب میں اسے قبول نہ کیا گیا۔ امام ابن حجر ہیتمی شافعی (۹۰۹ھ-۹۷۳ھ) نے اس کی بہت سی مثالیں ((الاعلام بقواطع الاسلام)) میں رقم فرمائی ہیں کہ بعض امور فقہائے احناف کے یہاں کفر ہیں، لیکن فقہائے شوافع ان امور کو کفر نہیں مانتے ہیں اور بعض امور میں کسی شرط کے وجود کے وقت کفر مانتے ہیں۔

قسم نہم:

(۹) کسی کے ایمان وکفر سے متعلق روایتوں میں اختلاف کے سبب ایمان وکفر میں اختلاف ہو، جیسے ایمان ابوطالب وکفر یزید میں اختلاف کا سبب دراصل ان دونوں کے ایمان وکفر کو ظاہر کرنے والی روایتوں کا اختلاف ہے۔

قسم دہم:

(۱۰) کسی کی جانب تکفیر کی غلط نسبت کر دی جاتی ہے کہ انہوں نے فلاں کو کافر کہا۔ امام اہل سنت نے تمہید ایمان میں رقم فرمایا کہ میری جانب یہ غلط نسبت کر دی گئی کہ میں نے فلاں فلاں اسلاف کرام کو کافر کہا ہے۔

قسم یازدہم:

(۱۱) کبھی لغوی معنی میں کفر کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ امام اعظم سے ایسا استعمال ثابت ہے۔ (شرح فقہ اکبر للقاری)

توضیح: اختلاف کی اتنی صورتیں فی الوقت ذہن میں آ سکی ہیں۔ ممکن ہے کہ مزید کچھ قسمیں غور وفکر کے بعد ظاہر ہوں۔

اب ان اقسام یازدہ کی قدرے تفصیل سپرد قرطاس کی جاتی ہے، تاکہ اختلاف کی شکلیں واضح ہو جائیں۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم:: والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم:: وآلہ العظیم

☆☆☆☆☆☆

الرسالة العاشرة

قسم اول

اس تکفیر پر اختلاف ہوا، جو کفر فقہی تھا، کیوں کہ متکلمین کفر فقہی میں اختلاف کرتے ہیں، اسی لیے کفر فقہی کا دوسرا نام کفر اختلافی ہے۔ابن تیمیہ، ابن عبدالوہاب اور اسماعیل دہلوی کا کفر اسی قبیل سے ہے۔دہلوی کے معتقدین کفر کلامی تک پہنچ گئے: والعیاذ باللہ تعالیٰ

ابن تیمیہ حرانی پر کفر فقہی کا حکم

بعض علما نے امام الوہابیہ ابن تیمیہ حرانی (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ) پر کفر فقہی کا حکم دیا، لیکن دیگر علما نے اس کا انکار کیا۔

علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی مکی (۹۰۹ھ-۹۷۳ھ) اور متعدد علما نے ابن تیمیہ کے بہت سے اقوال نقل کیے ہیں۔

ان میں سے بعض اقوال پر کفر فقہی کا حکم عائد ہوتا ہے۔چوں کہ یہ کفر فقہی ہے، اس لیے متکلمین کا اس سے اختلاف یقینی ہے۔

(۱) قال الهيتمی عن ابن تيمية:

﴿ومن جملة مَنْ تَتَبَّعَهُ الْوَلِيُّ الْقُطُبُ الْعَارِفُ اَبُوْ الحسن الشاذلی نَفَعَنَا بِعُلُوْمِهٖ وَمَعَارِفِهٖ فی حزبه الكبير وحزب البحر وَقَطْعَةٍ مِنْ كَلَامِهٖ-كَمَا تَتَبَّعَ اِبْنَ عَرَبِيٍّ وَابْنَ الْفَارِضِ وَابْنَ سَبْعِيْنَ- وَتَتَبَّعَ اَيْضًا الْحَلَّاجَ الْحُسَيْنَ بْنَ مَنْصُوْرٍ-وَلَازَالَ يَتَتَبَّعُ الْاَكَابِرَ حَتّٰى تَمَالأَ عَلَيْهِ اهل عصره-فَفَسَّقُوْهُ وَبَدَّعُوْهُ-بَلْ كَفَّرَهُ كَثِيْرٌمِنْهُمْ﴾

(الفتاوی الحدیثیہ ص۸۴-دار الفکر بیروت)

(۲) قال العلامة يوسف بن اسماعيل النبهانی (۱۲۶۵ھ-۱۳۵۰ھ):

﴿وَمِنْ كَلَامِ سَيِّدِی الشيخ عبد الغنی النابلسی رضی اللّٰہ عنه فی كتابه المذكور:((الرد المتين علٰى منتقص سيدی محی الدين)) فی حق ابن تيمية-قوله:(اما ابن تيمية فحسبه كتاب الشيخ الحصنی رحمه اللّٰہ تعالٰى عَلَيْهِ الَّذِیْ صَنَّفَهُ فِيْهِ وَرَدَّ عَلَيْهِ مَقَالَاتِهٖ-وَصَرَّحَ فِيْهِ بِتَكْفِيْرِهٖ وَتَكْفِيْرِ اَتْبَاعِهٖ كَابْنِ الزَّاغونی وابن حامد والقاضی وابن قيم الجوزية و اسماعيل بن كثير واتباعهم-وَاِنْ كُنَّا نَحْنُ لَانُوَافِقُهُ عَلٰى ذٰلِكَ- وَلٰكِنْ مَنْ طَعَنَ،طُعِنَ فِيْهِ-وَمَنْ عَابَ،عِيْبَ عَلَيْهِ)-اِنْتَهٰى﴾ (جواہر البحار ج۳ ص۵۰۵-دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۳) قال النبهانی:﴿قال سيدی عبد الغنی بعد ما ذكر-قلت:وقد صنف الشيخ الامام العجمی المصری رحمه اللّٰہ رسالةً فی ذلک-وَسَمَّاهَا:((تنزيهه المصطفی المختار عما لم يثبت من الآثار))-وانكر هذه الاقدام المشتهرة من النبی صلی اللّٰہ عليه وسلم فی الاحجار بمصر وبيت المقدس وغيرهما-واعتمد فی ذلک علٰی كلام ابن تيمية و ابن القيم ومن تابعهما فی انكار ذلک.

وليس هذا باول ورطة وقع فيها ابن تيمية واتباعه-فانه جعل شَدَّ الرِّحَالِ اِلٰى غير مسجد مكة والمدينة

وبیت المقدس معصیةً–کَمَا تَقَدَّمَ ذِکْرُ ذٰلِکَ وَرَدُّہٗ– وَنَھٰی عَنِ التَّوَسُّلِ بالنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی وبغیرہ من الانبیاء والاولیاء اَیْضًا–و خَالَفَ الْاِجْمَاعَ مِنَ الائمة الاربعة فی عدم وقوع الطلاق الثلاث بلفظة واحدة الٰی غیر ذلک من التھورات اللفظیة الموجبة لکمال القطعیة التی استوفی الرد علیھا الشیخ الامام العلامة و العمدة الفھامة تقی الدین الحصنی الشافعی رحمہ اللّٰہ تَعَالٰی فی کتاب مستقل فی الرد علٰی ابن تیمیة و اتباعہ–وَصَرَّحَ فِیْہِ بِکُفْرِہٖ﴾ (جواہر البحار ج۳ص۵۰۶–دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۴)قال الخفاجی بعد ذکر حدیث رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:(لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِھِمْ مَسَاجِدَ)–﴿واعلم اَنَّ ھٰذَا الْحَدِیْثَ ھو الذی دَعَا اِبْنُ تَیْمِیَّةَ وَمَنْ تَبِعَہٗ کَابْنِ الْقَیِّمِ اِلٰی مَقَالَتِہِ الشَّنِیْعَةِ الَّتِیْ کَفَّرُوْہُ بِھَا–وَصَنَّفَ فِیْھَا السُّبْکِیُّ مُصَنَّفًا مُسْتَقِلًّا﴾ (نسیم الریاض ج۳ص۵۱۴–دارالفکر بیروت)

(۵)قال الملا علی القاری الحنفی:

﴿وَقَدْ فَرَّطَ اِبْنُ تَیْمِیَّةَ مِنَ الْحَنَابِلَةِ حَیْثُ حَرَّمَ السَّفَرَ لِزِیَارَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ– کَمَا اَفْرَطَ غَیْرُہٗ حَیْثُ قَالَ: کَوْنُ الزِّیَارَةِ قُرْبَةً مَعْلُوْمَةٌ مِنَ الدِّیْنِ بِالضَّرُوْرَةِ–وَجَاحِدُہٗ مَحْکُوْمٌ عَلَیْہِ بِالْکُفْرِ–وَلَعَلَّ الثَّانِیَ اَقْرَبُ اِلَی الصَّوَابِ–لِاَنَّ تَحْرِیْمَ مَا اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ فِیْہِ بِالْاِسْتِحْبَابِ یَکُوْنُ کُفْرًا–لِاَنَّہٗ فَوْقَ تَحْرِیْمِ الْمُبَاحِ الْمُتَّفَقِ عَلَیْہِ﴾

(شرح الشفاء ج۳ص۵۱۴)

ابن تیمیہ متکلمین کے یہاں گمراہ

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی(۹۰۹ھ–۹۷۳ھ) نے ابن تیمیہ حرانی(۶۶۱ھ–۷۲۸ھ) کے بارے میں رقم فرمایا:

﴿ویعتقد فیہ انہ مبتدع ضال ومضل﴾ (الفتاوی الحدیثیہ ص۸۴–دارالفکر بیروت)

نجدی ودہلوی کا کفر فقہی

سیف الجبار میں ابن عبدالوہاب نجدی کے کفر پر علمائے مکہ معظّمہ ودیگر بلاد اسلامیہ سے آئے ہوئے علما کے اجماع کا ذکر ہے۔

یہاں اجماع سے ارباب حل وعقد کا اجماع مراد ہے۔اجماع فقہی مراد نہیں ہے،جس پر ایک عہد کے تمام فقہا کا اتفاق ہوتا ہے۔

اسماعیل دہلوی کی طرح ابن عبدالوہاب نجدی کا کفر بھی کفر فقہی ہے۔کفر فقہی پر ان علما کا اجماع ہوتا ہے، جو مسئلہ تکفیر میں فقہا کے مذہب پر ہوں ۔نجدی ودہلوی کا کفر علمائے متکلمین کے یہاں بحیثیت ضلالت وگمرہی تسلیم کیا جائے گا،یعنی متکلمین ان دونوں کو گمراہ قرار دیں گے۔یہ وہ کفر فقہی ہے جس کو متکلمین ضلالت وگمرہی مانتے ہیں ۔بعض کفر فقہی لزومی کو متکلمین ضلالت وگمرہی بھی تسلیم نہیں کرتے۔

نجدی ودہلوی دونوں کی عبارتوں میں قطعی بالمعنی الاعم امور کا انکار ہے،اور قطعی بالمعنی الاعم امور کا انکار متکلمین کے یہاں ضلالت

وگمرہی ہے۔اسی طرح تنقیص خدا ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) گر بطریق مفسر نہ ہو، بلکہ بطریق ظاہر یا بطریق نص ہوتو متکلمین وہاں بسبب تاویل کفر کلامی کا حکم نہیں جاری کرتے ،لیکن اسے شدید ضلالت وگمرہی کہتے ہیں۔

نجدی و دہلوی دونوں سے قطعی بالمعنی الاعم امور کا انکار اور خدا ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی غیر مفسر بے ادبی صادر ہوئی۔اسی طرح بعض دیگر کفر فقہی کا صدور ہوا۔اسماعیل دہلوی کے کفر فقہی کا تفصیلی بیان الکوکبۃ الشہابیہ اور سل السیوف الہندیہ وغیرہ کتب ورسائل میں ہے۔ابن عبدالوہاب نجدی کی تکفیر کا بیان سیف الجبار وغیرہ میں ہے۔

ابن عبدالوہاب نجدی کے کفر فقہی پر اجماع

۷:محرم الحرام ۱۲۲۱ھ کو بروز جمعہ ابن عبدالوہاب نجدی (۱۱۱۵ھ-۱۲۰۶ھ) کی ((کتاب التوحید)) مکہ معظمہ میں بعد نماز جمعہ کعبہ معظّمہ کے سامنے علمائے کرام کی حاضری میں پڑھی گئی، جب کہ وہابیہ طائف پر حملہ کر کے اسے تباہ و برباد کر چکے تھے۔

کتاب التوحید کا باب اول ختم ہوا،اور عصر کا وقت ہو گیا۔

علامہ فضل رسول عثمانی بدایونی (۱۲۱۳ھ-۱۲۸۹ھ-۱۷۹۷ء-۱۸۷۲ء) نے تحریر فرمایا:

﴿قالوا:تمَّ النظر الى الباب الاول وحان العصر وقامت الصلٰوة فقاموا—والنقش لاحمد باعلوى(احمد بن يونس باعلوى)واللفظ اكثره للشيخ عمر عبد الرسول وعقيل بن يحيى العلوى والبعض للشيخ عبد الملك وحسين المغربى—ولما فرغوا من الصلٰوة رجعوا وراجعوا فى النظر الى الباب الثانى فاذا طائفة من مظلومى الطائف دخلوا المسجد الحرام وانتشر ما جرى عليه من ايدى الكفرة—واشتهر انهم لاحقون من اهل الحرم—وعامدون لقتلهم فاضطرب الناس كأنها قامت الساعة.

فاجتمع العلماء حول المنبر وصعد الخطيب ابو حامد عليه—وقرأ عليهم الصحيفة الملعونة النجدية وما نقشت من الفاظ العلماء فى ردها—وقال ايها العلماء والقضاة والمفاتى!سمعتم مقالهم وعلمتم عقائدهم،فما تقولون فيهم؟

فاجمع كافة العلماء والقضاة والمفاتى على المذاهب الاربعة من اهل مكة المشرفة وسائر بلاد الاسلام —الذين جاؤوا للحج وكانوا جالسين و منتظرين لدخول البيت عاشر المحرم—وحكموا بكفرهم—وبانه يجب على امير مكة الخروج لديهم من الحرم—ويجب على المسلمين معاونته و مشاركته—فمن تخلف بلا عذر يكون اثمًا ومن قاتلهم يكون مجاهدًا—ومن قتل من ايديهم يكون شهيدًا.

فاتفق الاجماع بلا خلاف على كلمة واحدة—وكتب الفتوىٰ وختم بخواتيم كلهم—فصلوا المغرب—

الرسالة العاشرة

وذهبوا بها بعد الصلٰوة الی الشریف امیر مکة المعظمة–واتفق کل من بمکة علی قتالهم واتباع امیر مکة فی الجهاد علیهم–والخروج بکرةً من حد الحرم الی جهتهم–واشتغل کل من فی استعداده–اللّٰهم انصرنا علی القوم الکفرین﴾ (سیف الجبار ص۸۹،۹۰-استنبول ترکی)

(ترجمہ) علمائے کرام نے فرمایا کہ باب اول کی بحث مکمل ہوگئی اور عصر کا وقت ہوگیا اور اقامت ہوگئی، پس علما اٹھ گئے اور (اس مجلس میں) تحریر، احمد بن یونس باعلوی کی تھی اور الفاظ، اکثر شیخ عمر عبدالرسول اور شیخ عقیل بن یحییٰ علوی کے تھے اور بعض الفاظ شیخ عبد الملک اور شیخ حسین مغربی کے تھے اور علمائے کرام جب نماز سے فارغ ہوئے اور باب دوم میں غور وفکر کرنے لگے تو جبھی طائف کے مظلومین کا ایک قافلہ مسجد الحرام میں داخل ہوا، اوران مظالم کی خبر پھیل گئی جو کافر وہابیوں کے ہاتھوں انہیں پہونچے تھے اور مشہور ہوگیا کہ وہ لوگ اہل حرم کے پاس پہنچنے والے ہیں اوران کے قتل کا قصد کیے ہوئے ہیں، پس لوگ پریشان ہوگئے گویا کہ قیامت قائم ہوگئی۔

اور علمائے کرام منبر کے پاس جمع ہوئے اور خطیب ابوحامد منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور حاضرین کے سامنے قابل لعنت نجدی رسالہ او راس کے رد میں علمائے کرام کے لکھے ہوئے الفاظ پڑھے اورانہوں نے کہا: اے علمائے کرام وقاضیان ومفتیان کرام! آپ لوگوں نے نجدیوں کے کلمات پڑھ لیے اوران کے عقائد جان گئے تو آپ کیا فرماتے ہیں نجدیوں کے بارے میں؟

پس تمام علما وقاضیان اور اہل مکہ اور تمام بلاد اسلامیہ کے چاروں مذاہب (حنفی، مالکی، شافعی وحنبلی) کے مفتیان متفق ہوگئے جو کہ حج کے لیے آئے تھے اور ٹھہرے ہوئے تھے اور وہ دس محرم کو بیت اللہ شریف میں داخل ہونے کا انتظار کر رہے تھے اوران تمام علما وقضاۃ اور مفتیان کرام نے نجدیوں کے کفر کا حکم دیا اور یہ کہ امیر مکہ پر حرم شریف سے نکل کران پر حملہ آور ہونا ضروری ہے اور مسلمانوں پراس کی مدد اور مشارکت ضروری ہے، اور جو بلاعذر پیچھے رہا تو وہ گنہ گار ہوگا اور جوان سے جنگ کرے، وہ مجاہد ہوگا اور جوان کے ہاتھوں قتل ہوجائے، وہ شہید ہوگا، پس بلا اختلاف ایک فیصلہ پر اجماع منعقد ہوگیا اور فتویٰ لکھا گیا اور تمام علمائے کرام کے مہر لگائے گئے، پھر لوگوں نے نماز مغرب ادا کی اور نماز کے بعد فتویٰ کو شریف مکہ کے پاس لے گئے اور وہ تمام جو مکہ میں تھے، وہ نجدیوں سے جنگ کرنے پر متفق ہوگئے اور نجدیوں کے خلاف جہاد میں امیر مکہ کی پیروی کرنے پر اور صبح سویرے حدودِ حرم سے نجدیوں کی سمت خروج کرنے پر (متفق ہوگئے) اور ہر ایک (اس تیاری میں) مصروف ہوگیا جو اس کی استعداد میں تھا۔ اللہ تعالیٰ کافر قوم کے برخلاف ہماری مدد فرمائے: آمین

نجدی متکلمین کے یہاں گمراہ

متکلمین کا فرفقہی کو گمراہ قرار دیتے ہیں، لیکن وہ فقہا کی تکفیر کا تذکرہ کرتے ہیں اوراسے بحکم فقہا کافر قرار دیتے ہیں۔

ابن تیمیہ حرانی (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ)، ابن عبدالوہاب نجدی اور اسماعیل دہلوی فقہا کے یہاں کافر اور متکلمین کے یہاں گمراہ ہیں۔

امام احمد رضا قادری نے ابن عبدالوہاب نجدی (۱۱۱۵ھ-۱۲۰۶ھ) کے کفرفقہی کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

الرسالة العاشرة

''ابن عبدالوہاب نجدی کے کفر عام آشکار ہیں۔اکابر عرب وعجم نے دفتر کے دفتر اس کی تکفیر وتضلیل میں تصنیف فرمائے۔وہ روضہ انور کوصنم اکبر کہتا اور چھ سو برس کے تمام ائمہ واکابر کو کافر اکفر،اور کچھ نہ ہوتا تو یہی اس کے کفر کو کیا کم تھا کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وامیر المومنین مولیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ وسیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خالی اسمائے طیبہ محض بلاتعظیم لکھ کر کہا۔یہ سب جہنم کی راہیں ہیں''۔(فتاویٰ رضویہ جلد یازدہم ص ۱۲۷-رضا اکیڈمی ممبئ)

امام احمد رضا قادری نے متکلمین کے مذہب کے مطابق ابن عبدالوہاب نجدی کو گمراہ قرار دیا۔اقتباسات مرقومہ ذیل ہیں:

(الف)اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ القوی نے رقم فرمایا:

''وہابیہ کا معلم اول ابن عبدالوہاب نجدی اور معلم ثانی اسماعیل دہلوی مصنف تقویۃ الایمان دونوں سخت گمراہ،بددین تھے۔ تقویۃ الایمان،وصراط مستقیم ورسالہ یک روزی وتنویر العینین تصانیف اسماعیل دہلوی صریح ضلالتوں،گمراہیوں اور کلمات کفریہ پر مشتمل ہیں''۔(فتاویٰ رضویہ جلد ہیزدہم ص ۳۲۹-کتاب العقائد والکلام)

(ب)امام احمد رضا نے محمد واحمد نام رکھنے کے فضائل بیان کرتے ہوئے رقم فرمایا کہ گمرہوں کو یہ فضیلت حاصل نہیں۔

''محمد بن عبدالوہاب نجدی وغیرہ گمراہوں کے لیے ان حدیثوں میں اصلاً بشارت نہیں،نہ کہ سید احمد خاں کی طرح کفار جن کا مسلک کفر قطعی کہ کافر پر تو جنت کی ہوا تک یقیناً حرام ہے''۔(فتاویٰ رضویہ جلد پانزدہم ص ۲۸۱-کتاب الحظر والاباحۃ)

(ج)امام احمد رضا قادری نے اپنے ایک فتویٰ میں مشتبہ الحال افراد سے درج ذیل امور ودیگر امور پر دستخط لینے کا مشورہ دیا:

''(۱)مذہب وہابیہ ضلالت وگمرہی ہے۔

(۲)پیشوایان وہابیہ مثل ابن عبدالوہاب نجدی واسماعیل دہلوی ونذیر حسین دہلوی وصدیق حسن بھوپالی اور دیگر چھٹ بھئے آروی، بٹالی،پنجابی،بنگالی سب گمراہ بددین ہیں۔

(۳)تقویۃ الایمان وصراط مستقیم ورسالہ یک روزی وتنویر العینین تصانیف اسماعیل اوران کے سواد ہلوی وبھوپالی وغیرہما وہابیہ کی جتنی تصنیفیں ہیں،صریح ضلالتوں،گمراہیوں اور کلمات کفریہ پر مشتمل ہیں''۔

(فتاویٰ رضویہ جلد نہم ص ۲۴۶-کتاب النکاح باب المحرمات)

اسماعیل دہلوی متکلمین کے یہاں گمراہ

امام احمد رضا قادری نے الکوکبۃ الشہابیہ،سل السیوف الہندیہ اوراپنے فتاویٰ میں فقہا کے نزدیک اسماعیل دہلوی کے کافر ہونے کا قول فرمایا اور چوں کہ آپ خود باب تکفیر میں مسلک متکلمین پر تھے،اس لیے آپ نے اسے مذہب متکلمین کے مطابق گمراہ قرار دیا۔

امام احمد رضا سے سوال ہوا کہ جو اسماعیل دہلوی کو رحمۃ اللہ علیہ کہے،اس کا کیا حکم ہے،آپ نے جواب دیا کہ وہ بھی اسی طرح گمراہ

ہے، کیوں کہ گمراہ کومومن تسلیم کرنے والا گمراہ ہوتا ہے،اورکافرکومن تسلیم کرنے والا کافر ہوتا ہے۔باب تکفیر کا بہت مشہور قاعدہ کلیہ ہے:

(من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر)

یعنی جوکسی کافر کے کفر میں شک کرے،وہ بھی اسی طرح کافر ہے۔اسی طرح جوکسی گمراہ کی گمرہی میں شک کرے،وہ بھی اسی طرح گمراہ ہے۔منکر پر کفر وگمرہی کا حکم اس وقت عائد ہوگا،جب وہ مجرم کے کفر وگمرہی سے مکمل طور پر آگاہ ہو،اسے کسی قسم کا شبہہ نہ ہو،اوراس کا انکار محض تعصب وہٹ دھرمی اور حق سے عناد کے سبب ہو۔

(۱) دہلوی سے متعلق اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ جودہلوی کی گمرہی میں شک کرے،وہ اسی کی طرح گمراہ ہے۔

''اگراس کے ضلالت وگمرہی پرآگاہی ہوکر اسے اہل حق جانتا ہوتو خوداسی کی مثل گمراہ وبددین ہے''۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۳ص۱۸۹-رضااکیڈمی ممبئی)

سوال:زید باوجودادعائے صدیقی الوارثی کے اسماعیل دہلوی کوحضرت مولانا مولوی محمداسماعیل صاحب شہیدرحمۃ اللہ علیہ لکھتا ہے:

الجواب:صورت مذکورہ میں زید گمراہ،بددین نجدی اسماعیلی ہے،اوربحکم فقہائے کرام اس پرحکم کفرلازم،جس کی تفصیل کتاب الکوکبۃ الشہابیۃ فی کفریات ابی الوہابیہ سے ظاہر:واللہ تعالیٰ اعلم۔(فتاویٰ رضویہ جلد۱۱ص۷۱-رضااکیڈمی ممبئی)

توضیح:مذکورہ بالا دونوں اقتباس سے ظاہر ہوگیا کہ اسماعیل دہلوی مذہب متکلمین کے مطابق گمراہ ہے،اورجواس کی گمرہی میں شک کرے،یااسے مسلمان مانے تووہ بھی اسی کی طرح گمراہ ہے۔

قسم دوم

اصول وضوابط کالحاظ نہ کرنے کے سبب بعض تکفیر صادر ہوئی،اس لیے اس تکفیر کوتسلیم نہ کیا گیا،جیسے شیخ اکبرمحی الدین ابن عربی قدس سرہ پر حکم کفرمیں اصول کالحاظ نہ کیا گیا۔صوفیائے کرام کے اقوال کی توضیح وتشریح صوفیا کی خاص اصطلاحوں کی روشنی میں کی جائے گی۔

کلام صوفیا کی تاویل اصطلاحات صوفیا کے مطابق

صوفیا کے کلام کی توضیح وتشریح ان کی خاص اصطلاح کے مطابق کی جائے گی۔وہ اپنی اصطلاح کے مطابق الفاظ وعبارات کا استعمال کرتے ہیں۔بعض نے کلام صوفیا کی تاویل دوسری مصطلحات کے مطابق کی،اورصوفیا پرحکم کفربھی لگادیا گیا۔

(۱)امام احمدرضا قادری(۱۲۷۲ھ-۱۳۴۰ھ)نے تحریرفرمایا:

﴿وما نقل عن بعض الصوفیۃ قَدَّسَنَا اللّٰہ تعالیٰ باسرارھم—مِنْ قِدَمِ العرش او الکرسی—فَعَلٰی تقدیرثبوتہ منھم مؤولٌ کَمَا بَیَّنَہ المولَی الْعَارف باللّٰہ تعالیٰ سیدی عبد الغنی النابلسی قدس اللّٰہ القدسی فی الحدیقۃ الندیۃ—وَقَدْ زَلَّت ھھنا قدم الحسن جلبی فی حاشیۃ شرح المواقف فَلْیَتَنَبَّہْ—نَسْاَلُ اللّٰہَ العفو والعافیۃ﴾

الرسالة العاشرة

(المعتمد المستند ص۲۱۳-المجمع الاسلامی مبارک پور)

(۲) علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی (۹۰۹ھ-۹۷۳ھ) نے ان امور کو بیان فرمایا، جن کا اثر ایمان پر نہیں ہوتا اور ان کے سبب ایمان زائل نہیں ہوتا۔ان امور میں حضرات اولیائے کرام کی شطحیات داخل ہیں۔اسی طرح ولی کا اپنی اصطلاح کے مطابق کوئی ایسا قول جو دیگر اصطلاح کے مطابق کفریہ ہو۔جب اولیائے کرام کی اصطلاح کے مطابق وہ کفر نہیں اور انہوں نے اپنی اصطلاح کے مطابق اسے استعمال فرمایا ہے تو ان پر کوئی اعتراض نہیں، گرچہ دیگر اصطلاحات کے اعتبار سے اس قول پر حکم کفر وارد ہوسکتا ہو۔

قال الهيتمی:﴿وَشَطْحُ وَلِيٍّ حَالَ غَيْبَتِهٖ-اَوْ تاويله بما هو مصطلح عليه بينهم وَاِنْ جَهِلَه غَيْرُهم-اِذِ اللَّفْظُ الْمُصْطَلَحُ عَلَيْهِ حقيقةٌ عند اهلِه-فَلَا يعترض عليهم بمخالفته لاصطلاح غيرهم-كَمَا حَقَّقَه اَئِمَّةُ الكلام وغيرهم-وَمِنْ ثَمَّ زَلَّ كثيرون فی التهويل علٰی محققی الصوفية بما هم برئيون منه﴾

(تحفۃ المحتاج مع حاشیۃ الشروانی ج۹ص۹۷-دار الفکر بیروت)

توضیح:حضرات اولیائے کرام کے اقوال کی تاویل وتشریح ان کی خاص اصطلاحات کے مطابق کی جائے گی۔ جب ان کی اصطلاح کے مطابق حکم کفر عائد نہیں ہوتا ہو تو پھر ان پر کچھ الزام دینا غلط ہوگا۔

(۳) علامہ شامی نے رقم فرمایا کہ جو حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز (۵۶۰ھ-۶۳۸ھ) کے کلمات کی صحیح تشریحات دیکھنا چاہے تو امام عبد الغنی نابلسی حنفی (۱۰۵۰ھ-۱۱۴۳ھ) کی کتاب: (الرد المتین علیٰ منتقص العارف محی الدین) دیکھے۔

قال الشامی:﴿ومن اراد شرح كلماته التی اعترضها المنكرون فليرجع الٰی كتاب"الرد المتين علی منتقص العارف محی الدين"لسيدی عبد الغنی النابلسی﴾(رد المحتار ج۴ص۴۲۴-دار الفکر بیروت)

(۴) قال الشامی:﴿وللمحقق ابن كمال باشا فتوی،قال فيها بعد ما ابدع فی مدحه:وله مصنفات كثيرة: منها فصوص حكمية وفتوحات مكية-بعض مسائلها مفهوم النص والمعنی وموافق للامر الالهی والشرع النبوی-و بعضها خفی عن ادراك اهل الظاهر دون اهل الكشف والباطن-ومن لم يطلع علی المعنی المرام يجب عليه السكوت فی هذا المقام-ولقوله تعالٰی:(ولا تقف ما ليس لک به علم ان السمع والبصر والفؤاد كل اولئک كان عنه مسؤولا)(سورة الاسراء:الآية ۳۶)﴾(رد المحتار ج۴ص۴۲۴-دار الفکر بیروت)

(۵) قال الشامی:﴿وللحافظ السيوطی رسالة سماها"تنبيه الغبی بتبرئة ابن عربی"-ذكر فيها ان الناس افترقوا فيه فرقتين-الفرقة المصيبة تعتقد ولايته والاخری بخلافها.

ثم قال:والقول الفصل عندی فيه طريقة،لا يرضاها الفرقتان-وهی اعتقاد ولايته وتحريم النظر فی كتبه-فقد نقل عنه انه قال:نحن قوم يحرم النظر فی كتبنا وذلک ان الصوفية تواطؤوا علی الفاظ اصطلحوا عليها

الرسالة العاشرة

وارادوا بها معانی غیر المعانی المتعارفة منها بین الفقهاء—فمن حملها علی معانیها المتعارفة،کفر—نص علی ذلک الغزالی فی بعض کتبه وقال:انه شبیه بالمتشابه فی القرآن والسنة کالوجه والعین والاستواء.

واذا ثبت اصل الکتاب عنه فلا بد من ثبوت کل کلمة لاحتمال ان یدس فیه ما لیس منه من عدو او ملحد او زندیق—وثبوت انه قصد بهذه الکلمة المعنی المتعارف—وهذا لا سبیل الیه—ومن ادعاه،کفر—لانه من امور القلب التی لا یطلع علیها الا اللّٰه تعالٰی.

وقد سأل بعض اکابر العلماء بعض الصوفیة:ما حملکم علی انکم اصطلحتم علی هذه الالفاظ التی یستشنع ظاهرها،فقال:غیرة علی طریقنا هذا،ان یدعیه من لا یحسنه ویدخل فیه من لیس اهله.

والمتصدی للنظر فی کتبه او اقرائها لم ینصح نفسه ولا غیره من المسلمین—ولا سیما ان کان من القاصرین عن علوم الظاهر،فانه یَضِلُّ ویُضِلُّ—وان کان عارفا فلیس من طریقتهم اقرار المریدین لکتبهم—ولا یؤخذ هذا العلم من الکتب—۱۵،ملخصا﴾(ردالمحتار ج۴ص۴۲۴-دارالفکر بیروت)

توضیح:حضرات اولیائے کرام قدست اسرارہم کی خاص اصطلاحات ہیں۔ان کے کلمات کی تاویل وتشریح ان خاص اصطلاحات کی روشنی میں کی جائے گی۔اگر دیگر اصطلاحوں کے اعتبار سے کوئی اعتراض پیدا ہورہا ہوتو اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

(۶)قال الهیتمی:﴿وبعضهم یقول:العالم قدیم والکفار لا یعذبون فی جهنم—قلت:من این لک هذا؟ فقال:صرح به الشیخ محی الدین بن عربی—فانظر کیف فهم عبارة الشیخ علٰی ظاهرها واعتقد ذلک—وما دری الجاهل المغرور ان المراد بها غیر ذلک کما صرح به الشیخ فی بعض کتبه—ولقد قال قدس اللّٰه سره ونور ضریحه:نحن قوم تحرم المطالعة فی کتبنا الا لعارف باصطلاحنا—فانظر کیف هذا نص صریح من الشیخ بتحریم المطالعة علی هؤلاء الجهلة المغرورین المستهزئین بالدین﴾(الفتاوی الحدیثیہ ص۴۰-دارالفکر بیروت)

(۷)قال الهیتمی:﴿ان الیافعی وابن عطاء اللّٰه وغیرهما صرحوا بولایة ابن عربی—وان اللفظ المصطلح علیه حقیقة عند اهله فیما اصطلحوا علیه—وان العارف اذا استغرق فی بحار التوحید ربما صدرت عنه عبارات توهم الحلول والاتحاد—ولا حلول ولا اتحاد﴾(الفتاوی الحدیثیہ ص۳۸-دارالفکر بیروت)

صوفیا کی نا قابل فہم کتابوں کا مطالعہ ممنوع

امام ابن حجر ہیتمی شافعی(۹۰۹ھ-۹۷۴ھ)نے حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابوں کے مطالعہ سے عام لوگوں کو منع فرمایا:

قال الهیتمی:﴿واما مطالعة کتبه رضی اللّٰه عنه فینبغی للانسان ان یعرض عنها بکل وجه امکنه—فانها

الرسالة العاشرة

مشتمله علیٰ حقائق یعسر فهمها،الاعلی العارفین المتضلعین من الکتاب والسنة المطلعین علیٰ حقائق المعارف وعوارف الحقائق فمن لم یصل لهذه المرتبة یخشی علیه منها مزلة القدم والوقوع فی مهامه الحیرة والندم کما شاهدناه فی اناس جهال ادمنوا مطالعتها فخلعوا ربقة الاسلام والتکلیفات الشرعیة من اعناقهم وافضی بهم الحال الی الوقوع فی شرک الشرک الاکبر فخسروا الدنیا والاٰخرة–ذلک هوالخسران المبین–وایضًا ففی تلک الکتب مواضع عبر عنها بما لا یطابقه ظواهر عباراتها اتکالًا علیٰ اصطلاح مقرر عند واضعها فیفهم مطالعها ظواهرها الغیر المرادة فیضل ضلالا مبینا–وایضًا ففیها امور کشفیة وقعت حال غیبة واصطلام وهذا یحتاج الی التاویل–وهو یتوقف علیٰ اتقان العلوم الظاهرة،بل والباطنة–فمن نظر فیها وهولیس کذلک،فهم منها خلاف المراد فضل واضل–فعلم ان مجانبة مطالعتها رأسا اولیٰ–فان العارف لا یحتاج الیها الا لیطابق بما فیها ما عنده–وغیره ان لم تضره،ما نفعته﴾ (الفتاوی الحدیثیہ ص۲۱۰-دارالفکر بیروت)

اولیائے کرام کی اصطلاحات خاصہ کا استعمال ممنوع

حضرات اولیائے کرام قدست اسرارہم کی خاص اصطلاحات کا استعمال دوسروں کو ممنوع ہے،کیوں کہ عدم فہم کی وجہ سے مفاسد درپیش ہوں گے۔اسی مقصد کے پیش نظر علمائے اسلام نے صوفیائے کرام کی خاص اصطلاحات پر مشتمل کتابوں کا مطالعہ ممنوع قرار دیا۔

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی (۹۰۹ھ-۹۷۴ھ) نے تحریر فرمایا:

﴿ویتردد النظر فیمن تکلم باصطلاحهم المقرر فی کتبهم قاصدا له مع جهله به والذی ینبغی،بل یتعین وجوب منعه منه،بل لوقیل بمنع غیر المشتهر بالتصوف الصادق من التکلم بکلماتهم المشکلة الا مع نسبتها الیهم غیر معتقد لظواهرها،لم یبعد لان فیه مفاسد لا تخفی﴾

(تحفۃ المحتاج مع حاشیۃ الشروانی ج۹ص۹۷-دارالفکر بیروت)

ترجمہ:اس سے متعلق فیصلہ میں تردد ہوتا ہے جو اولیائے کرام کی کتابوں میں ثابت شدہ اصطلاح کو ان سے ناآشنا ہوتے ہوئے قصداً استعمال کرے،اور جو مناسب ہے،بلکہ اس کو اس سے روکنے کا وجوب متعین ہے،بلکہ یہ بعید نہیں کہ اگر تصوف صادق میں غیر مشہور شخص کو اولیا کے مشکل کلمات کے تکلم سے ممانعت کا قول کیا جائے،مگر اولیائے کرام کی جانب نسبت کرتے ہوئے،ان کلمات کے ظاہری مفہوم کا اعتقاد کیے بغیر،اس لیے کہ اس (کے تکلم میں) میں بہت سے مفاسد ہیں جو مخفی نہیں۔

یہاں دو امر ہیں (۱) شطحیات اولیائے کرام سے استدلال (۲) اصطلاحات صوفیائے کرام کا استعمال۔

حضرات اولیائے کرام کی شطحیات سے استدلال درست نہیں۔ان شطحی کلمات کو دلیل بنا کر کوئی دوسرا بھی اسی قسم کا کلام کہے تو وہ حکم

شرع سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔حضرات اولیائے کرام قدست اسرارہم سے یہ کلمات حالت سکر میں صادر ہوتے ہیں اور حالت سکر میں حضرات اولیائے کرام غیر مکلّف ہوتے ہیں،اس لیےان پر حکم شرع وارد نہیں ہوگا،جیسے بے ہوش یا مجنوں پر حکم شرع وارد نہیں ہوتا۔

شطحیات کی طرح حضرات صوفیائے کرام کی خاص اصطلاحات کا استعمال بھی دوسروں کے لیےممنوع ہے۔ان میں سے بعض اصطلاح کے معانی بظاہر شریعت کے خلاف ہیں۔جب غیر صوفیااس کا استعمال کریں گےتو اس سے عام اصطلاح کی جانب ذہن متبادر ہوگا اوراستخفاف بالدین یااسی قسم کا کوئی فساد ظاہر ہوگا،اس لیےاولیائے کرام کی خاص اصطلاحات کااستعمال دوسروں کے لیےممنوع ہے۔

قسم سوم

حضرات اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بعض اقوال حالت سکر میں صادر ہوتے ہیں۔

حالت سکر میں وہ معذور ہوتے ہیں۔ان پر حکم کفر ثابت نہیں ہوتا۔

اگر حالت سکر کے اقوال پر حکم کفر عائد کیا جائے تولامحالہ اس میں اختلاف ہوگا۔

شطحیات سے متعلق علمائے اسلام کے بعض اقوال مندرجہ ذیل ہیں:

قال الهيتمى عن الامور التى لَا اَثَرَ لَهَا فى الايمان ولايزول الايمان به:﴿وَشَطْحُ وَلِيٍّ حَالَ غَيْبَتِهٖ–اَوْ تاويله بـمـا هـو مـصـطـلـح عليه بينهم وَاِنْ جَهِلَه غَيْرُهم–اِذِ اللَّفْظُ الْمُصْطَلَحُ عَلَيْهِ حقيقةٌ عند اهلِه–فَلَا يعترض عليهم بـمـخـالـفـتـه لاصـطـلاح غيرهم–كَمَا حَقَّقَه اَئِمَّةُ الكلام وغيرهم–وَمِنْ ثَمَّ زَلَّ كثيرون فى التهويل علىٰ محققى الصوفية بما هم برئيون منه﴾(تحفۃ المحتاج مع حاشیۃ الشروانی ج۹ص۹۷-دارالفکر بیروت)

توضیح:حالت سکر میں اولیائے کرام اپنی ذات اوراپنے وجود سے غافل ہوجاتے ہیں۔ایسی صورت میں ان سے کوئی قابل گرفت قول صادر ہوتواس پر مواخذہ نہیں کیا جاتا۔حضرات اولیائے کرام جب حالت سکرو حالت غیبت میں کوئی قبیح قول کہتے ہیں تو وہ حالت صحو میں اس کا علم ہونے کے بعداس کا ردوانکار کرتے ہیں،اورتوبہ کرتے ہیں۔

حضرت حسین بن منصورحلاج قدس سرہ العزیز نے بھی حالت صحو میں اپنے قابل اعتراض اقوال سے بار بار توبہ کی،یہاں تک کہ قتل سے قبل بھی انہوں نے توبہ کی تھی،لیکن کفریہ کلمات کی تکرار اور بار بار صدور کے سبب آخری مرتبہ فقہائے مالکیہ نے اس توبہ کوقبول نہیں فرمایا ،اورقتل کا حکم جاری فرمایا۔علامہ قاضی عیاض مالکی کی کتاب الشفا(ج۲ص۲۹۸)نسیم الریاض شرح شفا(ج۴ص۵۳۷)اور ملاعلی قاری کی شرح شفا(ج۴ص۵۳۷)میں اس کی تفصیل ہے۔

قـال الهيتـمـى:﴿واما اذا صـدر عـنـهـم ذلك فـى حال الغيبة فهو من الشطحات التى لا حكم لها–اذ لا يـحـكـم الا عـلـى ما تلفظ به صاحبه فى حال الصحو والاختيار–واما ما تلفظ به فى حيز الصحو والغيبة فلا يدار

عليه حکم البتته–ومن ذلک قول ابی یزید: ما فی الجبة غیر اللّٰہ﴾(الفتاوی الحدیثیہ ص۴۱۴-دارالفکر بیروت)

قال الھیتمی:﴿ما وقع لھم رضوان اللّٰہ علیھم من الشطحات للا ئمة العلماء العارفین الحکماء الذین حماھم اللّٰہ بالسلامة من حرمان الانکار ومن علیھم بالاعتقاد فی اولیائہ وحمل ما صدر عنھم علی احسن المحامل واقومھا عنھا اجوبة مسکتة وتحقیقات مبھتة–لا یھتدی الیھا الا الموفقون ولا یعرض عنھا الا المخذولون﴾(الفتاوی الحدیثیہ ص۲۲۳-دارالفکر بیروت)

قول (چشتی رسول اللہ) کی تشریح

حضرت میرعبدالواحد بلگرامی قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا: ''درفوائدالسالکین آوردہ است کہ خواجہ معین الدین چشتی فرمودہ قدس سرہٗ، کہ من بخدمت شیخ یوسف چشتی قدس سرہ حاضر بودم کہ مردے بہ نیت بیعت درآمدوسر درقدم خواجہ نہاد، گفت بہ بیعت آمدم۔

خواجہ درحالتے بودوگفت: اگر بگوئی ''لاالہ الااللّٰہ چشتی رسول اللّٰہ''، ترامرید بگیرم۔ چوں آں مرد راسخ وصادق بود، اقرار کرد، وخواجہ اورادست دادوبہ نعمت مشرف گردانید۔ بعدہ گفت: بشنو، من کیستم؟ وچہ کس باشم؟ یکے از بندگان رسول ہستم۔ کلمہ ہماں است، امابرائے کمالیت تو وآزمائش اعتقادوصدق تو امتحان کردم''۔(سبع سنابل ص۱۳۳-مطبع نظامی کانپور)

توضیح: مذکورہ بالاعبارت میں یہ مرقوم ہے کہ حضرت خواجہ شیخ یوسف چشتی قدس سرہ القوی نے ایک شخص کو''لاالہ الااللّٰہ چشتی رسول اللّٰہ'' بولنے کہا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرات صوفیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کے اقوال میں تحریف ہوئی ہے۔ فوائدالسالکین میں اس کے علاوہ بھی متعدد تحریفات ہیں۔ حضرت میرعبدالواحد بلگرامی قدس سرہ العزیز نے اس واقعہ کو فوائدالسالکین سے نقل کیا ہے۔

نیز اس عبارت میں صراحت ہے کہ یہ قول حالت سکر میں وارد ہوا، جیسا کہ حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ العزیز نے فرمایا: ''خواجہ درحالتے بود''۔ پھر خواجہ یوسف چشتی نے اس قول کا انکار کیا اور فرمایا کہ میں صرف تمہاری عقیدت کا امتحان لے رہا تھا۔ یہی انکار توبہ ورجوع کی منزل میں ہے۔ حالت سکر میں حضرات اولیائے کرام سے جوخلاف شرع امر صادر ہو، اس پر مواخذہ نہیں۔ اس حالت میں وہ اپنے آپ میں نہیں ہوتے، جیسا کہ حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ''سبحانی مااعظم شانی'' حالت سکر میں واقع ہوا۔

قال الھیتمی عن الامورالتی لَا اَثرَلَھَا فی الایمان ولایزول الایمان بہ:﴿وَشَطْحُ وَلِیٍّ حَالَ غَیْبَتِہٖ–اَوْتاویلہ بما ھو مصطلح علیہ بینھم وَاِنْ جَھِلَہ غَیْرُھم–اِذِاللَّفْظُ الْمُصْطَلَحُ عَلَیْہِ حقیقةٌ عند اھلِہ–فَلَایعترض علیھم بمخالفتہ لاصطلاح غیرھم–کَمَا حَقَّقَہ اَئِمَّةُ الکلام وغیرھم–وَمِنْ ثَمَّ زَلَّ کثیرون فی التھویل علٰی محققی الصوفیة بما ھم برئیون منہ﴾(تحفۃ المحتاج مع حاشیۃ الشروانی ج۹ص۹۷-دارالفکر بیروت)

توضیح: حالت سکر میں جوخلاف شرع امر صادر ہو، حالت صحو میں حضرات اولیائے کرام اس کا انکار کرتے ہیں، جیسا کہ حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انکار منقول ہے۔ یہاں بھی حضرت خواجہ یوسف چشتی قدس سرہ سے انکار منقول ہے۔

الرسالة العاشرة

شطحیات اولیا سے استدلال جائز یا ناجائز؟

ہر عہد کی طرح عصر حاضر میں بھی مختلف حقائق کی بے محل توضیحات کی جارہی ہیں۔حضرات اولیائے کرام قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے بظاہر قابل اعتراض الفاظ وکلمات کی مختلف حیثیات ہیں۔ارباب علوم عقلیہ کے یہاں مشہور مقولہ ہے:

{لولا الاعتبارات لبطلت الحکمة}

یعنی اگر اعتبارات ملحوظ نہ رکھے جائیں تو علم وحکمت ذخیرۂ اباطیل بن کررہ جائے۔

حضرات اولیائے کرام کے کلمات کی تحقیق یاان سے استدلال کے وقت مندرجہ ذیل امور کوملحوظ رکھنا ہوگا۔

اول : منسوب الیہ کی جانب ان اقوال کی نسبت صحیح ہے یا نہیں؟اگر نسبت غلط ہے تو اس کومحل استدلال میں پیش کرنا غلط ہے۔ متعدد اولیائے کرام اور علمائے دین کے کلام میں الحاق وتحریف ثابت ہے،اس لیے اولاً متکلم کی جانب کلام کی نسبت کی تحقیق کی جائے۔

دوم: اگر نسبت صحیح ہے تو وہ کلام حالت سکر میں صادر ہوا یا حالت صحو میں؟

اگر وہ قول حالت سکر میں صادر ہوا تو اس سے استدلال درست نہیں۔

سوم: اگر حالت صحو میں صادر ہوا،اور اصطلاحات صوفیا کے مطابق اس کا مفہوم درست ہے تو اسی پر محمول کیا جائے گا۔

(الف)علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی(۹۰۹ھ-۹۷۴ھ) نے شطحیات اولیائے کرام سے متعلق تحریر فرمایا:

﴿(اوقول کفر)عن قصد ورَوِیَّةٍ کما یُفْہِمُه قوله الأتی استہزاء–الخ،فلا اثر لسبق لسان او اکراه واجتهاد وحکایة کفر،لکن شرط الغزالی ان لایقع الا فی مجلس الحاکم وفیه نظر بل ینبغی انه حیث کان فی حکایته مصلحة جازت،وَشَطْحِ وَلِیٍّ حَالَ غَیْبَتِہٖ–اَوْ تاویلِه بما هو مصطلح علیه بینهم وَاِنْ جَهِلَه غَیْرُهم–اِذِ اللَّفْظُ الْمُصْطَلَحُ عَلَیْهِ حقیقةٌ عند اهلِه–فَلَا یعترض علیهم بمخالفته لاصطلاح غیرهم–کَمَا حَقَّقَه اَئِمَّةُ الکلام وغیرهم–وَمِنْ ثَمَّ زَلَّ کثیرون فی التهویل علیٰ محققی الصوفیة بما هم برئیون منه﴾

(تحفۃ المحتاج مع حاشیۃ الشروانی ج۹ص۷ ۹-دارالفکر بیروت)

ترجمہ:یا کفر کا قول کرنا قصد وارادہ کے ساتھ،جیسا کہ اسی کو بتاتا ہے ماتن کا آنے والا قول''استہزاء،الخ''،پس کوئی اثر نہیں ہوگا (ایمان کے زائل ہونے میں)سبقت لسانی،یا اکراہ واجبار اور کفریہ قول کی حکایت کرنے کا،لیکن امام غزالی نے شرط لگائی کہ نقل کفر صرف حاکم کی مجلس میں واقع ہو،اور اس میں اعتراض ہے،بلکہ مناسب ہے کہ جہاں اس کی حکایت میں مصلحت ہو،وہاں حکایت ونقل جائز ہے،اور کوئی اثر نہیں ہوگا حالت سکر میں ولی کے شطح یا ان کی اصطلاح کے مطابق اس کی تاویل کا،اگر چہ دیگر حضرات اس سے ناواقف ہوں،اس لیے کہ اصطلاحی لفظ کی اہل اصطلاح کے یہاں ایک حقیقت ہے،پس ان پر غیر اولیا کی اصطلاح کی مخالفت کی وجہ سے اعتراض

وارد نہیں ہوگا،جیسا کہ ائمہ متکلمین ودیگر علمانے اس کوثابت فرمایا۔اسی وجہ سے محققین صوفیا پرحکم جاری کرنے میں بہت سے حضرات کا قدم پھسل گیا،جس سے وہ بری ہیں۔

(ب)امام احمدرضا قادری نے تحریرفرمایا:﴿وما نقل عن بعض الصوفية قَدَّسَنَا اللّٰه تعالٰی باسرارهم –مِنْ قِدَمِ العرش او الكرسی –فَعَلٰی تقدیرثبوته منهم مؤولٌ كَمَا بَيَّنَه المولٰی الْعَارِف باللّٰه تعالٰی سیدی عبد الغنی النابلسی قدس اللّٰه القدسی فی الحدیقة الندیة–وَقَدْ زَلَّت ههنا قدم الحسن جلبی فی حاشية شرح المواقف فَلْيَتَنَبَّهْ– نَسْاَلُ اللّٰهَ العفو و العافية﴾ (المعتمد المستند ص۲۱۳)

ترجمہ:جوبعض صوفیائے کرام سے عرش یا کرسی کا قدیم ہونا منقول ہے،توان حضرات سے اس کے ثبوت کو مان لینے پر یہ قابل تاویل ہے،جیسا کہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی حنفی(۱۰۵۰ھ-۱۱۴۳ھ)نے''الحدیقۃ الندیہ''میں بیان فرمایااورشرح مواقف کے حاشیہ میں اس مقام پرعلامہ حسن چلپی کا قدم پھسل گیا،پس اس پرآ گاہ ہوجاؤ،ہم اللہ تعالیٰ سےعفوودرگذراورعافیت طلب کرتے ہیں۔

چہارم: حضرات اولیائے کرام کے بعض کلمات متشابہات کے قبیل سے ہوتے ہیں۔دراصل جس مقام پر وہ فائز ہوتے ہیں، کبھی الفاظ وعبارات ان احوال کی تعبیر سے قاصر ہوتے ہیں۔وہ جوالفاظ استعمال کرتے ہیں،ان سے بظاہرخلاف شرع کا وہم ہوتا ہے، اس لیے ایسے الفاظ وعبارات سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔

(الف)علامہ ابن حجرہیتمی شافعی مکی(۹۰۹ھ-۹۷۴ھ)نے رقم فرمایا:﴿ان ما وقع فی كلمات بعض المتقدمين والمتأخرين من ائمة الصوفياء مما يُوْهِمُ حُلُوْلًا وَ اِتِّحَادًا،ليس مرادهم ذلک﴾(الفتاوی الحدیثیہ ص۲۳۹)

ترجمہ:بعض متقدمین ومتأخرین ائمہ صوفیائے کرام کےکلمات میں جوحلول واتحاد کا وہم پیدا ہوتا ہے،وہ ان کی مراد نہیں ہے۔

(ب)علامہ ابن حجرہیتمی شافعی مکی(۹۰۹ھ-۹۷۴ھ)نے رقم فرمایا:

﴿وَحِيْنَئِذٍ رُبَّمَا يَصْدُرُ عَنِ الْوَلِيِّ عِبَارَاتٌ تُشْعِرُ بِالْحُلُوْلِ اَوِ الْاِتِّحَادِ–لِقُصُوْرِ الْعِبَارَةِ عَنْ بَيَانِ تِلْكَ الْحَالِ –وَبُعْدِ الْكَشْفِ عَنْهَا بِالْمِثَالِ﴾(الفتاوی الحدیثیہ ص۲۴۰)

ترجمہ:اس وقت ولی سے کبھی ایسی عبارتیں صادرہوتی ہیں جوحلول یا اتحاد کوظاہرکرتی ہیں،عبارت کے ان احوال کو بیان کرنے سے قاصرہونے کے سبب اورمثال سے ان احوال کی وضاحت کے بعید ہونے کے سبب۔

(ج)قال الشامی:﴿وللحافظ السیوطی رسالة سماها"تنبيه الغبی بتبرئة ابن عربی"–ذكر فيها ان الناس افترقوا فيه فرقتين–الفرقة المصيبة تعتقد ولايته والاخری بخلافها.

ثم قال:والقول الفصل عندی فيه طريقة،لا يرضاها الفرقتان–وهی اعتقاد ولايته وتحريم النظر فی كتبه– فقد نقل عنه انه قال:نحن قوم يحرم النظر فی كتبنا وذلک ان الصوفية تواطؤوا علی الفاظ اصطلحوا عليها

الرسالة العاشرة

وارادوا بها معانی غیر المعانی المتعارفة منها بین الفقهاء–فمن حملها علی معانیها المتعارفة،کفر–نص علی ذلک الغزالی فی بعض کتبه وقال:انه شبیه بالمتشابه فی القرآن والسنة کالوجه والعین والاستواء.

واذا ثبت اصل الکتاب عنه فلا بد من ثبوت کل کلمة لاحتمال ان یدس فیه ما لیس منه من عدو او ملحد او زندیق–وثبوت انه قصد بهذه الکلمة المعنی المتعارف–وهذا لا سبیل الیه–ومن ادعاه،کفر–لانه من امور القلب التی لا یطلع علیها الا اللّٰہ تعالٰی.

وقد سأل بعض اکابر العلماء بعض الصوفیة:ما حملکم علی انکم اصطلحتم علی هذه الالفاظ التی یستشنع ظاهرها،فقال:غیرة علی طریقنا هذا،ان یدعیه من لا یحسنه ویدخل فیه من لیس اهله.

والمتصدی للنظر فی کتبه او اقرائها لم ینصح نفسه ولا غیره من المسلمین–ولا سیما ان کان من القاصرین عن علوم الظاهر،فانه یَضِلُّ ویُضِلُّ–وان کان عارفا فلیس من طریقتهم اقرار المریدین لکتبهم–ولا یؤخذ هذا العلم من الکتب–۱۵،ملخصا﴾(ردالمحتار ج۴ص۴۲۴-دارالفکر بیروت)

پنجم: اگر حالت صحو میں وہ کلام صادر ہوا،اوراصطلاحات صوفیا کے مطابق بھی اس کی صحیح توضیح نہیں ہوسکتی ہے تو ان کے حالات ظاہری یعنی اتباع شرع،تقویٰ اور طاعت خداورسول (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو دیکھ کر یہی حکم دیا جائے گا کہ قلت توجہ کے سبب ایسا کلام صادر ہوا۔اب ایسی لغزشوں اور خطاؤں میں اولیا یا علما کی تقلید نہیں کی جائے گی۔لاشعوری طور پر کبھی کفریہ کلمات بھی صادر ہوجاتے ہیں۔ایسے مراحل میں محققین کو خود اپنی تحریروں کے عیوب پر اطلاع نہیں ہو پاتی۔ایسی صورت میں قائل کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

(۱)قال السید الشریف الجرجانی:﴿من یلزمه الکفر ولایعلم به لیس بکافر﴾(شرح المواقف ص۵۵۶)

(۲)قال الشعرانی:﴿لا یکفر اذا لم یعلم بان اللازم کفر﴾(الیواقیت والجواہر ج۲ص۱۲۳:مصر)

مابعد والوں کی نظر میں جب ایسی عبارتیں آتی ہیں تو بعض لوگ قلت علم کے سبب اس خطا کو دلیل بنا لیتے ہیں،حالاں کہ اگر خود متکلم محقق موجود ہوتے،اورانہیں اپنے کلام میں خطا پر اطلاع ہوجاتی تو وہ اس سے رجوع کر لیتے۔قلت توجہ کے سبب لغزش وخطا ممکن ہے، لیکن خطا کے علم وادراک کے بعد اس پر اصرار کے سبب حکم شرع نافذ ہوگا۔عدم علم تک ہی معذور قرار دیئے جائیں گے۔

اسی طرح کوئی جاہل مسلمان کسی ضروری دینی کا انکار عدم علم کے سبب کردے تو وہ معذور ہوگا،لیکن اگر بہت سے لوگوں نے اسے بتا دیا،اوروہ حکم ضروری اس کی نظر میں متواتر اور بالکل یقینی ہوگیا تو اب اس انکار کے سبب حکم کفر نافذ ہوگا۔

علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی مکی (۹۰۹ھ-۹۷۴ھ) نے اولیائے کرام سے متعلق رقم فرمایا کہ حالت سکر میں خلاف شرع کلمات کے صدور پر حضرات اولیائے کرام کی تعزیر بھی نہیں کی جائے گی،تکفیر تو بہت دور کی بات ہے،کیوں کہ حالت سکر میں وہ غیر مکلّف ہوتے ہیں۔ اسی طرح زوال عقل کے سبب مجنوں پر بھی حکم شرع نافذ نہیں ہوتا۔حکم شرع کے نفاذ کے لیے عاقل وبالغ ہونے کی شرط مشہور ہے۔

الرسالة العاشرة

علامہ ابن حجر ہیتمی نے تحریر فرمایا:﴿لانه ان کان غائبا فهو غیر مکلف لا یعزر کما لو اُوِّلَ بمقبول والا فهو کافر﴾
(تحفۃ المحتاج مع حاشیۃ الشروانی ج۹ص ۹۷-دار الفکر بیروت)

ترجمہ:اس لیے کہ اگر ولی حالت سکر میں ہو تو وہ غیر مکلف ہے،ان کی تعزیر نہ کی جائے گی،جیسا کہ اگر تاویل مقبول پیش کی جائے، ورنہ وہ کافر ہے۔

توضیح:اگر کسی ولی سے حالت غیبت وحالت سکر میں کوئی کفریہ کلام صادر ہوا تو ان پر تعزیر نہیں۔اسی طرح اگر حالت صحو میں کوئی قابل اعتراض کلام صادر ہوا،اور انہوں نے مقبول تاویل پیش کر دی تو بھی حکم کفر عائد نہیں ہوگا۔حالت صحو میں صادر شدہ قول کی کوئی مقبول تاویل پیش نہیں کی جا سکی تو حکم کفر عائد ہوگا۔اولیا ہوں یا علما۔کوئی بھی دائرۂ شریعت سے خارج نہیں:الاسلام یعلو ولا یعلیٰ علیہ (بخاری)

حالت سکر کے کلمات سے حالت صحو میں انکار

حضرات اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے حالت سکر میں جو غیر شرعی امور صادر ہوتے ہیں،وہ حالت صحو میں ان امور کا انکار کرتے ہیں اور غلط کو غلط ہی قرار دیتے ہیں۔حضرت سیدنا بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز اور حضرت حسین بن منصور حلاج قدس سرہ القوی نے حالت صحو میں اپنے قابل اعتراض کلمات کو غلط کہا۔

واضح رہے کہ حضرات اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین حالت سکر میں شرعی احکام کے مکلّف نہیں ہوتے ہیں،جس طرح نابالغ بچہ عقل کامل نہ ہونے کے سبب شرعی امور کا مکلّف نہیں ہوتا۔اسی طرح فقدان عقل کے سبب مجنوں اور بے ہوش بھی احکام شرعیہ کے مکلّف نہیں ہوتے۔جب اولیائے کرام حالت صحو میں ان غیر شرعی امور کا انکار کر دیں جوان سے حالت سکر میں صادر ہوئے ہیں تو یہی انکار ان کے حق میں توبہ ورجوع کی منزل میں ہوگا۔ایسے مواقع پر اولیائے کرام شجر وادی طور کی منزل میں ہوتے ہیں۔

حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز نے حالت صحو میں اپنے قول کا انکار کیا اور فرمایا کہ وہ کلام فرماتا ہے،جس کی یہ شان ہے۔

امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:

''شیخ الانبیا خلیل کبریا علیہ الصلوٰۃ والثنا نے شب معراج حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خطبہ فضائل سن کر تمام انبیا ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے فرمایا:{بهذا فضلکم محمد صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم}ان وجوہ سے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم سب سے افضل ہوئے۔ولی کس منہ سے دعویٰ ارفعیت کرے گا اور جو کرے،حاشا ولی نہ ہوگا،شیطان ہوگا۔حضرت سیدنا بایزید بسطامی اور ان کے امثال ونظائر رضی اللہ تعالیٰ عنہم وقت ورود تجلی خاص شجرۂ موسیٰ ہی ہوتے ہیں۔سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو درخت میں سے سنائی دیا: {یٰمُوْسٰی انی انا اللّٰہ رب العلمین}اے موسیٰ!بے شک میں اللہ ہوں،رب سارے جہاں کا۔کیا یہ پیڑ نے کہا تھا۔حاشا للہ!بلکہ واحد قہار نے جس نے درخت پر تجلی فرمائی،اور وہ بات درخت سے سننے میں آئی۔

الرسالة العاشرة

کیا رب العزت ایک درخت پر تجلی فرما سکتا ہے اور اپنے محبوب بایزید پر نہیں۔نہیں نہیں،وہ ضرور تجلی ربانی تھی۔کلام بایزید کی زبان سے سنا جاتا تھا،جیسے درخت سے سنا گیا اور متکلم اللہ عزوجل تھا۔اسی نے وہاں فرمایا:{یٰمُوْسٰی انی انا اللّٰہ رب العلمین}اسی نے یہاں بھی فرمایا:{سبحانی ما اعظم شانی}اور ثابت ہو تو یہ بھی کہ {لوائی ارفع من لواء محمد صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم} بے شک لوائے الٰہی لوائے محمدی سے ارفع واعلیٰ ہے۔حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی مثنوی شریف میں اس مقام کی خوب تفصیل فرمائی ہے،اور تسلط جن سے اس کی توضیح کی ہے کہ انسان پر ایک جن مسلط ہو کر اس کی زبان سے کلام کرے اور رب عزوجل اس پر قادر نہیں کہ اپنے بندے پر تجلی فرما کر کلام فرمائے جو اس کی زبان سے سننے میں آئے،بلاشبہہ اللہ قادر ہے۔

اور معترض کا اعتراض باطل،اس کا فیصلہ خود حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ہو چکا۔ظاہر بینوں،بے خبروں نے ان سے شکایت کی کہ آپ{سبحانی ما اعظم شانی} کہا کرتے ہیں۔فرمایا:حاشا!میں نہیں کہتا۔کہا:آپ ضرور کہتے ہیں،ہم سب سنتے ہیں۔فرمایا:جو ایسا کہے،واجب القتل ہے۔میں بخوشی تمہیں اجازت دیتا ہوں۔جب مجھے ایسا کہتے سنو،بے دریغ خنجر ماردو۔وہ سب خنجر لے کر منتظر وقت رہے،یہاں تک کہ حضرت پر تجلی وارد ہوئی اور وہی سننے میں آیا کہ:{سبحانی ما اعظم شانی}مجھے سب عیبوں سے پاکی ہے،میری شان کیا ہی بڑی ہے۔وہ لوگ چاروں طرف سے خنجر لے کر دوڑے،اور حضرت پر وار کیے۔جس نے جس جگہ خنجر مارا تھا،خود اس کے اسی جگہ لگا اور حضرت پر خط بھی نہ آیا۔جب افاقہ ہوا،دیکھا سب لوگ زخمی پڑے ہیں۔فرمایا:میں نہ کہتا تھا کہ میں نہیں کہتا،وہ فرماتا ہے جسے فرمانا بجا:واللہ اعلم"۔(فتاویٰ رضویہ ج۶ ص۱۴۵،۱۴۶-رضا اکیڈمی ممبئی)

حضرت حلاج اور توبہ کی عدم قبولیت

حضرت حلاج قدس سرہ العزیز نے بھی متعدد بار حالت سکر میں صادر ہونے والے غیر شرعی امور کا انکار کیا تھا۔یہی انکار توبہ ورجوع کی منزل میں ہے۔حضرت حسین بن منصور حلاج قدس سرہ العزیز نے اخیر وقت میں بھی قابل اعتراض امور کا انکار کیا تھا۔اس انکار اور توبہ کے باوجود ان کے لیے قتل کا حکم جاری ہوا۔اس امر سے متعلق باب ہشتم میں تفصیلی مباحث مرقوم ہیں۔

حضرت حلاج قدس سرہ القوی سے بعض امور حالت سکر میں صادر ہوئے،اسی طرح بعض امور حالت صحو میں بھی صادر ہوئے۔حالت صحو صادر ہونے والے قابل اعتراض امور کی تاویل بعید تھی،لیکن فقہا تاویل بعید کو قبول نہیں کرتے ہیں اور جب بار بار کفر صادر ہو،یعنی تکرار کفر ہو جائے تو توبہ کے باوجود مجرم کے قتل کا حکم متعدد فقہی مسالک میں مجرم کے قتل کا حکم ہے،اسی لیے کفریہ کلمات کے انکار اور توبہ کے باوجود حضرت حلاج قدس سرہ العزیز کے لیے حکم قتل آیا،کیوں کہ ان سے کئی بار قابل اعتراض اقوال صادر ہو چکے تھے۔

قسم چہارم

حضرات صوفیائے کرام اور بعض علمائے اسلام کی کتابوں میں تحریف بھی ہوئی ہے،اس محرف عبارت پر حکم کفر دیا گیا۔

الرسالة العاشرة

چوں کہ وہ اصل عبارت نہیں تھی اس لیے قائل پر کوئی حکم عائد نہیں ہوگا۔

امام عبدالغنی نابلسی حنفی کی کتاب: (الرد المتین علیٰ منتقص العارف محی الدین)، امام سیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) کی کتاب (تنبیہ الغبی بترئۃ ابن عربی) اور علامہ ابن حجر ہیتمی کی کتاب (فتاویٰ حدیثیہ) میں تفصیلات مرقوم ہیں۔

درحقیقت ان حضرات کی کتابوں میں تحریف ہوئی، جس کی وجہ سے کفری معنی پیدا ہوگئے، اور بعض نے ان تحریف شدہ عبارتوں کو دیکھ کر حکم کفر لگایا تو یہ حکم ان حضرات پر عائد نہیں ہوگا، کیوں کہ وہ حضرات ان عبارتوں سے بری ہیں۔

(۱) حضور غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب (غنیۃ الطالبین) میں بھی تحریف کی گئی۔

قال الهيتمي: ﴿وایاک ان تغتر ایضًا بما وقع فی(الغنیة)لامام العارفین وقطب الاسلام والمسلمین الاستاذ عبد القادر الجیلانی،فانه دسه علیه فیها من سینتقم اللّٰه منه—والا فهو برئ من ذلک —وکیف تروج علیه هذه المسألة الواهیة مع تضلعه من الکتاب والسنة وفقه الشافعیة والحنابلة حتی کان یفتی علی المذهبین —هذا مع ما انضم لذلک من ان اللّٰه مَنَّ علیه من المعارف والخوارق الظاهرة والباطنة—وما انبأ عنه ما ظهر علیه وتواتر من احواله﴾ (الفتاوی الحدیثیہ ص۱۴۵- دارالفکر بیروت)

(۲) حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ القوی (۵۶۰ھ-۶۳۸ھ) کی کتاب میں تحریف کی گئی۔

(درمختار ج۴ ص۴۲۳- ردالمحتار ج۴ ص۴۲۳)

(۳) امام محمد غزالی شافعی (۴۵۰ھ-۵۰۵ھ) کی کتاب ((التفرقۃ بین الاسلام والزندقہ)) میں تحریف کی گئی۔

(نسیم الریاض ج۴ ص۴۹۵- المعتمد المستند ص۲۱۵- الاعلام ص۳۷۹)

امام محمد غزالی (۴۵۰ھ-۵۰۵ھ) کی تحریف شدہ عبارت کو دیکھ کر قاضی عیاض مالکی نے رقم فرمایا:

قال القاضي عن الغزالي: ﴿وقد حکی القاضی ابوبکر البَاقِلَّانی مثل قول عبید اللّٰه عن داؤد الاصبهانی وقال وحکی قوم عنهما—انهما قالا ذلک فی کل من علم اللّٰه سبحانه من حاله استفراغ الوسع فی طلب الحق من اهل ملتنا اومن غیرهم—وقال نحوهٰذا القول الجاحظُ وثُمَامَةُ فی ان کثیرًامن العامة والنساء والْبُلْه وَمُقَلَّدَةِ النَّصَارٰی والیهود وغیرهم لَاحُجَّةَ لِلّٰه علیهم اِذْ لَمْ تَکُنْ لهم طباع یمکن معها الاستدلال—وقد نحی الغزالی قریبًا من هذا المنحی فی کتاب التفرقة—وقائل هٰذا کله کافرٌ بالاجماع علٰی کُفْرِمَنْ لَمْ یُکَفِّرْ اَحَدًا من النصارٰی و الیهود وکل من فارق دین المسلمین اَوْوَقَفَ فی تکفیرهم اوشَکَّ﴾ (کتاب الشفاء ج۲ ص۲۸۱)

توضیح: امام غزالی شافعی کی تحریف شدہ عبارت کو دیکھ کر قاضی مالکی نے ایسا لکھا۔ امام غزالی اس الزام سے بری ہیں۔

(۴) امام عبدالوہاب شعرانی شافعی کی کتاب (البحر المورود فی المواثیق والعہود) میں ان کی زندگی میں تحریف کی گئی۔

اس کا تذکرہ انہوں نے اپنی کتاب ''میزان الشریعۃ الکبریٰ'' (ج ا ص ۹) میں کیا۔

قال الشامی:﴿کما وقع للعارف الشعرانی انه افتری علیه بعض الحساد فی بعض کتبه اشیاء مکفرة واشاعها عنه،حتی اجتمع بعلماء عصره واخرج لهم مسودة کتابه التی علیها خطوط العلماء–فاذا هی خالیة عما افتری علیه﴾ (ردالمحتار ج۴ص۴۲۴-دارالفکر بیروت)

عبارتوں کا انتساب

علامہ شامی (۱۱۹۸ھ-۱۲۵۲ھ) نے حافظ جلال الدین سیوطی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) کی کتاب (تنبیہ الغبی بتبرئۃ ابن العربی) سے نقل کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ جب کسی کی جانب کسی کتاب کی نسبت صحیح ہوتو اس پر حکم شرعی عائد کرنے کے لیے لازم ہے کہ جس جملہ پر حکم شرعی نافذ کیا جارہا ہے،وہ جملہ اس مؤلف سے ثابت ہو،کیوں کہ کسی کی جانب سے تحریف والحاق کا بھی خطرہ موجود ہے۔

(۱)قال الشامی ناقلا عن الحافظ السیوطی:﴿واذا ثبت اصل الکتاب عنه فلا بد من ثبوت کل کلمة لاحتمال ان یدس فیه ما لیس منه من عدو او ملحد او زندیق–وثبوت انه قصد بهذه الکلمة المعنی المتعارف–وهذا لا سبیل الیه–ومن ادعاه،کفر–لانه من امور القلب التی لا یطلع علیها الا اللّٰه تعالیٰ﴾

(ردالمحتار ج۴ص۴۲۴-دارالفکر بیروت)

توضیح:اگر کسی کتاب کی نسبت کسی کی جانب صحیح ہوتو اس کے ہر جملے کی نسبت ان کی جانب ہونا ضروری نہیں،کیوں کہ ممکن ہے کہ کسی جملہ کو اس میں شامل کردیا گیا ہو،بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ کتابت میں کچھ غلطی ہوئی ہو،یا نسخہ نقل کرنے والوں سے کچھ لغزش ہوئی ہو۔

مؤلف کتاب پر حکم ثابت کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس جملہ کی نسبت مؤلف کی جانب یقینی طور پر ہو۔

(۲)امام احمد رضا قادری نے رقم فرمایا:''کسی کتاب کا ثابت ہونا،اس کے ہر فقرے کا ثابت ہونا نہیں۔بہت اکابر کی کتابوں میں الحاقات ہیں۔جن کا مفصل بیان کتاب الیواقیت والجواہر،امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ہے۔خصوصاً حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام میں تو الحاقات کی گنتی نہیں۔کھلے ہوئے صریح کفر بھردیئے ہیں،جس پر درمختار میں علامہ مفتی الوالسعود سے نقل کیا:(تیقنا ان بعض الیہود افتراہا علی الشیخ قدس اللہ سرہ)ہم کو یقین ہے کہ شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یہ عبارتیں بعض یہودیوں نے گڑھ دی ہیں''۔(فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص۳۰۸-رضا اکیڈمی ممبئی)

توضیح:حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز کی جانب منسوب اصل نسخہ ہی میں تحریف ہوگئی،اس لیے اس کے تمام نسخوں کو محرف قرار دیا جائے گا۔حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز سے کسی نے نسخہ نقل نہیں کیا ہے،بلکہ یہ کتابیں کہیں سے دستیاب ہوئی،اس کی اشاعت ہوگئی۔

کتاب کی نسبت حضرت شیخ اکبر قدس سرہ القوی کی جانب درست ہے،لیکن ہر جملہ حضرت شیخ کا ہے،اس پر کوئی شہادت نہیں۔

ایسی صورت میں جو کلام خلاف شرع ہوگا، اس کا اعتبار نہیں ہوگا، اور اس کو الحاقی تسلیم کیا جائے گا۔

(۳)امام احمد رضا قادری(۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء) نے رقم فرمایا:''ہماری نظر میں ہیں وہ کلمات جو اکابر اولیا سے گزر کر اکابر علمائے معتمدین مثل امام ابن حجر مکی وملا علی قاری وغیرہما کی کتب مطبوعہ میں پائے جاتے ہیں، اور ہم یقین کرتے ہیں کہ وہ الحاقی ہیں۔ایک ہلکی نظیر علی قاری کی شرح فقہ اکبر ص ۴۷: پر ہے:(ما سمی به الرب نفسه ویسمی به مخلوقاته مثل الحی والقیوم والعلیم والقدیر) اس میں مخلوقات پر قیوم کے اطلاق کا جواز ہے، حالاں کہ ائمہ فرماتے ہیں کہ غیر خدا کو قیوم کہنا کفر ہے۔مجمع الانہر میں ہے:(اذا اطلق علی المخلوق من الاسماء المختصة بالخالق نحو القدوس والقیوم والرحمن وغیرها یکفر) اسی طرح اور کتابوں میں ہے، حتی کہ خود اسی شرح فقہ اکبر ص ۲۴۵: میں ہے:(من قال لمخلوق یا قدوس او القیوم اوالرحمن کفر) جو کسی مخلوق کو قدوس یا قیوم یا رحمٰن کہے، کافر ہو جائے، پھر کیوں کر مان سکتے ہیں کہ وہ ص ۴۷: کی عبارت علی قاری کی ہے۔ضرور الحاق ہے، گرچہ کتاب اجمالاً مشہور ومعروف ہے''۔(فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۱۱۰-رضا اکیڈمی ممبئی)

کتابوں کا انتساب

کسی کتاب کی نسبت اس کے مؤلف کی جانب یقینی ہونے کی چند صورتوں کا بیان مندرجہ ذیل ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی(۱۱۱۴ھ-۱۱۷۶ھ) نے اس عالم متبحر کے بارے میں فرمایا جو حضرات ائمہ کرام کی کتابوں سے فتویٰ دیتا ہو کہ اس کے لیے دو امر ضروری ہیں:

(الف) وہ ایسی کتاب سے فتویٰ دے، جس کی صحیح اور قابل اعتماد سند اس کے پاس ہو، وہ سند اس کتاب کے مؤلف تک جاتی ہو۔

(ب) یا مسئلہ کسی متداول ومشہور کتاب میں ہو، اس کتاب میں وہ مسئلہ اس امام کی جانب منسوب ہو۔

ان دونوں صورتوں کا حکم خبر متواتر یا خبر مشہور کی طرح ہے۔

قال الشاہ ولی اللّٰہ المحدث الدهلوی عن العالم المتبحر فی المذهب الذی یفتی الناسَ من کتب الائمة:

﴿فی البحر الرائق:وَیَجِبُ عَلَیْهِ اَنْ لَا یُفْتِیَ اِلَّابِاَحَدِ وَجْهَیْنِ(۱)اِمَّا اَنْ یَکُوْنَ عِنْدَه طَرِیْقٌ صَحِیْحٌ یعتمد علیه الیٰ امامه(۲)اَوْ تَکُوْنُ الْمَسْئَلَةُ فی کتاب مشهور تَدَاوَلَتْه الایدی.

فی النهر الفائق فی کتاب القضاء-طریق نقل المفتی المقلد عن المجتهد احد امرین:

(۱)اما ان یکون له سند الیه(۲)اَوْ اَخَذَه من کتاب معروف تداولته الایدی نحو کتب محمد بن الحسن ونحوها من التصانیف المشهورة للمجتهدین-لانه بمنزلة الخبر المتواتر اوالمشهور-وهکذا ذکر الرازی-فَعَلٰی هٰذَا لَوْوُجِدَ بَعْضُ النُّسَخِ النَّوَادر فی زماننا-لَایحل عزو ما فیها الیٰ محمد-ولا الیٰ ابی یوسف رحمهما

اللّٰہ–لِاَنَّھَا لَمْ تشتھر فی عصرنا فی دیارنا ولم تداو لتھا–نعم اذا وجد النقل عن النَّوَادر مثلًا فی کتاب مشھور معروف کالھدایة والمبسوط،کان ذلک تعویلًا علیٰ ذٰلک الکتاب–انتھیٰ.

وفی فتاوی القنیة فی باب ما یتعلق بالمفتی–ان ما یوجد من کلامِ رَجل ومذھبِہ فی کتاب معروف وقد تداولتہ النسخ–فانہ جاز لمن نظر فیہ–اَنْ یَقُوْلَ:قَالَ فُلَانٌ اَوْ فُلَانٌ کَذَا–وَاِنْ لَمْ یَسْمَعْہُ مِنْ اَحَدٍ نحو کتب محمد بن الحسن ومؤطا مالک رحمھما اللّٰہ ونحوھما من الکتب المصنفة فی اَصْنَافِ الْعُلُوْمِ–لِاَنَّ وجود ذلک علیٰ ھٰذَا الوصف بمنزلة الخبر المتواتر والاستفاضة–لا یَحْتَاجُ مثلہ الیٰ اسناد﴾(عقدالجید ص۶۵-استنبول ترکی)

مؤلف تک سند متصل

(۱)امام احمد رضا قادری نے رقم فرمایا:''علما کے نزدیک ادنیٰ درجہ ثبوت یہ تھا کہ ناقل کے لیے مصنف تک سند مسلسل متصل بذریعہ ثقات ہو۔خطیب بغدادی بطریق عبدالرحمٰن سلمی امیرالمومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے راوی کہ فرمایا:(اذا وجد احدکم کتابا فیہ علم لم یسمعہ عن عالم فلیدع باناء وماء–فلیتفعہ فیہ حتی یختلط سوادہ فی بیاضہ)

جب تم میں کوئی ایک کتاب پائے ،جس میں علم کی بات ہے،اوراسے کسی عالم سے نہ سنا تو برتن میں پانی منگا کر وہ کتاب اس میں ڈبودے کہ سیاہی سپیدی سب ایک ہوجائے۔

فتاویٰ حدیثیہ میں امام زین الدین عراقی سے نقل ہے:(نقل الانسان ما لیس لہ بہ روایة غیر سائغ بالاجماع عند اھل الدریة)یعنی علمائے کرام کا اجماع ہے کہ آدمی جس بات کی سند متصل نہ رکھتا ہو،اس کی نقل اسے حلال نہیں۔

ہاں،اگراس کے پاس نسخہ صحیحہ معتمدہ ہوکہ خوداس نے یا کسی ثقہ معتمد نے خوداصل نسخہ مصنف سے مقابلہ کیا،یااس نسخہ صحیحہ معتمدہ سے جس کا مقابلہ اصل نسخہ مصنف سے کسی ثقہ نے کیا۔وسائط زیادہ ہوں تو سب کا اسی طرح معتمدات ہونا معلوم ہوتو یہ بھی ایک طریقہ روایت ہے،اورایسے نسخہ کی عبارت کومصنف کا قول بتانا جائز۔

فتاویٰ حدیثیہ میں ہے:

(قالوا:ما وجد فی نسخة من تصنیف فان وثق بصحة النسخة ثقة،بان قابلھا المصنف او ثقة غیرہ بالاصل او بفرع مقابل بالاصل–وھکذا جاز الجزم بنسبتھا الیٰ صاحب ذلک الکتاب–وان لم یوثق،لم یجزم)

یعنی علمانے فرمایا:جوعبارت کسی تصنیف کے کسی نسخہ میں ملے،اگرصحت نسخہ پراعتماد ہے،یوں کہ اس نسخہ کوخود مصنف یااورکسی ثقہ نے خاص اصل مصنف سے مقابلہ کیا ہے،یااس نسخہ سے جسے اصل پر مقابلہ کیا تھا،یوں ہی اس ناقل تک ۔جب تو یہ کہنا جائز ہے کہ مصنف نے فلاں کتاب میں یہ لکھا،ورنہ جائز نہیں۔

مقدمہ امام ابوعمروبن الصلاح میں عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ انہوں نے اپنے صاحبزادے ہشام سے فرمایا:تم نے

الرسالة العاشرة

لکھ لیا۔کہا،ہاں۔فرمایا:مقابلہ کرلیا۔کہا،نا۔فرمایا:(لم تکتب)تم نے لکھا ہی نہیں‘‘۔(فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص۳۰۹-رضا اکیڈمی ممبئ)

(۳)امام احمد رضا قادری نے تحریر فرمایا:’’کتاب کا چھپ جانا اسے متواتر نہیں کر دیتا کہ چھاپے کی اصل وہ نسخہ ہے جو کسی المار ی میں ملا۔اس سے نقل کر کے کاپی ہوئی‘‘۔(فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص۳۰۸-رضا اکیڈمی ممبئ)

(۴)امام اہل سنت نے تحریر فرمایا:’’رہا وجود نسخ،انصافاً متعدد،بلکہ کثیر ووافر نسخے موجود ہونا بھی ثبوت تواتر کو بس نہیں۔جب تک ثابت نہ ہو کہ یہ سب نسخے جدا جدا اصل مصنف سے نقل کیے گئے،یا ان نسخوں سے جو اصل سے نقل کیے گئے،ورنہ ممکن ہے کہ بعض نسخ محرفہ ان کی اصل ہوں۔ان میں الحاق ہوا،اور یہ ان سے نقل ونقل در نقل ہو کر کثیر ہو گئے،جیسے آج کل محرف بائبل کے ہزار در ہزار نسخے۔

فتوحات مکیہ کے تمام مصری نسخے،نسخہ محرفہ سے منقول ہوئے،اور اسی کی نقلیں مصر میں چھپیں،اور اب وہ گھر گھر موجود ہیں،حالاں کہ تواتر درکنار،ایک سلسلہ صحیحہ آحاد سے بھی ثبوت نہیں‘‘۔(فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص۳۱۰-رضا اکیڈمی ممبئ)

کتاب کا متداول ہونا

امام احمد رضا قادری نے رقم فرمایا:’’یہ اتصال سند اصل وہ شئ ہے جس پر اعتماد کر کے مصنف کی طرف نسبت جائز ہو سکے،اور متاخرین نے کتاب کا علما میں ایسا مشہور ومتداول ہونا جس سے اطمینان کہ اس میں تغییر وتحریف نہ ہوئی۔اسے بھی مثل اتصال سند جانا اور وہ ایسا ہی ہے۔

مقدمہ امام ابوعمرو نوع اول میں ہے:(آل الامر ان الاعتماد علی ما نص علیہ فی تصانیفھم المعتمدۃ المشھورۃ التی یومن فیھا لشھرتھا من التغییر والتحریف)

یعنی آخر قرار داد اس پر ہوئی کہ اعتماد اس پر ہے جو ایسی مشہور ومعتمد کتابوں میں ہو،جن کی شہرت کے سبب ان میں تغییر وتحریف سے امان ہو۔

فتح القدیر وبحر الرائق ونہر الفائق ومنح الغفار میں فرمایا:(علٰی ھذا لو وجد بعض نسخ النوادر فی زماننا-لا یحل عزو ما فیھا الٰی محمد ولا الی ابی یوسف-لانھا لم تشتھر فی دیارنا ولم تتداول)

یعنی اگر کتب ستہ کے سوا اور کتب تلامذۂ امام کے بعض نسخے پائیں تو حلال نہیں کہ ان کے اقوال کو امام محمد یا امام ابو یوسف کی طرف نسبت کریں کہ وہ کتابیں ہمارے دیار میں مشہور ومتداول نہ ہوئیں۔

تداول کے یہ معنی کہ کتاب جب سے اب تک علما کے درس وتدریس یا نقل وتمسک یا ان کی مطمح نظر رہی ہو،جس سے روشن ہو کہ اس کے مقامات ومقالات علما کے زیر نظر آ چکے اور وہ بحالت موجودہ اسے مصنف کا کلام مانا کیے۔زبان علما میں صرف وجود کتاب کافی نہیں کہ وجود وتداول میں زمین وآسمان کا فرق ہے‘‘۔(فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص۳۰۹-رضا اکیڈمی ممبئ)

قسم پنجم

بحث ومناظرہ کے طور پر کسی پر حکم کفر کا الزام آیا اور وہاں تاویل بعید موجود ہوتے ہوئے بھی الزام خصم کے لیے حکم کفر ظاہر کیا گیا ہو تو یہاں مقصود تکفیر نہیں ہوتی، بلکہ قائل پر اس قول کی شناعت وقباحت کا اظہار مقصود ہوتا ہے، تاکہ وہ اپنے قول سے رجوع کرلے۔

مناظرہ اورافتا کے درمیان فرق

مناظرہ اورافتا میں فرق ہے۔مناظرہ میں بہت سے امور فرض وتقدیر پر کہے جاتے ہیں۔بہت سی باتیں اسکات خصم کے لیے کہی جاتی ہیں،مثلاً کوئی رافضی کہے کہ حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت قرآن میں منصوص نہیں ہے،پس یہ حضرات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلیفہ نہ ہوئے۔اب سنی مناظر اس کے جواب میں کہے کہ تمہاری دلیل کے اعتبار سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بھی قرآن مجید میں منصوص نہیں ہے،لہٰذا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلیفہ نہ ہوئے۔سنی مناظر کا یہ قول محض اسکات خصم کے لیے ہے۔یہ اس کے عقیدہ کا بیان نہیں،کیوں کہ سنی کا اعتقاد یہی ہے کہ شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چوتھے خلیفہ ہیں۔

امام فخر الدین رازی شافعی (۵۴۴ھ-۶۰۶ھ) نے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک واقعہ تحریر فرمایا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دہریہ کو ہمیشہ لاجواب کردیا کرتے،اس لیے وہ لوگ ہمیشہ آپ کے قتل کے لیے موقع کی تلاش میں رہتے۔

دہریہ لوگ خدا تعالیٰ کے وجود کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دنیا خود بخود وجود میں آگئی۔

ایک مرتبہ حضرت امام اعظم قدس سرہ العزیز کوفہ میں اپنی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک بہ سے دہریہ تلواریں لہراتے ہوئے آپ کے پاس آگئے،اور آپ کے قتل کا ارادہ کیا۔آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ تم لوگ مجھے ایک سوال کا جواب دے دو،پھر جو چاہو،کرو۔دہریوں نے کہا کہ آپ سوال پیش کیجئے۔

امام اعظم قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ کوئی آدمی تم سے کہے کہ میں نے سمندر میں سامانوں سے بھری ہوئی اور مال واسباب سے لدی ہوئی ایک کشتی دیکھی ہے،کہ پے درپے موجوں اور آندھیوں وطوفانوں کے بیچ میں صحیح راستے پر اور درست سمت میں جارہی ہے،اور اس کشتی کا نہ کوئی ملاح ہے،نہ کوئی نگہبان ہے۔وہ خود بخود صحیح جہت میں اور صحیح راہ پر جارہی ہے۔

بتاؤ کہ کیا عقل اس بات کو درست قرار دیتی ہے؟

دہریوں نے کہا کہ عقل اس بات کو قبول نہیں کرتی ہے،پس حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب ایک کشتی بغیر ملاح کے خود سے سمندر میں نہیں چل سکتی تو اتنی بڑی دنیا خود سے کیسے بن سکتی ہے،اور بغیر کسی محافظ کے موسم وحالات کے اعتبار سے اس میں تبدیلیاں خود بخود کیوں کر ہوسکتی ہیں۔یہ جواب سن کر دہریوں کو وجود باری تعالیٰ کا یقین ہوگیا۔

الرسالۃ العاشرۃ

وہ لوگ رونے لگے،اپنی تلواروں کو نیام میں ڈال لیے،اورتوبہ کرکے داخل اسلام ہوگئے۔

یہاں امام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان نے جوخود سے کشتی چلنے کی بات فرمائی،وہ آپ کاعقیدہ نہیں تھا،بلکہ دہریہ کی فہمائش کے لیے آپ نے یہ مثال پیش فرمائی۔اس سے ظاہر ہوگیا کہ مناظرہ میں الزام خصم کے طورپرکچھ کہا جائے تو ضروری نہیں کہ وہ قائل کا عقیدہ ہو۔ممکن ہے کہ الزام خصم کے طورپرایسا کہا گیا ہو۔

قال فخرالدین الرازی:﴿کان ابوحنیفۃ رحمہ اللّٰہ سیفًا علی الدھریۃ–وکانوا ینتھزون الفرصۃ لیقتلوہ–فبینما ھو یومًا فی مسجدہ قاعد،اذ ھجم علیہ جماعۃ بسیوف مسلولۃ وھموا بقتلہ–فقال لھم:اجیبونی عن مسألۃ ثم افعلوا ما شئتم–فقالوا لہ،ھات–فقال:ما تقولون فی رجل یقول لکم–انی رأیت سفینۃ مشحونۃ بالاحمال مملوئۃ من الاثقال قد احتوشھا فی لجۃ البحر امواج متلاطمۃ ورياح مختلفۃ–وھی من بینھا تجری مستویۃ–لیس لھا ملاح یجریھا ولا متعھد یدفعھا–ھل یجوز ذلک فی العقل؟

قالوا:لا،ھذا شیء لا یقبلہ العقل–فقال ابوحنیفۃ:یا سبحان اللّٰہ!اذا لم یجز فی العقل سفینۃ تجری فی البحر مستویۃ من غیر متعھد ولا مجری–فکیف یجوز قیام ھذہ الدنیا علی اختلاف احوالھا وتغیر اعمالھا وسعۃ اطرافھا وتباین اکنافھا من غیرصانع وحافظ؟ فبکوا جمیعا وقالوا:صدقت،واغمدوا سیوفھم وتابوا﴾

(التفسیرالکبیرللرازی ج۱ص۲۵۵–سورۃالبقرہ–داراحیاءالتراث العربی بیروت)

مناظرہ وافتا میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ مناظرہ میں ایرادات پیش کیے جاتے ہیں اورخصم کے جواب کا انتظار کیا جاتا ہے،تاکہ مخفی حقائق کی عقدہ کشائی ہو،جب کہ افتا میں بحث وتحقیق کے بعد حکم شرعی بیان کیا جاتا ہے۔مناظرہ میں بحث ومکالمہ کے ذریعہ اظہارحق مقصود ہوتا ہے۔افتا کا مقصد شرعی احکام کو بیان کرنا ہوتا ہے۔

قال الشامی:﴿واما المعتزلۃ فمقتضی الوجہ حل مناکحتھم لان الحق عدم تکفیر اھل القبلۃ وان وقع الزاما فی المباحث بخلاف من خالف القواطع المعلومۃ بالضرورۃ من الدین مثل القائل بقدم العالم ونفی العلم بالجزئیات علی ما صرح بہ المحققون–واقول:وکذا القول بالایجاب بالذات ونفی الاختیار–اھ

وقولہ:وان وقع الزاما فی المباحث معناہ:وان وقع التصریح بکفر المعتزلۃ ونحوھم عند البحث معھم فی رد مذھبھم بانہ کفر،ای یلزم من قولھم بکذا الکفر ولایقتضی ذلک کفرھم،لان لازم المذھب لیس بمذھب﴾

(رد المحتار علی الدرالمختار ج۳ص۵۰–دارالفکر بیروت)

توضیح:متکلمین کے یہاں معتزلہ کافرنہیں ہیں۔ان کو بحث ومناظرہ کے وقت صرف بطریق الزام واسکات کافرکہا جاتا ہے،یعنی یہ ظاہرکیا جاتا ہے کہ ان کے قول میں کفرلازم آتا ہے،لیکن متکلمین لزوم کفر کے وقت حکم کفر جاری نہیں فرماتے،معتزلہ محض الزام واسکات کی

خاطر کا فر کہا جاتا ہے۔ہاں،فقہانے اپنے قواعد کے مطابق معتزلہ کو کافر قرار دیا ہے۔

قسم ششم

بحث وتحقیق کے وقت بعض ائمہ معتمدین پر بھی حکم کفر کا لزوم ثابت کیا گیا،لیکن یہاں تاویل قریب موجود ہونے کے سبب یہ الزام ساقط الاعتبار ہے۔ہاں ، کفرلزومی کی صورت میں قائل کوعلم واطلاع ہوجائے تو اسے توبہ ورجوع کرنا ہوگا۔بعض محققین نے علامہ سعدالدین تفتازانی شافعی (۷۲۲ھ-۷۹۲ھ) پر بھی کفرلزومی ثابت کیا ہے،لیکن وہاں تاویل قریب موجود ہے۔

(۱)قال السید الشریف الجرجانی:﴿من یلزمه الکفر ولا یعلم به لیس بکافر﴾(شرح المواقف ص۵۵۶)

(۲)قال الشعرانی:﴿لا یکفر اذا لم یعلم بان اللازم کفر﴾(الیواقیت والجواہر ج۲ص۱۲۳:مصر)

(۳)امام احمدرضا قادری نے فرمایا:''شاہ عبدالعزیز صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ میں تصریح کی کہ جو کچھ میں اس میں کہوں،میرا مذہب نہ سمجھا جائے۔میری باگ ایک قوم بے ادب کے ہاتھ میں ہے۔جدھر لے جاتے ہیں،جانا پڑتا ہے۔بالجملہ مباحث کلام ومناظرہ کا کچھ اعتبار نہیں۔محل بیان عقائد میں جو کچھ لکھا ہے،وہ عقیدہ ہے،یا جس پر صراحۃً اجماع ملت بتایا جائے،یا اسے تصریحاً عقیدہ اہل سنت کہا جائے،یا اس کے خلاف کو مذہب گمراہاں بتایا جائے''۔(فتاوی رضویہ ج۱۵ص۵۱۵-جامعہ نظامیہ لاہور)

(۴) قال السید الشریف الجرجانی الحنفی:

﴿علیک برعایة قواعد اهل الحق فی جمیع المباحث وان لم یصرح بها﴾(شرح المواقف ج۵ص۲۴۲)

تحقیقات وتسامحات کی توضیح

بعض اموراعتقادیہ کی تشریح میں بعض محققین کی عبارتوں میں قلت التفات کے سبب بعض تسامحات بھی پائے گئے،ان تسامحات کو علمائے مابعد نے دلائل کی روشنی میں ظاہر فرمایا۔اگر قائل موجود ہوتے تو وہ بھی ان علما کی تشریحات کو قبول فرماتے،کیوں کہ ان کا عقیدہ وہی تھا، جو ان کی دیگر تحریروں سے ثابت ہوتا ہے۔گرچہ خاص اس تحریر اور اس تعبیر میں ان سے بعض ایسے الفاظ صادر ہو گئے ، جن سے بظاہر ایک اجنبی مفہوم اس عبارت میں نظر آنے لگا۔رسالہ:''قمع المبین لآمال المکذبین''میں امام احمد رضا نے اس امر کی تفصیل رقم فرمائی۔

(۱)امام احمد رضا قادری نے اس قسم کی عبارتوں سے متعلق تحریر فرمایا:''ان عبارتوں کے جواب کوارباب دین وانصاف کے لیے بحمدہ تعالیٰ ایک نکتہ بس ہے۔عقیدہ وہ ہوتا ہے جو متون ،یا تراجم ابواب وفصول ،یا فہرست وفذلکہ عقائد میں لکھتے ہیں۔وہی اہل سنت کا معتقد ہوتا ہے۔وہ ہی خود ان علما کا دین معتمد ہوتا ہے۔ہنگام ذکر دلائل وابحاث ومناظرہ جو کچھ ضمناً لکھ جاتے ہیں،اس پر نہ اعتماد ہے،نہ خود ان کا اعتقاد ہے،اورتو اورخود سب سے اعلیٰ واجلیٰ مسئلہ توحید میں ملاحظہ فرمائیے۔

اس کلام محدث (جدید علم کلام) میں اس کے دلائل پر کیا کیانقض وارد کیے ہیں۔دلائل عقلیہ بالائے طاق رکھیے،خود براہان قطعی،

الرسالة العاشرة

یقینی، ایمانی، قرآنی{لَوْ کَانَ فِیْہِمَا اٰلِہَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا} پر کیا شور وشغب نہ ہوا، حتی کہ علامہ سعدالدین تفتازانی نے اسے محض اقناعی لکھ دیا، جس پر نوبت کہاں تک پہنچی۔ کیا معاذ اللہ اس کے یہ معنی ہیں کہ ان کو توحید پر ایمان نہیں، یا اس میں کچھ شک ہے۔ نہیں، یہ صرف طبع آزمائیاں اور بحث ومباحثہ کی خامہ فرسائیاں ہیں، جو گمرہوں کے لیے باعث ضلال ودستاویز اضلال ہوجاتی ہیں، اور اہل متانت واستقامت جانتے ہیں کہ:{مَاضَرَبُوْہُ لَکَ اِلَّا جَدَلًا::بَلْ ھُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ} (انہوں نے تم سے یہ نہ کہی، مگر ناحق جھگڑنے کو، بلکہ وہ ہیں جھگڑالو لوگ) ولہٰذا ائمہ دین وکبرائے ناصحین ہمیشہ سے اس کلام محدث (جدید علم کلام) کی مذمت اور اس میں اشتغال سے ممانعت فرماتے آئے''۔ (فتاویٰ رضویہ ج۱۵ص۵۱۴، ۵۱۵- جامعہ نظامیہ لاہور)

(۲)''میں نے ''القمع المبین'' میں متعدد نظائر اس کے ذکر کیے ہیں کہ ایمان وعقیدہ کچھ ہے، اور بحث ومباحثہ میں کچھ کا کچھ، حتی کہ کفر صریح تک لکھتے ہیں''۔ (فتاویٰ رضویہ ج۱۵ص۵۱۵- جامعہ نظامیہ لاہور)

(۳)''یہ حضرات خود بھی تصریح کر گئے ہیں کہ عقائد معلوم ومتعین ہوچکے۔ ابحاث ومشاجرات وغیرہا میں جو کچھ ہم لکھیں، اس پر اعتماد نہ کرو، عقیدہ سے مطابقت ومخالفت دیکھ لو، پھر بھی اگر{اَلَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِہِمْ زَیْغٌ} (وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے) بگڑیں، {فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَہَ مِنْہُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَۃِ} (وہ تو اشتباہ والی آیتوں کے پیچھے پڑتے ہیں، گمراہی چاہنے کو) پر اڑیں تو یہ ان کی بدنصیبی وبے ایمانی''۔ (فتاویٰ رضویہ ج۱۵ص۵۱۵- جامعہ نظامیہ لاہور)

اس طرح کی عبارتیں کبھی محقق کی قلت التفات کی وجہ سے، کبھی نسخہ نقل کرنے والے کی خطا کے سبب، کبھی ناقل کی تحریف کے سبب، کبھی مناظرانہ طرز پر کلام میں بطور فرض وتقدیر یا محض اسکات خصم کے لیے کتابوں میں درج ہوجاتی ہیں۔

مسئلہ امکان کذب سے متعلق مفتی احناف مکہ معظمہ حضرت مولانا صالح کمال بن صدیق کمال علیہما الرحمۃ والرضوان کا فتویٰ، پھر علامہ غلام دستگیر قصوری (م۱۳۱۵ھ) کے توجہ دلانے پر مفتی احناف کا توضیحی جواب ''ضمیمہ تقدیس الوکیل'' میں موجود ہے۔ یہ محقق کی قلت التفات کے سبب ہوا، اسی لیے بعد میں اپنی عبارت کی توضیح پیش فرمائی۔ تفصیل کے لیے تقدیس الوکیل: ضمیمہ (ص۴۳۰ تا ۴۴۰- نوری کتب خانہ لاہور) رجوع کیا جائے۔ ایسے مواقع پر رقم کردہ عبارتوں میں اصل عقیدہ کا بیان نہیں ہوتا۔ اس امر کی وضاحت کے لیے چند اقتباسات درج ذیل ہیں۔

(۴)محقق شہیر حضرت علامہ سید ابن عابدین شامی حنفی (۱۱۹۸ھ-۱۲۵۲ھ- ۱۷۸۴ء-۱۸۳۶ء) نے تحریر فرمایا:

﴿واما المعتزلة فمقتضى الوجه حل مناكحتهم لان الحق عدم تكفير اهل القبلة وان وقع الزاما فى المباحث بخلاف من خالف القواطع المعلومة بالضرورة من الدين مثل القائل بقدم العالم ونفى العلم بالجزئيات على ما صرح به المحققون—واقول: وكذا القول بالايجاب بالذات ونفى الاختيار —اھ

وقوله: وان وقع الزاما فى المباحث معناه: وان وقع التصريح بكفر المعتزلة ونحوهم عند البحث معهم فى

الرسالة العاشرة

رد مذهبهم بانه کفر،ای یلزم من قولهم بکذا الکفر ولا یقتضی ذلک کفرهم،لان لازم المذهب لیس بمذهب﴾
(ردالمحتار علی الدرالمختار ج۳ص۵۰-دارالفکر بیروت)

ترجمہ:لیکن معتزلہ تو دلیل ان سے نکاح کے حلال ہونے کو چاہتی ہے،اس لیے کہ اہل قبلہ کی عدم تکفیر حق ہے،اگر چہ بحث ومناظرہ میں بطریق اسکات خصم (تکفیر) واقع ہو،برخلاف اس کے جس نے قطعی ویقینی،دین کے بدیہی طور پر معلوم امر کی مخالفت کی،جیسے دنیا کے قدیم ہونے اور (رب تعالیٰ سے) جزئیات کے علم کی نفی کا قول کرنے والا،جیسا کہ علمائے محققین نے اس کی تصریح کی۔امام حصکفی صاحب درمختار نے فرمایا کہ اسی طرح (رب تعالیٰ کے لیے) ایجاب ذاتی اور اختیار کی نفی کا قول کرنے والا (کافر ہے)

امام حصکفی کا قول: (اگر چہ مباحث میں بطریق اسکات خصم (تکفیر) واقع ہو) اس کا معنی ہے کہ: گرچہ معتزلہ اوران کے مماثلین کے کفر کی صراحت واقع ہوئی،ان کے ساتھ بحث ومناظرہ کے وقت ان کے مذہب کا رد وابطال کرتے ہوئے کہ یہ کفر ہے،یعنی ان کے قول سے ایسا کفر لازم آتا ہے،اور یہ ان کے کافر ہونے کا مقتضی نہیں،اس لیے کہ لازم مذہب،مذہب نہیں۔

توضیح:فقہا نے معتزلہ کی تکفیر کی ہے،لیکن متکلمین کے یہاں معتزلہ ایک گمراہ فرقہ ہے۔مناظرہ ومباحثہ میں بطور اسکات خصم ایسی عبارت رقم ہوجاتی ہے،جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ متکلمین بھی معتزلہ کو کافر مانتے ہیں۔

(۵)علامہ میر سید شریف جرجانی حنفی (۷۴۰ھ-۸۱۶ھ) نے تحریر فرمایا:﴿علیک برعایة قواعد اهل الحق فی جمیع المباحث وان لم یصرح بها﴾(شرح المواقف ج۵ص۲۴۲)

ترجمہ:تم پر تمام مباحث میں اہل حق کے قواعد کی رعایت کرنی لازم ہے،گرچہ وہ اس کی تشریح نہ کریں۔

(۶)امام احمد رضا قادری نے تحریر فرمایا:''شاہ عبدالعزیز صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ میں تصریح کی کہ جو کچھ میں اس میں کہوں،میرا مذہب نہ سمجھا جائے۔میری باگ ایک قوم بے ادب کے ہاتھ میں ہے۔جدھر لے جاتے ہیں،جانا پڑتا ہے۔بالجملہ مباحث کلام ومناظرہ کا کچھ اعتبار نہیں۔محل بیان عقائد میں جو کچھ لکھا ہے،وہ عقیدہ ہے،یا جس پر صراحۃً اجماع ملت بتایا جائے،یا اسے تصریحاً عقیدہ اہل سنت کہا جائے،یا اس کے خلاف کو مذہب گمراہاں بتایا جائے''۔(فتاویٰ رضویہ ج۱۵ص۵۱۵-جامعہ نظامیہ لاہور)

جو کلام حالت صحو میں اولیائے کرام سے یا بحث ومناظرہ یا تحقیق وتشریح کے وقت علمائے اسلام سے صادر ہو،اگر وہ شریعت مطہرہ کے منافی ہے،اور وہاں تاویل صحیح (تاویل قریب) کی گنجائش نہیں ہے تو ان حضرات کے اتباع شرع کو پیش نظر یہی حکم ہوگا کہ بوجہ غفلت ایسا ہوگیا۔اگر ایسی صورت میں کفر لزومی بھی ثابت ہو تو بھی صاحب کلام پر کوئی حکم عائد نہیں ہوگا،کیونکہ اس عیب پر انھیں اطلاع نہیں ہے۔

(۷)علامہ میر سید شریف جرجانی حنفی (۷۴۰ھ-۸۱۶ھ) نے کفر لزومی کے بارے میں تحریر فرمایا:

﴿من یلزمه الکفر ولا یعلم به لیس بکافر﴾(شرح المواقف ص۵۵۶)

ترجمہ:جسے کفر لازم ہو،اور اسے اس کا علم نہ ہو تو وہ کافر نہیں۔

الرسالة العاشرة

(۸)امام عبدالوہاب شعرانی شافعی (۸۹۸ھ-۹۷۳ھ) نے تحریر فرمایا:﴿لا یکفر اذا لم یعلم بان اللازم کفر﴾
(الیواقیت والجواہر ج۲ص۱۲۳:مصر)

ترجمہ: جب لزوم کفر کا علم نہ ہو تو مرتکب کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

فتویٰ میں لغزش وخطا ظاہر ہو جانے پر رجوع کا حکم ہے۔امام اہل سنت کی تحریر درج ذیل ہے۔

سوال: جو صاحب جھوٹا مسئلہ بیان کریں،ان کے واسطے شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

الجواب: جھوٹا مسئلہ بیان کرنا سخت شدید کبیرہ ہے۔اگر قصداً ہے تو شریعت پر افترا ہے،اور شریعت پر افترا،اللہ عزوجل پر افترا ہے،اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:{اِنَّ الَّـذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ}وہ جو اللہ پر جھوٹا افترا کرتے ہیں،فلاح نہ پائیں گے،اور اگر بے علمی سے ہے تو جاہل پر سخت حرام ہے کہ فتویٰ دے۔

حدیث میں ہے۔نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں{مَـنْ اَفْتٰی بِغَیْرِ عِلْمٍ لَعَنَتْہُ مَلٰئِکَۃُ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ}جو بغیر علم کے فتویٰ دے،اس پر آسمان وزمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ہاں،اگر عالم سے اتفاقاً سہواً واقع ہو،اور اس نے اپنی طرف سے بے احتیاطی نہ کی،اور غلط جواب صادر ہوا تو مواخذہ نہیں،مگر فرض ہے کہ مطلع ہوتے ہی فوراً اپنی خطا ظاہر کرے۔اس پر اصرار کرے گا تو پہلی شق یعنی افترا میں آئے گا۔(فتاویٰ رضویہ ج۹ نصف اخیر ص۲۷۵-رضا اکیڈمی ممبئی)

قسم ہفتم

کسی سبب سے قائل کے قول وفعل کی کامل تحقیق کے بغیر فتویٰ دیا گیا،تو یہ بھی ناقابل قبول ہے جیسے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام کی تحقیق نہ کی گئی،اور اسے بلا تحقیق نقل کر دیا گیا،جس کی وجہ سے اس میں کفری معنی پیدا ہو گیا۔چوں کہ ایسے مقام پر قائل اس قول سے لاتعلق ہوتا ہے تو حکم کفر بھی قائل پر عائد نہیں ہو گا۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:(لو ادرکنی البتی لاخذ بکثیر من قولی) یعنی اگر فقیہ بصرہ عثمان بتی بصری (م۱۴۳ھ) مجھے پاتے تو میرے بہت سے اقوال کو اختیار کرتے۔راوی نے لفظ''بتی''کو لفظ''نبی''سے بدل دیا،اس سے یہ مفہوم ہو گیا کہ:اگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے پاتے تو وہ میرے بہت سے اقوال کو اختیار فرماتے (معاذ اللہ عن ذلک)۔

مذکورہ بالا کلام کفریہ ہے۔جب تحقیق کی گئی تو ظاہر ہو گیا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی للہ تعالیٰ عنہ کا قول ایسا نہیں تھا،پس عدم تحقیق کے سبب یہ سب کچھ ہوا،لیکن دیابنہ کے لیے یہ مثالیں فائدہ بخش نہیں،کیوں کہ اشخاص اربعہ کی تکفیر کامل تحقیق کے بعد کی گئی ہے۔ان اشخاص کی جن عبارتوں پر حکم کفر لگایا گیا ہے،وہ آج تک ان کی کتابوں میں چھپ رہی ہیں۔

اشخاص اربعہ کی زندگی میں ان سے مناظرے،مکالمے اور خط وکتابت کا سلسلہ جاری رہا،لیکن وہ تائب نہ ہوئے۔اب بہتر یہی

ہے کہ اہل دیوبند اکابر پرستی سے دستبردار ہو کر عقائد اہل سنت کا اقرار کرلیں اور اپنے اکابر کے کفر کو تسلیم کرلیں۔تاویل سے فائدہ نہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ کے قول کی تحقیق

قال الخطیب البغدادی:﴿اخبرنا رزق اخبرنا احمد بن جعفر بن سلم حدثنا احمد بن علی الابار حدثنا ابراھیم بن سعید حدثنا محبوب بن موسی قال سمعت یوسف بن اسباط یقول:قال ابو حنیفة:لو ادرکنی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وادرکتہ لاخذ بکثیر من قولی﴾(تاریخ بغداد جلد۱۳ص۴۰۱-دارالکتب العلمیہ بیروت)

توضیح:محدث زاہدکوثری مصری حنفی:محمد زاہد بن حسن بن علی جرکسی(۱۲۹۶ھ-۱۳۷۱ھ-۱۸۷۹ء-۱۹۵۲ء)نے اس روایت کی عمدہ تحقیق فرمائی ہے،اورفرمایا کہ اس روایت میں تصحیف ہوئی ہے۔کوثری کی کتاب:تانیب الخطیب کے چند اقتباسات مرقومہ ذیل ہیں:

قال الکوثری:﴿اقول:قد اجتمعت فی ھذہ الاقصوصة عُصبة العصبیة والتخلیط﴾(تانیب الخطیب ص۱۴۹)

توضیح:محدث کوثری نے اسی مقام پراس روایت کے راویوں پربھی جرح کیا ہے۔

قال الکوثری:﴿وفی ھامش الاصل المحفوظ بدار الکتب المصریة تحت رقم ۲۰-بخط العلامة الفقیہ محمد بن محمود الجزائری مفتی الاسکندریة فی اواسط القرن المنصرم:(یوسف بن اسباط ضعیف سیء الحفظ-واصل الروایة:لو ادرکنی البتی لاخذ بکثیر من قولی-فصحفہ الی النبی-ورواہ بالمعنی فاساء-کتبہ محمدبن محمودالجزائری)

یعنی صحف البتی الی النبی-ثم استبدل بہ (رسول اللّٰہ)روایةً بالمعنی،ثم زاد (صلی اللّٰہ علیہ وسلم)

والمراد بالبتی ھو عالم البصرة الامام عثمان بن مسلم البتی المتوفی سنة ۱۴۳-وقد سبق ان صحف بعض الرواة مثل ھذا التصحیف فی حدیث ذکرہ الخطیب فی(۲:۸۰)-بل من المحدثین من یقع فیما ھو اطم من ذلک﴾(تانیب الخطیب ص۱۵۰)

توضیح:امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا:(لو ادرکنی البتی لاخذ بکثیرمن قولی)

راوی نے لفظ(البتی)کو(النبی)سے بدل دیا اور پھر اس کی روایت بالمعنی کرتے ہوئے لفظ نبی کی جگہ(رسول اللہ)لے آئے،پھر (صلی اللہ علیہ وسلم)کا اضافہ کردیا۔اس طرح یہ تصحیف کفری معنی تک لے گئی۔سند کے کسی راوی سے یہ لغزش ہوئی۔

امام اعظم قدس سرہ العزیز کی مراد یہ تھی کہ اگر امام عثمان بن مسلم بتی بصری(م۱۴۳ھ)مجھے پاتے تو وہ میرے بہت سے اقوال کو پسند فرماتے اور اختیار کرتے۔اس قول کا سبب یہی متوقع ہے کہ دونوں کے طریق اجتہاد وطرز استنباط میں یکسانیت ہوگی۔ایسی صورت میں ایک دوسرے کے قول کو اختیار کرنے اور پسند کرنے کی زیادہ امید ہوتی ہے۔ممکن ہے کہ کوئی دوسرا سبب بھی یہاں موجود ہو۔

الرسالة العاشرة

قال الکوثری:﴿ثم اللفظ المروی ھنا عن ابی حنیفة،لوحمل علی معنی(لاخذنی بکثیر من قولی)بحذف المفعول کما ھوسائغ،لاستقام المعنی وذھبت الشناعة فیکون ابوحنیفة بھذا القول اعترف بانہ لیس بمصیب فی جمیع آرائہ–بل یری انہ ربما توجد بین آرائہ آراء کثیر ة یعاتبہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم علیھا لو ادرکہ.

وھذا القول علی ھذا التقدیر یدل علٰی مبلغ ورعہ وعلی انہ لم یکن من المصوبة–لکن حیث لم یتعین عندہ تلک الاراء التی قد لا یرضاھا الرسول صلوات اللّٰہ وسلامہ علیہ،فھومضطر الی متابعة ما لاح لہ من الدلائل فی احکام تلک المسائل﴾(تانیب الخطیب ص۱۵۱)

توضیح:محدث کوثری نے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کی تشریح میں لکھا کہ اس قول(لو ادرکنی البتی لاخذ بکثیر من قولی) کی محرف شکل(لوادرکنی النبی لاخذ بکثیر من قولی)کومفعول کے حذف کے ساتھ تسلیم کیا جائے،جیسا کہ عربی زبان میں حذف مفعول کا طریقہ معروف ہے تو اصل کلام اس طرح ہوگا:(لوادرکنی النبی لاخذنی بکثیر من قولی)۔اس صورت میں مفہوم یہ ہوگا کہ اگر حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے پاتے تو میرے بہت سے اقوال(اجتہادی اقوال)پر مواخذہ فرماتے،کیوں کہ مجتہد سے اجتہاد میں خطا کا واقع ہونا ممکن ہے۔یہ قول امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تقویٰ اور احتیاط کو ظاہر کرنے والا ہوگا کہ وہ اپنے تمام اجتہادی اقوال کو بالکل صحیح قرار نہیں دیتے،کیوں کہ مجتہد سے اجتہاد میں خطا ممکن ہے۔ہاں،مجتہد کو اپنے اجتہاد کو ترک کر کے دوسرے مجتہد کے قول پر عمل بھی درست نہیں،اس لیے دوسرے مجتہد کے قول کو بھی اختیار کرنے کی اجازت نہیں۔

قال الکوثری:﴿واما ما یعزی الیہ من انہ قال:(لوادرکنی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم،اوادرکتہ لاخذ بکثیر من قولی)فلفظ(النبی)فیہ مصحف من(البتی)ولفظ(صلی اللّٰہ علیہ وسلم)مدرج من الناسخ علٰی ھذا التصحیف–وکان حق التصلیة ان تحذف او تجعل بین قوسین،لیعلم انھا مزیدة–ووقع مثل ھذا التصحیف لبعض الرواة فی حدیثٍ فی عھد احمد فنبھہ علیہ کما ذکرہ الخطیب فی (۲:۸۰)﴾(تانیب الخطیب ص۱۷۴)

توضیح:مذکورہ محرف قول(لوادرکنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اوادرکتہ لاخذ بکثیر من قولی)میں لفظ(نبی)لفظ(بتی)سے مصحف یعنی محرف ہے۔لفظ(صلی اللہ علیہ وسلم)ناسخ یعنی کاتب کا اضافہ ہے۔کاتب کو لفظ(صلی اللہ علیہ وسلم)حذف کرنا چاہئے تھا،کیوں کہ جب وہ اصل میں نہیں تھا تو اضافہ کی ضرورت نہیں تھی،یا اگر کاتب نے اضافہ کیا تھا تو اسے قوسین کے درمیان رکھنا چاہئے تھا،تاکہ معلوم ہوتا کہ یہ اضافی ہے۔اس قسم کی تصحیف امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں راویوں کے ذریعہ حدیث میں ہوئی ہے۔حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر تنبیہ فرمائی۔خطیب بغدادی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔اسی طرح امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول میں تحریف وتصحیف ہوگئی۔

قال الکوثری:﴿ولیس دعوی ان لفظ(النبی)مصحف من(البتی)رأیًا مجردًا،ولا احتمالًا فقط،بل شواھد

الرسالة العاشرة

الحال واصل الحكاية مما لا يدع مجالًا فی هذا الباب–لان ابا حنيفة اتخذه امامًا فی الدين شطرُ الامة بل ثلثاها علٰی تعاقب القرون،تقديرًا منهم لدينه وورعه وعلمه،فمن المحال ان يفوه مثله بما لا يفوه بمثله اشد الزنادقة غواية–بمسمع من الناس فی ذلک العهد،بدون ان يُرفع امره الی ولی الامر فيضرب عنقه،وبدون ان ينفض من حوله الامة وعلماء الامة–هکذا يکون تکذيب شواهد الحال.

واما اصل الحکاية فهو ما رواه ابو سعد بن السمعانی عن سعيد بن ابی الرجاء عن ابی الحسين الاسکاف عن ابی عبد اللّٰه بن منده عن الحارثی الحافظ عن ابی طالب سعيد بن محمد عن الطحاوی عن بکار بن قتيبة عن هلال بن يحيی عن يوسف بن خالد السمتی انه ذکر کيف کان يختلف الٰی مجلس عالم البصرة عثمان بن مسلم البتی،ثم کيف اتصل بابی حنيفة–ثم قال:قال ابو حنيفة:(لو ادرکنی البتی لترک کثيرا من قوله)کما فی"مناقب ابی حنيفة"للموفق المکی(۲:۱۰۲)(تانيب الخطيب ص۱۷۵)

توضیح:محدث کوثری نے رقم فرمایا کہ تصحیف کا قول محض ایک دعویٰ اور ایک احتمال نہیں ہے، بلکہ حالات وواقعات سے اس کے شواہد موجود ہیں۔حالات شاہد ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسا فحش قول صادر نہیں ہوسکتا، کیوں کہ قرون ماضیہ سے تا امروز امت کا تہائی حصہ، بلکہ دوتہائی حصہ نے باب فقہیات میں امام اعظم قدس سرہ القوی کو اپنا امام متبوع تسلیم کیا ہے۔انہیں اپنا پیشوا اور قائد ورہنما ماننے کی وجہ امام اعظم کی دینداری،ان کی تقویٰ شعاری اوران کا علم وفضل ہے۔

اگرایسے معروف ومشہور امام سے ایسا کوئی انتہائی غلط قول صادر ہوتا تو ضرور یہ معاملہ حاکم وقت کے سامنے پیش ہوتا اورانہیں قتل کر دیا جاتا،اورعلمائے امت وعوام مسلمین ان کو اپنا قائد ورہنما نہیں بناتے۔یہ ایسا قول ہے کہ سخت گمراہ وزندیق بھی ایسا نہیں کہتا کہ نبی ورسول اسے پاتے تو اس کے اقوال کو اختیار فرماتے اوراس پر عمل کرتے۔پیغمبران الٰہی کی تعلیم خودرب تعالیٰ کی جانب سے ہوتی ہے۔بنی نوع انسانی اپنی ہدایت کے لیے کسی پیغمبر اور نبی ورسول کے محتاج ہیں۔پیغمبر کسی انسان کے محتاج نہیں ہوتے،وہ دربار الٰہی سے شرعی ودینی احکام پاتے ہیں،جن کی تبلیغ واشاعت وہ بنی آدم کے درمیان فرماتے ہیں،پس حالات اس بات کی تکذیب کرتے ہیں کہ دین اسلام کے ایسے عظیم الشان امام سے ایسی کوئی غلط بات صادر ہو، جوایک ان پڑھ اور جاہل بھی کہنے کی ہمت نہ کر سکے۔

حکایت بھی اس قول کی نفی کرتی ہے۔اس قول (لوادرکنی البتی لاخذ کثیرمن قولی) کا پس منظر یہ ہے کہ یوسف بن خالد بن عمیر سمتی (م۱۹۰ھ) عالم بصرہ عثمان بن مسلم بتی کا شاگرد تھا۔تحصیل علم کے واسطے ان کے پاس آمدورفت رکھتا، پھر یوسف بن خالد سمتی بصرہ سے کوفہ منتقل ہوگیا اورحضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آنے جانے لگا۔اسی درمیان حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا کہ اگر تمہارے استاذ حضرت عثمان بن مسلم بتی مجھے پاتے تو وہ میرے بہت سے اقوال کو اختیار کرتے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ بہت سے فقہا ومحدثین نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہیات کو اختیار فرمایا تھا، پس حکایت کا پس

الرسالة العاشرة

منظر واضح کررہا ہے کہ امام اعظم قدس سرہ القوی کی جانب جو غلط قول منسوب کر دیا گیا، وہ تحریف شدہ ہے۔

یوسف بن خالد سمتی (م ۱۹۰ھ) بصرہ میں فقیہ بصرہ ابو عمرو عثمان بن مسلم بتی (م ۱۴۳ھ) کی خدمت میں بیٹھتا، پھر جب کوفہ آیا تو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درس میں شریک ہوتا، پھر وہ واپس بصرہ چلا گیا، اور اس سے گمرہی صادر ہوئی۔ یہ فرقہ جہمیہ کے ائمہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ یوسف بن خالد سمتی کے بعض احوال مرقومہ ذیل ہیں۔

قال الصیمری:﴿عن ھلال بن ابی یحییٰ قال:رحل یوسف بن خالد السمتی من البصرة الی الکوفة فتفقه عند ابی حنیفة،فلما اراد الخروج الی البصرة–قال له ابو حنیفة:اذا صرت الی البصرة فانک تجیء الیٰ قوم قد تقدمت لھم الرئاسة فلا تعجل بالقعود عند اسطوانة و اتخاذ حلقة،ثم تقول قال ابو حنیفة و قال ابو حنیفة–فانک اذا فعلت ذلک لم تلبث حتی تقام–الخ﴾(اخبار ابی حنیفۃ للصیمری ج ۱ص ۹۵-المکتبۃ الشاملہ)

قال الصیمری:﴿عن علی بن المدینی قال سمعت یوسف بن خالد السمتی یقول:کنا نجالس البتی بالبصرة فلما قدمنا الکوفة جالسنا ابا حنیفة–فاین البحر من السواقی–فلا یقول احد یذکرہ انه رأی مثله–ما کان علیه فی العلم کلفة–و کان محسودا﴾(اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ للصیمری ج ۱ص ۵۰-المکتبۃ الشاملہ)

قسم ہشتم

مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک فقہی مذہب کے اصول وقوانین کے اعتبار سے کسی پر کفر فقہی کا فتویٰ آیا تو دیگر فقہی مذاہب میں اسے قبول نہ کیا گیا۔ امام ابن حجر ہیتمی شافعی (۹۰۹ھ-۹۷۳ھ) نے اس کی بہت سی مثالیں ((الاعلام بقواطع الاسلام)) میں رقم فرمائی ہیں کہ بعض امور فقہائے احناف کے یہاں کفر ہیں، لیکن فقہائے شوافع ان امور کو کفر نہیں مانتے ہیں اور بعض امور میں کسی شرط کے وجود کے وقت کفر مانتے ہیں۔ کبھی ایک ہی مذہب فقہی کے فقہا کسی امر کے کفر ہونے میں اختلاف کرتے ہیں، پس اس قسم کے کفر میں اختلاف ہوتا ہے۔ کفر کلامی میں اختلاف کی گنجائش نہیں۔ البرکات: رسالہ ہشتم، باب دوم وسوم میں تفصیل مرقوم ہے۔

قسم نہم

کسی کے ایمان وکفر سے متعلق روایتوں میں اختلاف کے سبب ایمان وکفر میں اختلاف ہو، جیسے ایمان ابو طالب وکفر یزید میں اختلاف کا سبب دراصل ان دونوں کے ایمان وکفر کو ظاہر کرنے والی روایتوں کا اختلاف ہے۔

ایمان ابو طالب اور مشائخ مارہرہ

سوال: امام احمد رضا قادری نے کفر ابو طالب کو ثابت کیا اور مشائخ مارہرہ اس میں توقف کرتے ہیں تو ان کا حکم کیا ہوگا؟

الرسالة العاشرة

جواب: جناب ابوطالب کے کفر سے متعلق بھی روایت آئی ہے،اور ایمان سے متعلق روایت بھی وارد ہے۔نہ ایمان کی روایت متواتر ہے،نہ ہی کفر کی روایت متواتر ہے۔اگر ایمان کی روایت متواتر ہوتی تو کفر کا قائل کافر ہوتا،اسی طرح اگر کفر کی روایت متواتر ہوتی تو ایمان کا قائل کافر ہوتا،پس ابوطالب کے ایمان وکفر سے متعلق اختلاف ان روایتوں کے سبب ہے۔

یہ معاملہ اسی طرح مختلف فیہ اور مجتہد فیہ ہے،جیسے فقہی مسائل میں اختلاف واجتہاد جاری ہوتا ہے۔چوں کہ راجح قول ابوطالب کا کفر ہے،اسی لیے کفر پر قوی دلائل ہونے کے سبب امام احمد رضا قادری نے اسے اختیار فرمایا۔ہاں،اگر کوئی مرجوح روایتوں کے سبب توقف کرے تو اس پر حکم کفر عائد نہیں ہوگا،جیسے فقہا کے یہاں مجتہد فیہ احکام میں اختلاف ہوتا ہے۔بعض روایت کو حنفی حضرات منسوخ قرار دیتے ہیں،لیکن دیگر فقہی مذاہب میں اس روایت پر عمل ہوتا ہے،کیوں کہ منسوخ ہونے کی روایت متواتر درجہ میں نہیں ہوتی۔

امام احمد رضا قادری نے رقم فرمایا:''بلکہ دونوں کا ثبوت کفر بھی ایک سانہیں۔ابوطالب کے باب میں اگر چہ قول وحق وصواب وہی کفر وعذاب،اوراس کا خلاف مردود وباطل ومطرود،پھر بھی اس حد کا نہیں کہ معاذ اللہ خلاف پر تکفیر کا احتمال ہو،اوران اعداء اللہ کا کافر وابدی جہنمی ہونا تو ضروریات دین سے ہے،جس کا منکر خود ہی جہنمی کافر تو فریقین کا نہ کفر یکساں،نہ ثبوت کفر یکساں،نہ سزا یکساں،ہر جگہ فرق زمین وآسمان تو مماثلت کہاں''؟(فتاویٰ رضویہ ج۲۹-شرح المطالب فی مبحث ابی طالب الفصل الثامن ص۷۴۱)

امام احمد رضا قادری نے مذکورہ بالا عبارت میں ابوطالب کے کفر اوران کفار کے کفر کے درمیان فرق ظاہر فرمایا،جن کا کفر قرآن مجید میں منصوص ہے،جیسے ابلیس کا کفر،ابولہب کا کفر۔جن کا کفر قرآن مقدس میں بطریق مفسر بیان ہوگیا،ان لوگوں کے کفر کا انکار بھی کفر ہے۔ابوطالب کا کفر قرآن مجید میں بطریق مفسر بیان نہیں ہوا،اس لیے ان کے کفر کا منکر کافر نہیں۔

امام احمد رضا قادری نے تحریر فرمایا:''ہاں،ابولہب وابلیس لعنہما اللہ کی مثل کہنا محض افراط،اورخون انصاف کرنا ہے۔ابوطالب کی عمر خدمت وکفالت ونصرت وحمایت حضرت رسالت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتحیۃ میں کٹی،اور یہ ملاعنہ در پردہ وعلانیہ در پے ایذا واضرار رہے۔ کہاں وہ جس کا وظیفہ مدح وستائش ہو،اور کہاں وہ شقی جس کا ورد ذم ونکوہش ہو۔ایک اگر چہ خود محروم اور اسلام سے مصروف،مگر بتسخیر تقدیر نفع اسلام میں مصروف،اور دوسرا مردود ومتمرد وعدو ومعاند،ہمہ تن کسر بیضہ اسلام میں مشغوف۔

ع/ ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا

(ان میں زمین وآسمان کا فرق ہے:ت)

آخر نہ دیکھا جو صحیح حدیث میں ارشاد ہوا کہ ابوطالب پر تمام کفار سے کم عقاب ہے،اور یہ اشقیا ان میں ہیں جن پر اشد العذاب ہے۔ابوطالب کے صرف پاؤں آگ میں ہیں،اور یہ ملاعنہ ان میں کہ:

((لهم من فوقهم ظلل من النار ومن تحتهم ظلل))ان کے اوپر آگ کی تہیں ہیں اوران کے پیچھے آگ کی تہیں۔

((لهم من جهنم مهاد ومن فوقهم غواش))ان کے نیچے آگ کا بچھونا اوراوپر آگ کے لحاف۔

سراپا آگ، ہر طرف سے آگ: والعیاذ باللہ رب العلمین‘‘۔(فتاویٰ رضویہ جلد۲۹ص۷۴۰-جامعہ نظامیہ لاہور)

جناب ابوطالب کا ایمان ضعیف دلائل سے ثابت ہے، جب کہ ان کے کفر پر قوی دلائل ہیں۔امام المحد ثین فی الہند شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ) نے مدارج النبوت میں ان کے ایمان پر بعض دلائل نقل فرمائے ہیں،لیکن ان کے کفر کے دلائل قوی ہیں۔حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت جناب ابوطالب کے ایمان سے متعلق پیش کی جاتی ہے۔شیخ محقق علی الاطلاق محدث دہلوی ودیگر علمائے اسلام نے اسے نقل کیا ہے۔

قال القسطلانی الشافعی:﴿رُوِیَ اَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ لَهٗ عِنْدَ مَوْتِهٖ:((یَا عَمِّ! قُلْ:لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ–کَلِمَةً اِسْتَحَلَّ لَکَ بِهَا الشَّفَاعَةُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ))–فَلَمَّا رَاٰی اَبُوْطَالِبٍ حِرْصَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ–قَالَ لَهٗ:((یَا ابْنَ اَخِیْ!لَوْ لَامَخَافَةُ قُرَیْش–اِنِّیْ اِنَّمَا قُلْتُهَا جَزَعًا مِنَ الْمَوْتِ،لَقُلْتُهَا–لَااَقُوْلُهَا–اِلَّا لِاَسُرَّکَ بِهَا))–فَلَمَّا تَقَارَبَ مِنْ اَبِیْ طَالِبٍ اْلمَوْتُ–نَظَرَ الْعَبَّاسُ اِلَیْهِ یُحَرِّکُ شَفَتَیْهِ–فَاَصْغٰی الیه بِاُذُنِهٖ–فَقَالَ:یَا ابْنَ اَخِیْ! وَاللّٰهِ لَقَدْ قَالَ اَخِیْ الْکَلِمَةَ الَّتِیْ اَمَرْتَهٗ بِهَا–فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:((لَمْ اَسْمَعْ))

کذا فی روایة ابن اسحٰق–اَنَّهٗ اَسْلَمَ عِنْدَ الْمَوْتِ–وَاُجِیْبَ بِاَنَّ شَهَادَةَ الْعَبَّاسِ لِاَبِیْ طَالِبٍ–لَوْ اَدَّاهَا بَعْدَ مَا اَسْلَمَ،کَانَتْ مَقْبُوْلَةً–وَلَمْ تُرَدَّ بِقَوْلِهٖ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ–’’لَمْ اَسْمَعْ‘‘–لِاَنَّ الشَّاهِدَ الْعَدْلَ اِذَا قَالَ:’’سَمِعْتُ‘‘–وَقَالَ مَنْ هُوَاَعْدَلُ مِنْهُ–’’لم اسمع‘‘–اُخِذَ بِقَوْلِ مَنْ اَثْبَتَ السَّمَاعَ–وَلٰکِنَّ الْعَبَّاسَ شَهِدَ بِذٰلِکَ قَبْلَ اَنْ یُسْلِمَ﴾

(المواہب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی ج۲ص۴۰-دارالکتب العلمیہ بیروت)

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ بالا روایت کو نقل کرنے کے بعد رقم فرمایا:

’’بالجملہ قضیہ ابوطالب خالی از غرابت نیست‘‘(مدارج النبوۃ ج۱ص۵۲۴)

یزید پلید کافر ہے یا مومن؟

سوال: یزید پلید کافر ہے یا مومن؟اس کے کفر کے منکر کا کیا حکم ہے؟

جواب: جس طرح ابوطالب کے مومن ہونے کی روایت ضعیف اور مرجوح ہے،اسی طرح یزید کے کفریہ اقوال کی روایت بھی متواتر نہیں ہے۔یزید کے کفریہ اقوال تواتر کے ساتھ ثابت نہ ہو سکے۔

یزید کے بارے میں علمائے اسلام کے تین طبقات ہیں:(۱)بعض حنبلی فقہا نے کفر یزید کا قول کیا ہے۔(۲)امام غزالی شافعی (۴۵۰ھ-۵۰۵ھ) نے یزید کو مومن تسلیم کیا۔(۳)فقہائے احناف یزید کے ایمان وکفر میں توقف کرتے ہیں۔

یزید کا کفر مختلف فیہ ہے۔ہاں، یزید کا فاسق وفاجر ہونا ضروریات اہل سنت میں سے ہے۔

الرسالة العاشرة

یزید پلید کو صالح ومتقی تسلیم کرنا ضروریات اہل سنت کے خلاف ہے۔اس کو متقی تسلیم کرنا ضلالت وبد مذہبی ہے۔

امام احمد رضا قادری نے یزید سے متعلق رقم فرمایا:''مگر اس کے فسق وفجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام رکھنا ضروریات مذہب اہل سنت کے خلاف ہے،ضلالت وبد مذہبی صاف ہے، بلکہ انصافاً یہ اس قلب سے متصور نہیں جس میں محبت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شمہ ہو:((وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون))''۔(فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۱۰۷،۱۰۸-رضا اکیڈمی ممبئی)

یزید کا ظلم وفسق متواتر

امام احمد رضا قادری نے اسماعیل دہلوی کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ یزید کا کفر متواتر نہیں۔بلا تواتر کفر کلامی کی صورت نہیں۔

امام احمد رضا نے تحریر فرمایا:بالجملہ اس طائفہ حائفہ خصوصاً ان کے پیشوا کا حال مثل یزید پلید علیہ ماعلیہ ہے کہ محتاطین نے اس کی تکفیر سے سکوت پسند کیا۔ہاں، یزید مرید اوران کے امام عنید میں اتنا فرق ہے کہ اس خبیث سے ظلم وفسق وفجور متواتر ،مگر کفر متواتر نہیں اور ان حضرت سے یہ سب کلمات کفر اعلیٰ درجہ تواتر ہیں، پھر اگر چہ ہم براہ احتیاط تکفیر سے زبان روکیں،ان کے خسارو بوار کو یہ کیا کم ہے کہ جماہیر ائمہ کرام فقہائے اسلام کے نزدیک ان پر بوجوہ کثیرہ کفر لازم:والعیاذ باللہ القیوم الدائم (سل السیوف الہندیہ:صفحہ اخیرہ)

یزید اور حنبلی فقہا

حنبلی فقہا میں امام ابن عقیل حنبلی نے یزید کے کفر پر اس کے اشعار سے استدلال کیا۔محدث سبط ابن جوزی (۵۸۱ھ-۶۵۴ھ) نے فقیہ ابن عقیل حنبلی کا قول نقل کیا،جس میں انہوں نے یزید کے کفر پر استدلال کیا۔

قال سبط ابن الجوزی:﴿قال ابن عقیل:ومما یدل علی کفرہ وزندقتہ فضلا عن سبہ ولعنہ اشعارہ التی افصح بھا بالالحاد وابان عن خبث الضمائر وسوء الاعتقاد—فمنھا قولہ فی قصیدتہ التی اولھا:الخ﴾

(تذکرۃ الخواص ص ۲۹۰)

توضیح:متقدمین میں شیخ الحنابلہ ابن عقیل:ابوالوفاعلی بن عقیل بن محمد بن عقیل ظفری بغدادی (۴۳۱ھ-۵۱۳ھ) کی جانب سے تکفیر یزید کا قول نظر آتا ہے۔انہوں نے یزید کے کفریہ اشعار سے یزید کے کفر پر استدلال کیا ہے۔یزید کے کفر یہ اقوال متواتر نہیں۔

یزید اور حنفی فقہا

فقہائے احناف میں سے امام ابن ہمام (۷۹۰ھ-۸۶۱ھ) نے یزید کے بارے میں توقف کا قول فرمایا۔امام ابن ہمام سے بہت پہلے ابن عقیل حنبلی بغدادی (۴۳۱ھ-۵۱۳ھ) نے کفر یزید پر استدلال کیا ہے،جیسا کہ سبط ابن جوزی نے اسے بیان کیا۔

(۱)قال الامام ابن الھمام:﴿(و)قد(اختلف فی اکفار یزید ابنہ—فقیل:نعم)لما وقع منہ من الاجتراء علی الذریۃ الطاھرۃ کالامر بقتل الحسین رضی اللہ عنہ وما جری مما ینبو عن سماعہ الطبع ویصم لذکرہ السمع(و

الرسالة العاشرة

قیل: لا اذ لم یثبت لنا عنه تلک الاسباب الموجبة)للکفر(وحقیقة الامر)ای الطریقة الثابتة القویمة فی شأنه (التوقف فیه ورجع امره الی اللّٰه سبحانه)لانه عالم الخفیات والمطلع علٰی مکنونات السرائر،وهواجس الضمائرفلا یتعرض لتکفیره اصلا—وهذا هو الاسلم—واللّٰه سبحانه اعلم﴾

(المسایرۃ مع المسامرۃ ج۲ص۱۶۲-مطبع السعادۃ مصر)

(۲)قال القاری:﴿قال ابن الهمام رحمه اللّٰه:(واختلف فی اکفاریزید—قیل:نَعَمْ)—یعنی لِمَا ورد عَنْهُ مَا یَدُلُّ عَلٰی کُفْرِهٖ مِنْ تَحْلِیْلِ الْخمرِ—وَمِنْ تَفَوُّهِهٖ بَعْدَ قَتْلِ الْحُسَیْنِ وَاَصْحَابِهٖ—اِنِّیْ جَازَیْتُهُمْ بِمَا فَعَلُوْابِاَشْیَاخِ وَصَنَادِیْدِهِمْ فی بدر—وامثال ذلک—ولعله وَجْهُ مَا قَالَ الامام احمد رحمه اللّٰه بتکفیره—بما ثَبَتَ عِنْدَهٗ من نَقْلِ تَقْرِیْرِه—لا لما وقع عنه من الاجتراء علی الزریة الطاهرة کالامر بقتل الحسین وما جری—مما ینبو عن سماعه الطبع ویصم لما ذکره السمع کما علل به شارح کلامه—فانه لیس علی وفق مرامه کما قدمناه فی لعنه—(وقیل: لا—اذ لم یثبت لنا عنه تلک الاسباب الموجبة)ای لکفره—(وحقیقة الامر التوقف فیه ومرجع امره الی اللّٰه سبحانه)﴾(منح الروض الازہرشرح الفقہ الاکبرص۲۲۰-دارالبشائرالاسلامیہ بیروت)

یزید سے متعلق متعارض روایات

حضرت امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مبارک سر جب دمشق دربار یزید میں پہنچا تو بعض روایتوں میں ہے کہ یزید خوش ومسرت ظاہر کیا اور یزید پلید نے ایسے اقوال واشعار کہا،جو اس کے کفر پر دلالت کرتے ہیں۔یزید نے میدان کربلا کی جنگ کو جنگ بدر کا بدلہ قرار دیا،یعنی جس طرح میدان بدر میں بنو ہاشم اور اس کے اتحادیوں نے بنوامیہ اور اس کے اتحادیوں کا قتل کیا تھا،گویا یزید پلید نے میدان کربلا میں بنوامیہ کی جانب سے بنو ہاشم کے جوان وبزرگ کو شہید کیا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ جب سبط پیغمبر سید الشہدا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک دمشق پہنچا تو یزید نے غم والم ظاہر کیا اور عبیداللہ بن زیاد حاکم کوفہ کو برا بھلا کہا۔

چوں کہ دونوں قسم کی روایتوں میں سے کوئی روایت تواتر کے درجہ میں نہیں،اس لیے تعارض روایات کے سبب فقہائے احناف نے یزید کے ایمان وکفر سے کف لسان فرمایا۔

(۱)قال الهیتمی:﴿اعلم ان اهل السنة اختلفوافی تکفیریزید بن معاویة وولِّی عَهْدِه من بعده—فقالت طائفة: انه کافرلقول سبط ابن الجوزی وغیره—المشهورانه لَمَّا جَاءَ رَاسُ الْحُسَیْنِ رضی اللّٰه عنه—جمع اهل الشام وجعل ینکت رأسه بالخیزران—وینشد ابیات الزبعری—لیت اشیاخ ببدرشهدوا—الابیات المعروفة—وزاد فیها بیتین مشتملتین علٰی صریح الکفر﴾(الصواعق المحرقہ ص۳۱۳-استنبول ترکی)

توضیح: مذکورہ بالاعبارت میں ان علما وفقہا کے دلائل کا اجمالی بیان ہے جو کفر یزید کے قائل ہیں۔

(۲) قال الهيتمي: ﴿وقالت طائفة: ليس بكافر لان الاسباب الموجبة للكفر، لم يثبت عندنا منها شيء– والاصل بقائه على اسلامه حتى يعلم ما يخرجه عنه–وما سبق انه المشهور–يعارضه ما حكى ان يزيد لما وصل اليه رأس الحسين–قال: رحمك الله يا حسين! لقد قتلك رجل لم يعرف حق الارحام–وتنكر لابن زياد وقال: قد زرع لي العداوة في قلب البر والفاجر–و رد نساء الحسين ومن بقى من بنيه مع رأسه الى المدينة ليدفن الرأس بها.

وانت خبير بانه لم يثبت موجب واحدة من المقالتين.

والاصل انه مسلم فنأخذ بذلك الاصل– حتى يثبت عندنا ما يوجب الاخراج عنه.

ومن ثم قال جماعة من المحققين ان الطريقة الثابتة القويمة فى شانه التوقف فيه–وتفويض امره الى الله سبحانه–لانه العالم بالخفيات والمطلع علىٰ مكنونات السرائر وهواجس الضمائر–فلا نتعرض لتكفيره اصلًا– لان هذا هو الاحرى والاسلم.

وعلى القول بانه مسلم فهو فاسق شرير سكير جائر﴾ (الصواعق المحرقہ ص۳۱۳، ۳۱۴-استنبول ترکی)

توضیح: مذکورہ بالاعبارت میں ان علما وفقہا کے دلائل کا ذکر ہے، جو ایمان یزید کے قائل ہیں۔اسی طرح ان فقہائے اسلام کے نظریہ کا ذکر بھی ہے جو یزید کے بارے میں توقف فرماتے ہیں۔اسی طرح یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اگر یزید مسلم ہے تو وہ فاسق وفاجر ہے۔

قسم دہم

کسی کی جانب تکفیر کی غلط نسبت کر دی جاتی ہے کہ انہوں نے فلاں کو کافر کہا۔امام اہل سنت نے تمہید ایمان میں رقم فرمایا کہ میری جانب یہ غلط نسبت کر دی گئی کہ میں نے فلاں فلاں اسلاف کرام کو کافر کہا ہے۔

اسی طرح کبھی کسی کافر کو مومن ماننے کی غلط نسبت کسی کی جانب کر دی جاتی ہے، جیسے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز کی جانب فرعون کو مومن ماننے کی نسبت کر دی گئی، پھر مابعد کے متعدد اہل علم نے نقل کر لیا، حالاں کہ یہ انتساب غلط ہے۔

فرعون کے کفر سے متعلق عمدہ بحث شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ) نے ((تکمیل الایمان)) میں رقم فرمائی ہے۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز کی طرف ایمان فرعون کی جو نسبت کی گئی ہے، اس پر بھی کلام فرمایا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ فتوحات مکیہ میں شیخ اکبر قدس سرہ القوی نے فرعون کو اشد کافر لکھا ہے، پھر فصوص الحکم میں فرعون کے ایمان کا قول قابل تعجب ہے۔

(۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے رقم فرمایا: ’’وایشاں نیز در فتوحات مکیہ او را غایت تشنیع واشد تکفیر کردہ اند۔در فتوحات می گویند کہ

الرسالة العاشرة

دوزخ را مراتب ودرکات است۔بعضہا اشد من بعض ودرکہ از درکات اوہست کہ برائے اہل عنود واستکبار برحضرت رب العزت کہ اشد واغلظ انواع کفرست،آفریدہ اند،مثل فرعون واشباہ او-امادریں کتاب یعنی فصوص برخلاف آں گفتہ است۔می گویند کہ ایں جامقصود بیان محتمل آیت قرآنی است (حتی اذاادرکہ الغرق قال:آمنت)(الآیہ)-نہ تحقیق مذہب،ومعتقد ایشاں ہماں ست کہ درفتوحات بیان کردہ اند:واللہ اعلم"۔(تکمیل الایمان ص ۱۰۱-الرحیم اکیڈمی کراچی)

توضیح:مذکورہ بالاعبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ اکبر ابن عربی قدس سرہ العزیز نے فتوحات مکیہ میں فرعون کو سخت کافروں میں شمار کیا ہے۔بعض اہل علم نے فرمایا کہ فصوص الحکم میں آیت مقدسہ میں فرعون کے ایمان کا جو احتمال ظاہر ہوتا ہے،اس احتمال کو بیان فرمایا ہے،اور تکفیر فرعون کے مسئلہ میں ان کا وہی اعتقاد ہے جو فتوحات مکیہ میں ہے۔

دراصل حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابوں میں تحریف بھی ہوئی اور الحاق بھی۔ایسی عبارتیں تحریف والحاق کے قبیل سے شمار کی جائیں گی،کیوں کہ جب ان کی طرف دو نظریہ منسوب ہے تو جو نظریہ اسلام کے موافق ہوگا،اسی کو قبول کیا جائے گا،اور خلاف اسلام نظریہ کو تحریف والحاق کے قبیل سے شمار کیا جائے گا۔علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی (۹۰۹ھ-۹۷۳ھ) نے اپنی کتاب ((الزواجر باقتراف الکبائر)) میں ایسا ہی فرمایا۔علامہ شامی نے فرمایا کہ فرعون کے کفر پر امت کا اجماع ہے۔

(۲)قال الشامی:﴿اجمعوا علی کفر فرعون-واما ایمان البأس،فذهب اهل الحق انه لا ینفع عند الغرغرة ولا عند معاینة عذاب الاستیصال-لقوله تعالی:(فلم یک ینفعهم ایمانهم لما رأوا بأسنا)(سورة غافر:الأية ۵۸) ولذا اجمعوا علٰی کفر فرعون کما رواه الترمذی فی تفسیر سورة یونس،وان خالف فی ذلک الامام العارف المحقق سیدی محی الدین بن عربی فی کتابه:((الفتوحات))

قال العلامة ابن حجر فی الزواجر:فانا وان کنا نعتقد جلالة قائله فهو مردود-فان العصمة لیست الا للانبیاء-مع انه نقل عن بعض کتبه-انه صرح فیها بان فرعون مع هامان وقارون فی النار-واذا اختلف کلام امام فیوخذ بما یوافق الادلة الظاهرة-ویعرض عما خالفها-ثم اطال فی بیان رده﴾(ردالمحتار جلد۴ص ۴۱۶-دارالفکر بیروت)

توضیح:علامہ شامی کی عبارت میں ((فصوص)) کی جگہ ((فتوحات)) مرقوم ہے۔یہ کتابت کی غلطی ہے۔شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز کی کتاب ((فصوص الحکم)) میں ایمان فرعون کا ذکر ہے۔((الفتوحات المکیہ)) میں کفر فرعون کا ذکر ہے۔دراصل ان کی کتاب میں یہودیوں نے تحریف کردی ہے۔اسی محرف نسخے پر لوگ مطلع ہوئے اور بحث کا ایک نیا باب شروع ہوگیا۔

قال الحصفکی:﴿وفی المعروضات المذکورة:ما معناه ان من قال عن فصول الحکم للشیخ محی الدین بن العربی:انه خارج عن الشریعة وقد صنفه للاضلال ومن طالعه ملحد-ما ذا یلزمه؟

اجاب:نعم فیه کلمات تباین الشریعة-وتکلف بعض المتصلفین لارجاعها الی الشرع،لکنا تیقنا ان بعض

الرسالة العاشرة

اليهود افتراها علی الشیخ قدس سرہ-فیجب الاحتیاط بترک مطالعة تلک الکلمات-وقد صدر امر سلطانی بالنهی فیجب الاجتناب من کل وجه :انتهی﴾(الدرالمختار جلد۴ص۴۲۳-دارالفکر بیروت)

توضیح: مذکورہ بالاعبارت سے واضح ہوگیا کہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی (۵۶۰ھ-۶۳۸ھ) کی کتاب (فصوص الحکم) میں تحریف ہوئی ہے،اسی لیے علمائے اسلام نے اس محرف نسخے کے مطالعہ سے منع فرمایا اور پھر شاہی حکم بھی جاری ہوا کہ کوئی اس کا مطالعہ نہ کرے۔

امام احمد رضا قادری کی جانب بھی تکفیر اسلاف کی غلط نسبت کی گئی،جس کا تذکرہ آپ نے خود ہی فرمایا۔

امام احمد رضا نے وہابیہ کے بارے میں رقم فرمایا:''عوام مسلمین کو بھڑکانے اور دن دہاڑے ان پر اندھیری ڈالنے کو یہ چال چلتے ہیں کہ علمائے اہل سنت کے فتوے کا کیا اعتبار۔یہ لوگ ذرا ذرا سی بات پر کافر کہہ دیتے ہیں۔ان کی مشین میں ہمیشہ کفر ہی کے فتوے چھپا کرتے ہیں۔اسماعیل دہلوی کو کافر کہہ دیا،مولوی اسحاق صاحب کو کہہ دیا،مولوی عبدالحیٔ صاحب کو کہہ دیا،پھر جن کی حیا اور بڑھی ہوئی ہے، وہ اتنا اور ملاتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو کہہ دیا،شاہ ولی اللہ صاحب کو کہہ دیا،حاجی امداد اللہ صاحب کو کہہ دیا،مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب کو کہہ دیا،پھر جو پورے ہی حد حیا سے اونچے گزر گئے،وہ یہاں تک بڑھتے ہیں کہ عیاذا باللہ،عیاذا باللہ حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کہہ دیا۔

غرض جسے جس کا معتقد پایا،اس کے سامنے اسی کا نام لے دیا کہ انھوں نے اسے کافر کہہ دیا،یہاں تک کہ ان میں کے بعض بزرگواروں نے مولانا مولوی شاہ محمد حسین صاحب الٰہ آبادی مرحوم ومغفور سے جا کر جڑ دی کہ معاذ اللہ،معاذ اللہ،معاذ اللہ حضرت سیدنا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ کو کافر کہہ دیا۔مولانا کو اللہ تعالیٰ جنت عالیہ عطا فرمائے۔انہوں نے آیہ کریمہ (ان جائکم فاسق بنبأ فتبینوا) پر عمل فرمایا،خط لکھ کر دریافت کیا۔جس پر یہاں سے رسالہ:''انجاء البری عن وسواس المفتری'' لکھ کر ارسال ہوا،اور مولانا نے مفتری کذاب پر لاحول شریف کا تحفہ بھیجا،غرض ہمیشہ ایسے ہی افترا اٹھایا کرتے ہیں''۔

(تمہید ایمان مع فتاویٰ رضویہ ص۳۵۱،۳۵۲-جامعہ نظامیہ لاہور)

قسم یازدہم

کبھی کفر کا لفظ لغوی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسا استعمال ثابت ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانی شافعی (۸۹۸ھ-۹۷۳ھ) نے اہل بدعت اور اہل فسق کو کافر کہنے کی تاویل میں رقم فرمایا:

﴿ومن سماهم کفرة-فانما ذلک علٰی سبیل التشدید والتغلیظ لما هم علیه من الخطأ الفاحش والبدع الشنیعة فشبه ذلک بالکفر لمقاربته له کما ورد فی الحدیث:المراء فی القرآن کفر-وکما ورد:بین العبد وبین الکفر ترک الصلاة-ومن ترک الصلوٰة متعمدًا فقد کفر-واذا قال المسلم للمسلم،یا کافر فقد کفر-لا یزنی

الرسالة العاشرة

الـزانـی حین یزنی وھو مون ونحو ذلک فانه کله ورد علٰی وجه التغلیظ والزجر–فان الشیٔ قد یطلق علی الشیٔ الاخـر بنوع شبه–ولا یقتضی حقیقة الحکم عند التفصیل–کما یقول الشخص لاجنبی:انت اخی او ولدی علی طـریـق التقریب والاکرام،ثم لا یرثه اذا مات ولا یحرم علیه بناته واخواته–وکما یقول الرجل لاٗخر،انا عبدک علی معنی التواضع والطاعة ولا یجوز بذلک القول بیعه ولا امتلاکه:انتھی﴾

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائدالاکابر ج۲ص ۵۲۸-داراحیاءالتراث العربی بیروت)

توضیح:حدیث نبوی میں تارک صلوٰۃ کوکافرکہنا تشدیدوتغلیظ کےطور پر ہے۔وہاں کفرکاوہ معنی مرادنہیں ہوتا ہے جومذہب اسلام میں مرادلیاجاتا ہے،یعنی کفرکااصطلاحی معنی (دائرۂ اسلام سےخارج ہونا) مرادنہیں ہوتا۔

قال القاری:﴿واما روی عن ابی حنیفة رحمه اللّٰه انه قال لجهم:اخرج عنی یاکافر،فمحمول علی التشبیه)

(منح الروض الازہرشرح الفقہ الاکبرص ۱۱۱-دارالبشائرالاسلامیہ بیروت)

توضیح:ملاعلی قاری کےقول(محمول علی التشبیہ) کامفہوم یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نےجہم بن صفوان کوغلط عقائد کےسبب کافروں کےمشابہ قراردیا،اورزجروتنبیہ کےواسطےجہم بن صفوان کوکافرکہا گیا،یعنی اس کےعقائدکافروں کےعقائدکی طرح ہیں۔جہم بن صفوان کوان عقائدباطلہ سےتوبہ ورجوع کرناچاہئے۔اسی طرح ترک صلوٰۃ کواحادیث مبارکہ میں کفرکہا گیا۔

جہم بن صفوان سمرقندی(م۱۲۸ھ) کےعقائدکافروں کےعقائدکےمشابہ ہیں،کیوں کہ جہم بن صفوان اوراس کےمتبعین نے رب تعالیٰ سےان تمام صفات کی نفی کردی جوصفات بندوں میں پائی جاتی ہیں،مثلاً سمع وبصروغیرہ صفات بندوں میں ہیں۔

جب رب تعالیٰ سےتمام صفات کی نفی کردی گئی تواس سےلزومی طورپررب تعالیٰ کی نفی ہوگئی۔اب فرقہ جہمیہ ویساہی ہوگیا،جیسا کہ دہریہ کہ وہ رب تعالیٰ کےوجودکوتسلیم نہیں کرتے۔ہاں،فرقہ جہمیہ کےعقیدہ کےمطابق لزومی طورپررب تعالیٰ کےوجودکی نفی ہوتی ہے اوردہریہ صراحت کےساتھ رب تعالیٰ کےوجودکی نفی کرتے ہیں۔فقہالزوم کفرکےسبب حکم کفرجاری فرمادیتے ہیں۔

فرقہ جہمیہ نےآیت مقدسہ(لیس کمثلہ شئ) سےاستدلال کرتےہوئےان صفات کاانکارکردیا،حالاں کہ بندوں کی صفات اور صفات الٰہیہ میں محض لفظی مشابہت ہے،اورحقائق واوصاف کےاعتبارسےبندوں کی صفات اورصفات الٰہیہ میں کسی طرح کی مماثلت ومشابہت نہیں۔

امام محمدبن عبدالکریم شہرستانی شافعی(۴۷۹ھ-۵۴۸ھ) نےجہم بن صفوان کےبارے میں رقم فرمایا:

﴿وافـق الـمـعتزلة فی نفی الصفات الازلیة وزاد علیهم باشیاء:منها قوله:لا یجوز ان یوصف الباری تعالی بـصـفة یوصف بها خلقه–لان ذلک یقضی تشبیها–فنفی کونه حیا عالما–واثبت کونه قادرا فاعلا خالقا لانه لا یوصف بشیء من خلقه بالقدرة والفعل والخلق﴾ (الملل والنحل ج۱ص ۸۵-دارالمعرفۃ بیروت)

الرسالة العاشرة

توضیح: جس طرح معتزلہ تعدد قدما کے اعتراض سے بچنے کے واسطے رب تعالیٰ سے صفات کی نفی کرتے ہیں اور اہل سنت پر تعدد قدما کا اعتراض کرتے ہیں، اسی طرح جہم بن صفوان بھی بہت سی صفات الٰہیہ کا منکر ہے اور وہ نفی تشبیہ کی غرض سے صفات الٰہیہ کا انکار کرتا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جہم بن صفوان اور مقاتل کے فاسق ہونے کی بھی روایت آئی ہے۔

(عن النضر بن محمد، قال ابو حنیفة: کان جهم ومقاتل فاسقین: افرط هذا فی التشبیه—وهذا فی النفی)

(تانیب الخطیب للکوثری ص۱۰۲)

توضیح: جس طرح کبھی گمراہ کولزوم کفر کے سبب بطور تشدید کافر کہہ دیا جاتا ہے، اسی طرح کبھی ابتدائی مرحلہ میں کفر وارتداد اختیار کرنے والوں کو گمراہ کہہ دیا جاتا ہے، یعنی تعبیر میں نرمی اختیار کی جاتی ہے۔ اسے کافر کی بجائے گمراہ وبدعتی وغیرہ آسان الفاظ کہے جاتے ہیں، لیکن اہل علم کافر کو کافر ہی اعتقاد کرتے ہیں۔

دیوبندیوں کے ساتھ بھی ابتدائی مرحلہ میں تعبیری صورتوں میں نرمی اختیار کی گئی، نیز یہ بھی خیال رہے گمراہ وبدعتی کا اطلاق کافر پر بھی ہوتا ہے۔ سورہ فاتحہ میں ((ضالین)) سے یہود مراد ہیں جو آخری پیغمبر اور دین اسلام کے انکار کے سبب کافر ہیں۔

ترک نماز پر کفر کا اطلاق

﴿عن جابر یقول سمعت النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول: ان بین الرجل وبین الشرک والکفر ترک الصلاة﴾ (صحیح مسلم جلد اول: باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلوٰۃ)

امام نووی شافعی نے حدیث مرقومہ بالا کی شرح میں رقم فرمایا:

﴿وتأولوا قوله صلی اللّٰہ علیه وسلم: (بین العبد وبین الکفر ترک الصلوٰة) علٰی معنی انه یستحق بترک الصلٰوة عقوبة الکافر وهی القتل—او انه محمول علی المستحل—او علٰی انه قد یئول به الی الکفر—او ان فعله فعل الکفار: واللّٰہ اعلم﴾ (شرح النووی علٰی صحیح مسلم جلد اول: باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلوٰۃ)

توضیح: حدیث منقوشہ بالا کی متعدد توضیحات ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ترک نماز کافروں کا فعل ہے کہ کافر نماز نہیں پڑھتے ہیں۔ اب اگر کوئی مومن بھی نماز ترک کرے تو اس کا یہ فعل کفار کے فعل کی طرح ہوگا، اسی ظاہری مشابہت ومماثلت کے سبب ترک نماز کو کفر بتایا گیا، یعنی ترک نماز کافروں کا فعل ہے۔ مذکورہ توضیح کے مطابق ترک نماز کو کفر بتانا مشابہت کی بنیاد پر ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم::والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم::وآلہ العظیم

☆☆☆☆☆

باب ہشتم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم::الحمد رب العٰلمین::والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سید المرسلین::وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

باب ہشتم میں ان امور کی بحث ہے جن کا تعلق حضرات اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان سے ہے،مثلاً کشف والہام،صحو وسکر، وحدۃ الوجود و وحدۃ الشہود،حلول واتحاد،صوفیا اور ملحدین کی تعبیر میں مماثلت وغیرہا امور۔اس باب میں حضرت حسین بن منصور حلاج قدس سرہ القوی سے متعلق تفصیلی مباحث ہیں اور تکرار کفر کے سبب توبہ کے باوجود قتل کے حکم کی وضاحت مرقوم ہے۔

فصل اول

الہام وکشف دلیل شرعی نہیں

(۱)امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد نقشبندی سرہندی(۹۷۱ھ-۱۰۳۴ھ) نے رقم فرمایا:

”پس مقرر شد کہ معتبر در اثبات احکام شرعیہ کتاب وسنت است،وقیاس مجتہداں واجماع امت نیز مثبت احکام است۔بعد ازیں چہار ادلہ شرعیہ ہیچ دلیلے مثبت احکام شرعیہ نمی تواند شد۔الہام مثبت حل وحرمت نبُوَدْ ،وکشف ارباب باطن اثبات فرض وسنت نماید۔ارباب ولایت خاصہ با عامہ مومناں در تقلید مجتہداں برابر اند۔کشوف والہامات ،ایشاں را مزیت نمی بخشد ،واز ربقہ تقلید نمی برآرد، وذو النون وبسطامی وجنید وشبلی با زید وعمر وبکر وخالد کہ از عوام مومناں اند،در تقلید مجتہداں در احکام اجتہادیہ مساوی اند۔آرے مزیت ایں بزرگواراں در امور دیگر است“۔(المنتخبات من المکتوبات ص۲۶۴-مکتوب ۵۵-استنبول ترکی)

ترجمہ:پس ثابت ہوگیا کہ احکام شرعیہ کے اثبات میں کتاب وسنت معتبر ہیں اور مجتہدین کا قیاس اور اجماع امت بھی احکام کو ثابت کرنے والے ہیں۔ان چار ادلہ شرعیہ کے بعد کوئی دلیل ،احکام شرعیہ کو ثابت کرنے والی نہیں ہوسکتی ہے۔الہام حلت وحرمت کو ثابت کرنے والا نہیں ہوتا ہے،اور ارباب باطن کا کشف فرض وسنت کا اثبات نہیں کرتا ہے۔مجتہدین کی تقلید کے بارے میں ارباب ولایت خاصہ عام مومنوں کے برابر ہیں۔کشف والہام ان لوگوں کو خصوصیت عطا نہیں کرتا اور تقلید کے دائرہ سے باہر نہیں لاتا ہے،اور ذوالنون مصری وبایزید بسطامی اور جنید بغدادی وشیخ شبلی احکام اجتہادیہ کے باب میں مجتہدین کی تقلید میں زید وعمر وبکر وخالد کے مساوی ہیں جو کہ عوام مومنین ہیں۔ہاں،ان بزرگوں کی خصوصیت دوسرے امور میں ہے۔

توضیح:حضرات اولیائے کرام میں جو مجتہد نہیں ہیں،ان کو مجتہد کی تقلید لازم ہے۔کشف کے ذریعہ شرعی احکام پر مطلع ہونے کے

سبب تقلید کا حکم ساقط نہیں ہوگا، کیوں کہ اولیائے کرام کے کشف کا صحیح ہونا لازم نہیں، بلکہ اس میں خطا ممکن ہے۔

الہام انبیا والہام اولیا کا فرق

علمائے اصول نے وحی کی دو قسمیں بتائیں۔ وحی ظاہر اور وحی باطن۔ اس کے بعد وحی ظاہر کی تین قسم کیں۔ وحی ظاہر کی تیسری قسم الہام ہے۔ یہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا الہام ہے۔ اس سے مسائل کا استنباط ہوتا ہے۔

حضرات اولیائے کرام کا الہام اس سے مستثنیٰ ہے۔ اولیائے کرام کے کشف والہام سے مسائل کا استنباط نہیں ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ کی جانب سے احکام لے کر حضرات انبیا ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ نے اولیا وعارفین کو یہ منصب عطا نہیں فرمایا۔ اولیائے کرام کے کشف والہام سے مسائل ودلائل کی صرف تائید وتقویت ہوسکتی ہے۔ بعض جاہل متصوفین کشف والہام کا دعویٰ کر کے راہ حق سے گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیے۔

(۱) صدر الشریعہ بخاری (م ۷۴۷ھ) نے الہام نبوی سے متعلق تحریر فرمایا:

{والثالث ما تبدی لقلبه بلاشبهة بالهام اللّٰه تعالٰی ایاه بان اراه بنور من عنده کما قال اللّٰه تعالٰی {لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَا اَرَاکَ اللّٰهُ}وکل ذلک حجةٌ مطلقًا بخلاف الالهام للاولیاء فانه لایکون حجة علٰی غیره}

(التوضیح والتلویح ج ۲ ص ۱۵)

ترجمہ: تیسری قسم وہ ہے جو رب تعالیٰ کے الہام سے نبی کے قلب پر بغیر شک وشبہ کے ظاہر ہو، بایں طور کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے نور سے دکھلائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”تا کہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں اس کے ذریعہ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھلایا“۔ اور یہ تمام مطلقاً حجت ہے برخلاف الہام اولیا کے، کیوں کہ حضرات اولیائے کرام کا الہام اس کے غیر پر حجت نہیں ہے۔

(۲) ملا احمد جیون (۱۰۴۷ھ-۱۱۳۰ھ - ۱۶۳۷ء-۱۷۱۸ء) نے تحریر فرمایا:

{اَوْ تَبَدّٰی لقلبه بلاشبهة بالهام من اللّٰه تعالٰی بان اراه بنور من عنده وهذا هو المسمّٰی بالالهام ویشترک فیه الاولیاء ایضًا–وان کان الهامهم یحتمل الخطاء والصواب والهامه لایحتمل الا الصواب} (نور الانوار ص ۲۱۴)

ترجمہ: یا رب تعالیٰ کے الہام سے نبی کے قلب پر بغیر شک وشبہ کے ظاہر ہو، بایں طور کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے نور سے دکھلائے، اور اسی کا نام الہام رکھا جاتا ہے، اور اس میں اولیائے کرام بھی شریک ہیں، اگر چہ اولیائے کرام کا الہام خطا وصواب کا احتمال رکھتا ہے، اور نبی کا الہام صرف درستگی ہی کا احتمال رکھتا ہے۔

(۳){فالهامه قسم من الوحی یکون حجة متعدیة الٰی عامة الخلق–والهام الاولیاء حجة فی حق انفسهم ان وافق الشریعة–ولم یتعد الٰی غیرهم الا اذا اخذنا بقولهم بطریق الأداب} (نور الانوار ص ۲۱۶)

الرسالة العاشرة

ترجمہ: پس نبی کا الہام وحی کی ایک قسم، عام مخلوق تک متعدی ہونے والی ایک حجت ہے، اور اولیائے کرام کا الہام، ان کے حق میں حجت ہے، اگر شریعت کے موافق ہو، اور یہ الہام ان کے غیر تک متعدی نہ ہوگا، مگر جب ہم ان کے قول کو آداب کے طریقے پر اخذ کریں۔

توضیح: نبی کا الہام وحی کی ایک قسم ہے اور اس سے مسائل شرعیہ کا استنباط ہوگا اور اولیائے کرام کا الہام اگر شریعت اسلامیہ کے موافق ہو تو ولی کو اس پر عمل کرنے کی اجازت ہے، اور اگر خلاف شرع ہو تو وہ الہام شیطانی ہے، اس پر عمل جائز نہیں۔

الہام اولیا اگر صحیح بھی ہو تو اس کے احکام دیگر افراد امت تک متعدی نہ ہوں گے، یعنی دوسروں کو اس پر عمل کرنا ضروری نہیں۔ ہاں، کشف کے موافق شرع ہونے کی صورت میں اس ولی کا ادب کرتے ہوئے ہم نے اس قول کو قبول کیا تو یہ جائز ہے۔ امت مسلمہ کو ان احکام پر عمل کرنا ضروری ہے جو احکام ائمہ مجتہدین نے استخراج فرمایا ہے۔ اولیائے کرام کا کشف والہام شرعی دلیل نہیں۔

(۴) امام نجم الدین عمر بن محمد نسفی حنفی (۴۶۱ھ-۵۳۷ھ) نے حضرات اولیائے کرام کے الہام کے بارے میں تحریر فرمایا:

{والالهام ليس من اسباب المعرفة بصحة الشيء عند اهل الحق} (شرح العقائد النسفیہ ص۲۲)

ترجمہ: اہل حق کے نزدیک الہامِ اولیا کسی شئ کی صحت کی معرفت کے اسباب میں سے نہیں ہے۔

(۵) امام عبد الوہاب شعرانی شافعی (۸۹۸ھ-۹۷۳ھ) نے تحریر فرمایا:

{فان قلت: فَلِاَیِّ شیء لم یوجب العلماء باللّٰه تعالی العمل بما اخذه العالم من طریق الکشف مع کونه ملحَقًا بالنصوص فی الصحة عند بعضهم–فالجواب: لیس عدم ایجاب العلماء العمل بعلوم الکشف من حیث ضعفها ونقصها عما اخذه العالم من طریق النقل الظاهر وانما ذلک للاستغناء عن عدّه فی الموجبات بصرائح ادلة الکتاب والسنة عند القطع بصحته ای ذلک الکشف فانه حینئذ لایکون الا موافقًا لها–اما عند عدم القطع بصحته فمن حیث عدم عصمة الأخذ لذلک العلم فقد یکون دَخَلَ کَشْفَهُ التَّلْبِیْسُ من ابلیس فَاِنَّ اللّٰه تعالٰی قَدْ اَقْدَرَ ابلیسَ کما قال الغزالی وغیره–علٰی ان یقیم للمکاشف صورة المحل الذی یاخذ علمه منه من سماء اوعرش اوکرسی اوقلم اولوح فربما ظن المکاشف ان ذلک العلم عن اللّٰه فاخذ به فَضَلَّ وَاَضَلَّ فَمِنْ هُنَا اَوْجَبُوْا علی المکاشف انه یعرض ما اخذه من العلم من طریق کشفه علی الکتاب والسنة قبل العمل به فان وافق فذاک والاحرم علیه العمل به–فَعُلِمَ ان من اخذ علمه من عین الشریعة من غیر تلبیس فی طریق کشفه فلا یصح منه الرجوع عنه ابدًا ما عاش لموافقته الشریعة التی بین اظهرنا من طریق النقل ضرورة ان الکشف الصحیح لایاتی دائمًا الا موافقًا للشریعة کما هومقرر بین العلماء–واللّٰه اعلم} (میزان الشریعۃ الکبریٰ ج۱ص۱۲)

ترجمہ: پس اگر تم اعتراض کرو کہ علمائے عارفین نے اس پر عمل کرنے کو واجب کیوں نہیں قرار دیا، جسے عالم نے بطریق کشف اخذ

الرسالة العاشرة

کیا باوجودے کہ وہ بعض علما کے نزدیک صحت کے بارے میں نصوص کے ساتھ ملحق ہے، پس جواب یہ ہے کہ علما کا کشف کے علوم پر عمل کو واجب قرار نہ دینا اس کے ان علوم کے اعتبار سے ضعیف وناقص ہونے کے اعتبار سے نہیں ہے، جسے عالم نے نقل ظاہر کے طریقے پر اخذ کیا اور اس کشف کی صحت کے یقینی ہونے کے وقت ایسا (علوم کشفیہ پر عمل کو واجب قرار نہ دینا) کتاب وسنت کی صریح دلیلوں کے سبب علم کشفی کو موجبات میں شمار کرنے سے بے نیازی ہونے کی وجہ سے ہے، اس لیے کہ اس وقت وہ کتاب وسنت کی دلیلوں کے موافق ہی ہوگا، لیکن صحت کے غیر یقینی ہونے کے وقت، پس اس علم کو لینے والے کے غیر معصوم ہونے کی وجہ سے، پس کبھی اس کے کشف میں شیطان کی جانب سے تلبیس کا دخل ہوتا ہے، اس لیے کہ بقول امام غزالی وغیرہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو قدرت عطا فرمائی ہے کہ وہ مکاشف کے لیے اس جگہ کی صورت قائم کردے جہاں سے علم لیا جاتا ہے یعنی آسمان یا عرش یا کرسی یا قلم یا لوح، پس کبھی مکاشف گمان کرتا ہے کہ وہ علم اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور وہ اسے اخذ کرتا ہے تو وہ گمراہ ہوتا ہے اور گمراہ کرتا ہے، پس اسی وجہ سے علما نے مکاشف پر واجب قرار دیا کہ وہ عمل سے پہلے اپنے کشف سے اخذ کیے ہوئے علم کو قرآن وسنت پر پیش کرے، پس اگر موافق ہو تو صحیح ہے، ورنہ اس ولی پر اس کشف پر عمل کرنا حرام ہے، پس معلوم ہوگیا کہ جس نے اپنے علم کو بطریق کشف بغیر تلبیس کے عین شریعت کبریٰ سے اخذ کیا ہے تو اسے اپنے کشف سے رجوع کرنا کبھی بھی درست نہیں جب تک کہ وہ زندہ رہے، اس کشف کے اس شریعت کے موافق ہونے کی وجہ سے جو ہمارے درمیان بطریق نقل موجود ہے، اس بات کے بدیہی ہونے کی وجہ سے کہ کشف صحیح ہمیشہ شریعت کے موافق ہی ہوتا ہے، جیسا کہ علما کے درمیان ثابت شدہ ہے: واللہ تعالیٰ اعلم

توضیح: کشف صحیح ہمیشہ موافق شرع ہوا کرتا ہے، اس لیے اس سے رجوع کرنا جائز نہیں۔ صاحب کشف کے لیے اس پر عمل کرنا ضروری ہے، اور کشف کی صحت وعدم صحت کا علم اس وقت ہوگا جب اس کا تقابل قرآن وحدیث سے کیا جائے۔ اگر وہ قرآن وحدیث کے موافق ہو تو اس وقت کشف پر عمل کرنا درحقیقت شریعت اسلامیہ پر عمل کرنا ہے، ورنہ ''کشف من حیث ہو کشف'' ادلہ شرعیہ میں سے نہیں ہے، اور جب کشف موافق شرع نہ ہو تو یقیناً وہ شیطان کی جانب سے ہے، اور اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔

ولی کا شریعت کے مسائل سے واقف ہونا ضروری ہے۔ خواہ اس نے رسمی تعلیم پائی ہو، یا رب تعالیٰ کی جانب سے علم شریعت کی معرفت عطا کی گئی ہو۔ ہاں، ہر ولی کا مجتہد ہونا ضروری ہے۔ پس جو ولی مجتہد نہ ہو، اس سے تقلید مجتہدین کا حکم مرتفع نہ ہوگا۔

صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی (۱۸۷۸ء-۱۹۴۸ء) نے تحریر فرمایا: ''ولایت بے علم کو نہیں ملتی، خواہ علم بطور ظاہر حاصل کیا ہو یا اس مرتبہ پر پہنچنے سے پیشتر اللہ عزوجل نے اس پر علوم منکشف کردیے ہوں''۔ (بہار شریعت ج اص ۵۵)

کشفی امور کو شریعت پر پیش کرنا: اولیا کا اجماع قطعی

امام احمد رضا قادری نے شریعت وطریقت سے متعلق سوالوں کے جواب میں رقم فرمایا:

الرسالة العاشرۃ

''عمرو کا قول کہ شریعت چند احکام فرض وواجب وحلال وحرام کا نام ہے، محض اندھا پن ہے۔ شریعت تمام احکام جسم وجان وروح وقلب وجملہ علوم الٰہیہ ومعارف نامتناہیہ کو جامع ہے، جن میں سے ایک ایک ٹکڑے کا نام طریقت ومعرفت ہے، ولہٰذا باجماع قطعی جملہ اولیائے کرام تمام حقائق کو شریعت مطہرہ پر عرض کرنا فرض ہے۔ اگر شریعت کے مطابق ہوں، حق ومقبول ہیں، ورنہ مردود ومخذول، تو یقیناً قطعاً شریعت ہی اصل کار ہے۔ شریعت ہی مناط ومدار ہے۔ شریعت ہی محک ومعیار ہے۔ شریعت ''راہ'' کو کہتے ہیں، اور شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کا ترجمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راہ۔ یہ قطعاً عام ومطلق ہے، نہ کہ صرف چند احکام جسمانی سے خاص''۔ (فتاویٰ رضویہ ج۲۱ص۲۳: جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)

توضیح: امام احمد رضا قادری کے مذکورہ بالا اقتباس سے ظاہر ہو گیا کہ ارباب طریقت کو کشف والہام سے جو کچھ حاصل ہو، اس کو شریعت پر پیش کرنا لازم ہے۔ اس پر حضرات اولیائے کرام قدست اسرارہم کا اجماع ہے۔ اگر کشفی والہامی امور موافق شرع ہوں تو اس پر عمل ہوگا، ورنہ وہ کشفی والہامی امور متروک ہوں گے۔ ذیل کی عبارت میں بھی اسی مفہوم کو بیان کیا گیا ہے۔

امام عبد الوہاب شعرانی شافعی (۸۹۸ھ-۹۷۳ھ) نے رقم فرمایا:

{فَمِنْ هُنَا اَوْجَبُوْا على المكاشف انه يعرض ما اخذه من العلم من طريق كشفه على الكتاب والسنة قبل العمل به–فان وافق فذاك والاحرم عليه العمل به} (میزان الشریعۃ الکبریٰ ج۱ص۱۲)

کشف کے خلاف شرع ہونے کا سبب

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا: ''وآں چہ بعضے صوفیہ مخالف ظاہر شریعت کشفہا را بیان می کنند - یا از سہو ست یا از سکر باطن''۔ (مکتوبات امام ربانی جلد اول: مکتوب۱۳ص۱۸-مطبع نول کشور لکھنو)

توضیح: ظاہر شریعت کے خلاف جو کشف ہے۔ اس کی وجہ سکر ہے، یا سہو۔ خواہ سبب کچھ بھی ہو، لیکن خلاف شرع کشف کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ اولیائے کرام کا کشف شرعی دلائل میں سے نہیں ہے کہ کشف سے ظاہر ہونے والے خلاف شرع امر کو قبول کیا جائے۔

خلاف شرع کشف قابل قبول نہیں

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ القوی نے رقم فرمایا: ''مقتدائے معارف ایں صوفیہ کشف والہام ست کہ خطا را بوے راہ است ومصداق صحت کشف والہام مطابقت است باعلوم علمائے اہل سنت۔ اگر سرمو مخالفت است، از دائرۂ صواب بیرون است۔ ہذا ہو العلم الصحیح والحق الصریح فماذا بعد الحق الا الضلال''۔ (مکتوبات امام ربانی جلد اول: مکتوب۱۱۲ص۱۳۳،۱۳۴-مطبع نول کشور لکھنو)

علوم سکر لائق تقلید نہیں

حالت سکر میں ظاہر ہونے والے علوم لائق تقلید نہیں ہیں۔ اولیائے کرام سے جو خلاف شرع امور ظاہر ہوتے ہیں، وہ سکر کے سبب

ظاہر ہوتے ہیں۔اسی طرح سہو کے سبب بھی۔خلاف شرع امور پر نہ ولی کو عمل کی اجازت ہے، نہ کسی دوسرے کو عمل کی اجازت ہے۔

حضرت امام ربانی نے رقم فرمایا:''علوم شرعیہ کہ مصدر آنہا را مرتبہ نبوت است، سراسر صحو است، ومخالف آں علوم ہر چہ باشد، از سکر است، صاحب سکر معذور است۔شایان تقلید علوم صحو است، نہ علوم سکر''۔

(مکتوبات امام ربانی جلد اول:مکتوب ۹۵ ص ۱۱۵-مطبع نول کشور لکھنو)

توضیح:علوم شرعیہ کا ماخذ مرتبہ نبوت ہے، یعنی حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اقوال وفرمودات ہیں۔اگر اولیائے کرام سے ان علوم شرعیہ کے خلاف کچھ ظاہر ہو تو وہ سکر کے سبب ہے اور سکر کے علوم قابل تقلید نہیں ہیں۔

مجدد الف ثانی قدس سرہ القوی نے رقم فرمایا:﴿غیر السکاری غیر معذور فی تقلیدھم-لا عندھم ولا عند اھل الشرع﴾(مکتوبات امام ربانی جلد اول:مکتوب ۲۳ص ۳۲-مطبع نول کشور لکھنو)

توضیح:حالت سکر میں جن امور کا ظہور ہو، ان پر عمل کی اجازت نہیں۔اولیا اور علما ہر طبقہ نے یہی حکم بیان فرمایا۔

حالت سکر میں کفر کی تعریف

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ القوی نے رقم فرمایا:﴿ما وقع فی عبارات بعض المشائخ قدس اللّٰہ تعالٰی اسرارھم فی غلبات السکر من مدح الکفر والشرعیۃ علٰی شد الزنار وامثال ذلک-فمصروف عن الظاھر ومحمول علی التاویل-فان کلام السکاری یحمل ویصرف عن الظاھر المتبادر-فانھم معذورون بغلبۃ السکر فی ارتکاب ھذہ المحظورات﴾(مکتوبات امام ربانی جلد اول:مکتوب ۲۳ص ۳۲-مطبع نول کشور لکھنو)

توضیح:حالت سکر میں سالکین سے کفر اور کفری امور کی مدح سرائی کا ظہور بھی ہوتا ہے۔سکر کے سبب یہ حضرات معذور ہوں گے۔

حالت سکر میں اہل سنت کے خلاف عقائد کا اظہار

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ القوی نے رقم فرمایا:''واز بعضے مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کہ در غلبہ حال وسکر وقت بعضے از علوم ومعارف متضادہ آرائے صائبہ اہل حق بظہور می آیند۔چوں منشائے آں، کشف است، معذور اند۔امید است کہ فردا بآں مواخذہ نمایند۔حکم مجتہد مخطی دارند کہ خطائے او را نیز یک اجر خواہد بود وحق بجانب علمائے اہل حق است:شکر اللہ تعالیٰ سعیہم، زیرا کہ علوم علما مقتبس از مشکوٰۃ نبوت است، علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کہ مؤید است بوحی قطعی۔مقتدائے معارف ایں صوفیہ کشف والہام ست کہ خطا را بوے راہ است ومصداق صحت کشف والہام مطابقت است با علوم علمائے اہل سنت۔اگر سر مو مخالفت است، از دائرۂ صواب بیرون است۔ہذا ہو العلم الصحیح والحق الصریح فماذا بعد الحق الا الضلال''۔(مکتوبات امام ربانی جلد اول:مکتوب ۱۱۲ص ۱۳۳، ۱۳۴-مطبع نول کشور لکھنو)

توضیح:حالت سکر میں کبھی اہل سنت وجماعت کے عقائد کے خلاف عقائد کا بھی اظہار ہوتا ہے۔چوں کہ حالت سکر میں ایسے اقوال

صادر ہوتے ہیں، اس لیے قائلین معذور ہوں گے۔عمل اسی پر ہوگا جو علمائے کرام فرماتے ہیں۔کشف کے صحیح ہونے کا معیار یہ ہے کہ وہ علمائے حق کے اقوال کے موافق ہو۔اگر ذرہ برابر بھی مخالفت ہو تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔

☆☆☆☆☆

فصل دوم

توحید، وحدۃ الوجود اور حلول واتحاد

امام احمد رضا قادری نے رقم فرمایا:''یہاں تین چیزیں ہیں۔توحید، وحدت، اتحاد۔توحید مدار ایمان ہے، اور اس میں شک کفر، اور وحدت وجود حق ہے۔قرآن عظیم واحادیث وارشادات اکابر دین سے ثابت، اور اس کے قائلوں کو کافر کہنا خود شنیع، خبیث کلمہ کفر ہے۔

رہا اتحاد، وہ بے شک زندقہ والحاد اور اس کا قائل ضرور کافر۔اتحاد یہ کہ یہ بھی خدا، وہ بھی خدا، سب خدا۔

ع/ گرفرق مراتب نہ کنی، زندیقی است

حاش للہ-الٰہ، الٰہ ہے، اور عبد، عبد۔ہرگز نہ عبد، الٰہ ہوسکتا ہے، نہ الٰہ عبد، اور وحدت وجود یہ کہ وہ صرف موجود واحد، باقی سب ظلال وعکوس ہیں۔قرآن کریم میں ہے:(کل شیء ھالک الا وجھہ)

صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن ابن ماجہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

(اصدق کلمۃ قالھا الشاعر کلمۃ لبید:الا کل شیء ما خلا اللّٰہ باطل)

سب میں زیادہ سچی بات جو کسی شاعر نے کہی۔لبید کی بات ہے کہ سن لو! اللہ عزوجل کے سوا ہر چیز اپنی ذات میں محض بے حقیقت ہے۔کتب کثیرہ مفصلہ، اصابہ نیز مسند میں ہے۔سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی:

فاشھد ان اللّٰہ لا شیء غیرہ وانک مامون علیٰ کل غائب

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ موجود نہیں، اور حضور جمیع غیوب پر امین ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا۔

اقول: یہاں فرقے تین ہیں:

ایک: خشک اہل ظاہر کہ حق وحقیقت سے بے نصیب محض ہیں۔یہ وجود کو اللہ ومخلوق میں مشترک سمجھے ہیں۔

دوم: اہل حق وحقیقت کہ بمعنی مذکور قائل وحدت وجود ہیں۔

سوم: اہل زندقہ وضلالت کہ الٰہ ومخلوق میں فرق کے منکر اور ہر شخص وشئ کی الوہیت کے مقر ہیں''۔

الرسالة العاشرة

(فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۱۳۲، ۱۳۳ - رضا اکیڈمی ممبئی)

وحدۃ الشہود کا مفہوم

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (۹۷۱ھ-۱۰۳۴ھ) نے اپنے مکتوبات میں توحید وجوی اور توحید شہودی کی عمدہ تشریح فرمائی ہے۔ مجموعہ مکتوبات میں بہت سے خطوط ومکتوبات میں وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کا تذکرہ مرقوم ہے۔ اسی طرح سلوک ومعرفت سے متعلق بے شمار تفاصیل موجود ہیں۔ ان مکتوبات کے سبب باب تصوف کی بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوا۔

وحدۃ الشہود کے مفہوم کو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ والرضوان نے فروغ دیا، اور وحدۃ الوجود کے نظریہ کے سبب جو غلط فہمی پیدا ہوگئی تھی، آپ کی کوششوں اور تحریروں سے اس کا ازالہ ہوگیا۔ آپ کو اسی بنیاد پر الف دوم (ہزار دوم) کا مجدد قرار دیا گیا، یعنی علم تصوف میں اصلاح کے اعتبار سے ہزار دوم کا مجدد کہا گیا۔ دین اسلام اور شریعت اسلامیہ کی تجدید کا تعلق صدی سے ہے، نہ کہ الف سے، جیسا کہ حدیث نبوی میں بھی اس کی صراحت ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ باب تصوف کے بھی مجدد ہیں اور مذہب اسلام کے مجدد بھی۔

{عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ فِیْمَا اَعْلَمُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰی رَأسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ یُجَدِّدُ لَهَا دِیْنَهَا} (سنن ابی داؤد کتاب الملاحم - معرفۃ الآثار والسنن للبیہقی ج ا ص ۲۰۸ - المستدرک علی الصحیحین ج ۲ کتاب الفتن والملاحم - المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۹ ص ۴۶۷)

متقدمین صوفیا میں سے حضرت ذوالنون مصری (م ۲۴۵ھ-۸۵۹ء) نے وحدۃ الوجود کا تذکرہ فرمایا، پھر حضرت حسین بن منصور حلاج (م ۳۰۹ھ-۹۲۲ء) نے اس کا ذکر فرمایا۔ شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی (م ۶۳۸ھ-۱۲۴۰ء) نے بھی اپنی تصانیف میں وحدۃ الوجود کا ذکر فرمایا۔ عام طور پر حضرات اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان ان امور کو بیان کرنے سے احتیاط فرماتے ہیں، کیوں کہ یہ امور عام مومنین کے لیے ناقابل فہم ہیں۔ بوجہ ضرورت بعض صوفیا اور علما نے ان امور کی مختصر توضیح رقم فرمائی ہے۔

واضح رہے کہ وحدۃ الوجود، وحدۃ الشہود وغیرہ امور ہمارے لیے نظریات واصطلاحات ہیں اور سالکین کے لیے مقامات ومنازل ہیں۔ بہتر طریقہ وہی ہے جو اولیائے کرام نے اختیار فرمایا، یعنی عام مومنین کو ان امور کی اطلاع نہ فرمائی، نہ ہی عام مسلمین اس کی فہم کامل کے متحمل ہیں۔ ہاں، اولیائے کرام سے حالت سکر میں بعض ایسے اقوال ایسے صادر ہو جاتے ہیں کہ ان الفاظ واقوال کی تاویل وتشریح کے لیے وحدۃ الوجود، وحدۃ الشہود وغیرہ کی تفہیم کی ضرورت درپیش ہوتی ہے، اسی لیے بقدر ضرورت توضیح وتشریح بیان کردی جاتی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ القوی نے وحدۃ الوجود کو علم الیقین قرار دیا اور وحدۃ الشہود کو عین الیقین فرمایا۔ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کے درمیان بھی ایک منزل ہے۔ وحدۃ الوجود کی منزل کو وجودیت، درمیانی منزل کو ظلیت اور وحدۃ الشہود کی منزل کو عبدیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ حضرت مجدد سرہندی کی تفصیل کے مطابق مقام عبدیت، ولایت کی آخری منزل ہے۔

الرسالة العاشرة

توحید شہودی وتوحید وجودی کا مفہوم

مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ''توحیدے کہ دراثنائے راہ ایں طائفہ علیہ رادست می دہد، دو قسم است، توحید شہودی وتوحید وجودی۔توحید شہودی: یکے دیدن است، یعنی شہود سالک جز یکے نباشد وتوحید وجودی: یک موجود دانستن وغیر او را معدوم انگاشتن۔ وباوجود عدمیت مجالی ومظاہر آں یکے پنداشتن، پس توحید وجودی از قبیل علم الیقین آمد۔ وشہودی از قسم عین الیقین''۔

(مکتوبات امام ربانی جلد اول: مکتوب ۴۳ص ۵۷۔مطبع نول کشور لکھنو)

ترجمہ: وہ توحید جو اس بلند گروہ صوفیہ کو (راہ سلوک میں) میسر آتی ہے، دو قسم ہے: توحید شہودی اور توحید وجودی۔توحید شہودی ایک ذات کو دیکھنا ہے، یعنی سالک کا مشہود صرف ایک ہی ذات ہو، اور توحید وجودی ایک ذات کو موجود جاننا ہے، اور اس کے غیر کو معدوم خیال کرنا، اور معدوم خیال کرنے کے باوجود کائنات کے آئینوں اور مظاہر کو ایک جاننا، پس توحید وجودی علم الیقین کے قبیل سے ہے اور توحید شہودی عین الیقین کی قسم سے ہے۔

مجدد وموجد میں فرق

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ والرضوان علم تصوف کے مجدد ہیں، موجد نہیں ہیں۔مجدد اسلام کوئی جدید مذہب وضع نہیں کرتا، بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات کی تجدید کاری کرتا ہے۔باب تصوف کے مجدد کا بھی یہی طریق کار ہے۔

توحید شہودی کا ذکر متقدمین صوفیائے کرام کے کلام میں بھی موجود ہے، لیکن حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے اس کی ایسی توضیح وتشریح فرمائی کہ اعتراضات دور ہوگئے، اور حلول واتحاد کے نظریہ کا بطلان ہوگیا۔عیسائیت، ہندومت ودیگر مذاہب کی طرح مذہب اسلام کے بعض کلمہ خوانوں نے بھی حلول واتحاد کا نظریہ قبول کرلیا تھا۔مجدد الف ثانی کے جہد مسلسل سے باطل نظریات کافور ہوگئے۔

حضرت مجدد الف ثانی نے رقم فرمایا: ''درعبارات بعضے اکابر قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم العلیہ کہ شہود ذاتی واقع شدہ است، معنی آں بر غیر ارباب کمال ظاہر نیست۔نارسیدگان رافہم آں معنی محال است''۔(مکتوبات امام ربانی جلد اول: مکتوب ۳۸ص ۵۲۔نول کشور لکھنو)

توضیح: حضرات اکابر اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کے کلمات میں توحید شہودی کا ذکر ہے، لیکن ارباب کمال کے علاوہ دوسروں کو اس کا مفہوم سمجھنا محال ہے۔حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ القوی نے قابل فہم الفاظ میں توحید شہودی کا تذکرہ فرمایا۔

سالکین کے تین طبقات

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ والرضوان نے بیان فرمایا کہ سالکین کے تین طبقات ہیں۔ایک طبقہ توحید شہودی کا قائل ہے، یعنی رب تعالیٰ بھی موجود ہے اور دیگر موجودات بھی موجود ہیں۔یہ مقام عبدیت کہلاتا ہے۔یہ تینوں مقامات میں بلند ترین مقام ہے۔

دوسرا طبقہ ظلیت کا قائل ہے، یعنی رب تعالیٰ موجود حقیقی ہے، باقی تمام موجودات اسی کے ظل وعکس ہیں۔یہ مقام ظلیت کہلاتا ہے۔

الرسالة العاشرة

تیسرا طبقہ توحید وجودی کا قائل ہے، یعنی صرف ذات الٰہی موجود ہے، باقی سب معدوم ہیں۔ یہ مقام وجودیت کہلاتا ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا کہ میں شروع میں مقام سوم میں تھا، پھر مقام دوم تک رسائی ہوئی، پھر فضل الٰہی سے آخری منزل یعنی مقام عبدیت سے مجھے سرفراز کیا گیا۔

امام ربانی نے رقم فرمایا: ''درویشے کہ ایں سطور از وے مستفاد گشت، اول معتقد توحید بود۔ از زمان صبی علم ایں توحید داشت و بہ یقین پیوستہ بود۔ ہر چند حال نداشت وچوں دریں راہ درآمد۔ اول راہ توحید منکشف شد و مدتے در مراتب ایں مقام جولان نمود و علوم بسیار کہ مناسب ایں مقام بودند، فائض گشتند ومشکلات وواردات کہ ارباب توحید واردمی شوند، ہمہ مکشوف، وعلوم فائضہ حل شدند۔

بعد از مدتے نسبت دیگر بریں درویش غلبہ آورد و در غلبہ آں در توحید توقف نمود۔ اما ایں توقف بحسن ظن بود، با نکار مدتے متوقف بود۔ آخر الامر با نکار انجامید ونمودند کہ ایں پایہ پایاں است، ورخت بمقام ظلیت برد۔ اما دریں انکار بے اختیار بود ونمی خواست کہ ازاں مقام برآید بواسطہ آں کہ مشائخ عظام بآں مقام اقامت دارند وچوں بمقام ظلیت رسید وخود را وعالم را ظل یافت، چناں کہ طائفہ ثانیہ بآں قائل اند، آرزوئے آں شد کہ کاش کہ ازیں مقام نبرند کہ کمال در وحدت وجودی دانست وایں مقام فی الجملہ باو مناسبت دارد، اتفاقاً از کمال عنایت وغریب نوازی ازاں مقام ہم بالا بردند وبمقام عبدیت رسانیدند۔

ایں زمان کمال ایں مقام درنظر آمد وعلو آں واضح گشت، واز مقامات گزشتہ تائب ومستغفر شد واگر ایں درویش را بایں طریق نمی بردند وفوقیت بعض را از بعض نمی نمودند، تنزل خود را دریں مقام می دانست۔ چہ نزد او بالاتر از توحید مقام دیگر درست نبودہ''۔

(مکتوبات امام ربانی جلد اول: مکتوب ۱۶۰ص ۱۶۲،۱۶۳۔ مطبع نول کشور لکھنو)

توضیح: حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ القوی نے منزل اول کو مقام توحید سے تعبیر فرمایا، منزل دوم کو مقام ظلیت اور منزل سوم کو مقام عبدیت سے تعبیر کیا۔ منزل اول مقام وجودیت ہے۔ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا کہ میں عہد طفولیت سے توحید کا معتقد وقائل تھا۔ اس عہد میں حال وکشف نہیں تھا، یعنی توحید اعتقادی وتوحید علمی ویقینی کے قائل تھے، جیسا کہ ہر مسلمان رب تعالیٰ کی وحدانیت کا اعتقاد ویقین رکھتا ہے۔ جب حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے راہ سلوک میں قدم رکھا تو توحید وجودی کا کشف ہوا، پھر مقام ظلیت تک رسائی ہوئی۔ انجام کار بفضل الٰہی مقام عبدیت سے سرفراز کیے گئے۔ مقام عبدیت توحید شہودی کی منزل ہے۔

توحید وجودی اور صوفیائے متقدمین

صوفیائے متقدمین کے کلام میں توحید وجودی کی مثالیں موجود ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ یہ اقوال اس وقت ان حضرات سے صادر ہوئے، جب وہ توحید وجودی کی منزل میں تھے، پھر جب وہ حضرات اگلی منزلوں کی جانب ترقی کر گئے تو ایسے کلمات صادر نہ ہوئے۔ ہاں، ان اقوال کی حکایت باقی رہ گئی۔ اگر تصانیف میں ایسا کلام تھا تو وہ بھی باقی رہ گیا۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ''پس اقوال بعضے از مشائخ کہ بظاہر بشریعت حقہ مخالف می نمایند وبتوحید

الرسالة العاشرة

وجودی بعضے ازمردم آنہارافرودمی آرند،مثل قول ابن منصورالحلاج ''اناالحق'' وابی یزیدالبسطامی ''سبحانی'' وامثال اینہا،اولیٰ وانسب آں ست کہ بتوحیدشہودی فرودبایدآورد،ومخالفت رادوربایدساخت۔ہرگاہ ماسوائے حق سبحانہ ازنظرشاں مختفی شد،درغلبہ آں حال بایں الفاظ تکلم فرمودندوغیرازحق سبحانہ اثبات نہ نمودندومعنی ''اناالحق'' آں ست کہ حق است،نہ من۔چوں خودرانمی بیند،اثبات نمی کند،نہ آں کہ خودرا می بیندوآں راحق می گوید۔ایں خودکفراست۔ایں جاکسے نگویدکہ اثبات ناکردن بہ نفی نمی کشدوآں بعینہ توحیدوجودی است،زیراکہ گوئیم کہ ازعدم اثبات نفی لازم نمی آید،بلکہ دراں موطن حیرت است۔احکام بتمامہاساقط شدہ اند۔

ودر ''سبحانی'' نیزتنزیہ حق،نہ تنزیہ خودکہ اوبتمامہ ازنظراومرتفع شدہ است۔حکمے باوتعلق نمی گیرد۔وامثال ایں سخناں درمقام عین الیقین کہ مقام حیرت است،بعضے راروی دہدوچوں ازیں مقام گزرانندوبحق الیقین می رسانند،ازامثال ایں کلمات تحاشی می نمایندواز حد اعتدال تجاوزنمی فرمایند''۔(مکتوبات امام ربانی جلداول:مکتوب۴۳ص۵۸۔مطبع نول کشورلکھنو)

توضیح:جب سالکین توحیدوجودی کی منزل میں ہوتے ہیں توان سے ایسے کلمات صادرہوتے ہیں،جن سے حلول واتحادکاوہم ہوتا ہے۔منازل ولایت میں صدیقیت کامقام سکرسے پاک ہوتاہے۔دیگرمنازل میں سکرکےسبب قابل اعتراض اقوال کاصدورہوتاہے۔

صوفیائے متقدمین اورمقام عبدیت

حضرت مجددالف ثانی علیہ الرحمۃ والرضوان مقام عبدیت پرفائزہوئے،اورمتقدمین بھی مقام عبدیت تک رسائی پائے۔بعض محررین نے ایسا تاثردینے کی کوشش کی ہے کہ اس منزل تک صرف حضرت مجددالف ثانی قدس سرہ القوی کی رسائی ہوئی،حالاں کہ حضرت مجددسرہندی نے اپنے مکتوبات میں اولیائے کرام کے مقام عبدیت سے سرفرازکیے جانے کی بات متعددمقامات پررقم فرمائی ہے۔

حضرت مجددالف ثانی قدس سرہ القوی نے رقم فرمایا:''معرفت پناہی قبلہ گاہی حضرت خواجہ ماقدس اللہ تعالیٰ سرہ چندگاہ مشرب توحیدوجودی داشتند،ودررسائل ومکتوبات خودآں رااظہارمی فرمودند۔اماآخرکارحق سبحانہ وتعالیٰ بکمال عنایت خویش ازاں مقام ترقی ارزانی فرمودہ بشاہراہ انداختہ۔ازضیق ایں معرفت خلاصی داد۔میاں عبدالحق کہ یکے ازمخلصان ایشاں اندنقل کردندکہ پیش ازمرض موت ایشاں بیک ہفتہ فرمودہ اندکہ مراعین الیقین معلوم شدکہ توحیدکوچہ ایست تنگ،شاہراہ دیگراست۔پیش ازیں ہم می دانستم،امااکنوں یقینے دیگرحاصل گشت،وایں حقیرنیزچندگاہ درحضرت ایشاں ایں مشرب توحیدداشت ومقدمات کشفیہ درتائیدایں طریق بسیارلائح گشتہ بودند،اما عنایت خداوندی جل سلطانہ ازاں مقام گزرانیدہ بہ مقامے کہ خواست،مشرف گردانید''۔

(مکتوبات امام ربانی جلداول:مکتوب۴۳ص۵۸۔مطبع نول کشورلکھنو)

توضیح:حضرت شیخ مجددعلیہ الرحمہ نے فرمایاکہ میرے شیخ طریقت حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندی علیہ الرحمۃ والرضوان کورب تعالیٰ نے مقام توحیدوجودی سے ترقی عطافرماکراگلی منزل(مقام عبدیت)تک رسائی عطافرمائی۔اسی طرح خودمجھےبھی یہ ترقی عطاہوئی۔

امام ربانی حضرت مجددسرہندی قدس سرہ القوی نےتحریرفرمایا:''اگرگویندکہ درعبارات اکثرمشائخ،چہ نقشبندیہ وچہ غیرایشاں،واقع

الرسالۃ العاشرۃ

شدہ است کہ صریح است در وحدت وجود و قرب و معیت ذاتیہ، و در شہود وحدت در کثرت واحدیت در کثرت۔ جواب گوئیم کہ ایں احوال وشہود در توسط احوال ایشاں را روئے دادہ باشد و بعد ازاں ازیں مقام گزرانیدہ باشد، چنانچہ ایں فقیر از احوال خود در ما تقدم نوشتہ است''۔

(مکتوبات امام ربانی جلد اول: مکتوب ۳۱ ص ۴۳۔ مطبع نول کشور لکھنور)

توضیح: نقشبندی وغیر نقشبندی مشائخ کے کلام میں توحید وجودی کی بات موجود ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب تک یہ نفوس قدسیہ ولایت کی منزل اول یعنی توحید وجودی کے مقام میں تھے، تب ان سے ایسے کلمات کا صدور ہوا، پھر انہیں اس مقام سے اعلیٰ مقام کی طرف ترقی عطا ہوئی۔ اسی قسم کا حال حضرت مجدد سرہندی کے ساتھ پیش آیا کہ شروع میں توحید وجودی کی منزل میں تھے، پھر مجھے ترقی دی گئی۔

مذکورہ بالا دونوں اقتباس سے ظاہر ہو گیا کہ توحید وجودی سے ترقی پانے والے بے شمار اولیائے کرام ہیں۔ توحید وجودی کا مقام منازل ولایت میں سے پہلی منزل ہے۔ رفتہ رفتہ ترقی عطا کی جاتی ہے اور توحید شہودی کی منزل سے سرفراز کیا جاتا ہے۔

ولایت عامہ کے درجات واقسام

حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ سالکین کے تین مراتب ہیں: (۱) ولایت (۲) شہادت (۳) صدیقیت۔

حضرت شیخ سرہندی قدس سرہ القوی نے تحریر فرمایا: ''فوق مقام ولایت، مقام شہادت است و نسبت ولایت بشہادت نسبت تجلی صوری بتجلی ذات است، بل بعد بینہما اکثر من بعد ہذین التجلیین کذا مرۃ۔ وفوق مقام شہادت مقام صدیقیت است۔ تفاوتے کہ میان ایں دو مقام است، اجل من ان یعبر عنہ بعبارۃ واعظم من ان یشار الیہ باشارۃ۔ وفوق آں مقامے نیست الا النبوۃ علیٰ اہلہا الصلوٰۃ والسلام، ونشاید کہ میان صدیقیت ونبوت مقامے بودہ باشد، بلکہ محال است، وایں حکم بحالیت او بکشف صریح صحیح معلوم گشتہ''۔

(مکتوبات امام ربانی جلد اول: مکتوب ۱۸ ص ۲۴۔ مطبع نول کشور لکھنو)

مقام صدیقیت ولایت کے اعلیٰ مراتب میں سے

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ولایت کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا: ولایت، شہادت وصدیقیت۔

دراصل ولایت عامہ کی تین قسمیں ہیں، اور ولایت عامہ کی قسموں میں پہلی قسم کا نام بھی ولایت ہے۔ یہ ایک خاص اور ذیلی قسم ہے۔ ولایت عامہ کی سب سے اعلیٰ قسم صدیقیت ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ القوی نے رقم فرمایا:

''مقام صدیقیت کہ اعلائے مراتب ولایت است''۔ (مکتوبات امام ربانی جلد اول: مکتوب ۱۴۱ ص ۵۴۔ مطبع نول کشور لکھنو)

ولایت خاصہ کے درجات میں مقام عبدیت سب سے اعلیٰ منزل

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے ولایت خاصہ کے تین درجات بیان فرمائے: (۱) وجودیت (۲) ظلیت (۳) عبدیت۔

الرسالة العاشرة

ان تینوں مراتب میں عبدیت سب سے اعلیٰ منزل ہے۔صدیقیت ولایت عامہ کے مراتب میں سب سے اعلیٰ منزل ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ والرضوان نے رقم فرمایا:’’پس لا جرم مقام عبدیت فوق جمیع مقامات باشد۔چہ ایں معنی در عبدیت اتم واکمل است‘‘۔(مکتوبات امام ربانی جلد اول:مکتوب ۹ص ۱۲-مطبع نول کشور لکھنو)

توضیح:ولایت خاصہ کے مقامات میں سب سے بلند مقام عبدیت ہے۔مقام صدیقیت اس بحث سے خارج ہے،کیوں کہ مقام صدیقیت ولایت عامہ کی منازل میں سب سے اعلیٰ منزل ہے۔حضرت مجدد سرہندی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ولایت کو ابتدائی طور پر تین حصوں میں تقسیم کیا۔اس کی پہلی قسم ولایت ہے۔اسی ولایت خاصہ کی آخری منزل عبدیت ہے۔

امام ربانی نے رقم فرمایا:’’نہایت مراتب ولایت مقام عبدیت است،ودر درجات ولایت فوق عبدیت مقامے نیست‘‘۔
(مکتوبات امام ربانی جلد اول:مکتوب ۳۰ص ۳۹-مطبع نول کشور لکھنو)

مقامات قرب کے اعتبار سے اذکار ووظائف

وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہو دقرب الٰہی کے مقامات ومنازل ہیں،جو یکے بعد دیگرے حاصل ہوتے ہیں۔حضرات اولیائے کرام اپنے مشاہدات وواردات کو بیان نہیں فرماتے،کیوں کہ وہ امور عام مومنین کی فہم سے بالاتر ہوتے ہیں۔اگر بیان کیے جائیں تو مناسب الفاظ وتعبیرات موجود نہیں ہیں،اسی لیے ان مقامات کی تعبیرات سے حلول واتحاد کا شبہہ ہونے لگتا ہے۔قرب الٰہی کے مقامات ومنازل میں تین منازل مشہور ہیں:(۱)ابتدائی منزل(۲)سیر الی اللہ کی منزل(۳)سیر فی اللہ کی منزل۔

قال الهيتمی ناقلًا عن بعض مشائخ الطريقة النقشبندية:﴿ان الذكر ثلث مراتب فی السلوک–ففی الاولٰى يقدر:(لامعبود الا اللّٰه)–وفی الثانية التی هی مرتبة السير اِلَى اللّٰهِ يقدر:(لامقصود الا اللّٰه)–وفی المرتبة الثالثة وهی السيرفی اللّٰه،وهی مقام المنتهين يقدر:(لاموجود الااللّٰه)–فهو ما لم ينته السالک فی السير فی اللّٰه ،وذَكَرَ(لا موجود الا اللّٰه)فهو كفرصريح–اَیْ رُبَّمَا اَدّٰى اِلَيْهِ كَمَا لَا يَخْفٰى–فَاَطْلَقَهٗ مُبَالَغَةً فِی الزَّجْرِ وَالتَّنْفِيْرِ لِمَنْ يَدَّعِیْ هٰذِهِ الْمَرْتَبَةَ بِالْبَاطِلِ–فَتَأَمَّلْهُ﴾(الفتاوی الحدیثیہ ص ۲۴۰-دار الفکر بیروت)

توضیح:سالک کو اپنی منزل کے اعتبار سے ذکر الٰہی کی پابندی کرنی لازم ہے۔جو سیر فی اللہ کی منزل میں نہیں ہیں،ان کے لیے(لا موجود الا اللہ)کے ذکر کی اجازت نہیں ہے۔

توحید یعنی صرف اللہ تعالیٰ کو معبود برحق ماننا ہر ایک مسلمان کے لیے فرض ہے۔اس کا مفہوم بھی بدیہی اور محتاج تشریح نہیں۔وحدت الوجود علم تصوف کی ایک اصطلاح ہے اور یہ ایک منزل ہے جہاں سالکین کی رسائی ہوتی ہے۔اس کا مفہوم یہ ہے کہ رب تعالیٰ کے علاوہ جو بھی موجود ہے،اس کا وجود دراصل رب تعالیٰ کے وجود کا ظل وعکس ہے۔حلول واتحاد کا عقیدہ کفر وزندقہ ہے۔حلول واتحاد یہ ہے کہ ہر ایک موجود کو خدا تصور کیا جائے اور یہ عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں میں حلول ہوتا ہے۔یہ عقیدہ نصاریٰ اور غالی شیعہ کا ہے۔صوفیائے کرام سے

الرسالة العاشرة

حالت سکر میں بعض ایسے اقوال صادر ہوئے کہ جن سے حلول واتحاد کا شبہہ ہوتا ہے، حالاں کہ وہ اس الزام سے بری ہیں۔

سکر وصحو کے حالات واحکام

حضرات اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کو سکر وصحو کی کیفیت لاحق ہوتی ہے۔حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اصحاب صحو ہیں۔اس بحث میں مقربین بارگاہ الٰہی یعنی حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور حضرات اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا صحو مراد ہے۔عام مسلمین کا صحو اس بحث سے خارج ہے۔عوام مسلمین یعنی غیر عارفین کا صحو اور مقربین کا صحو دو متغایر امر ہیں۔

مقام صدیقیت ،صحو کی منزل

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا:''در مادون مقام صدیقیت ہر مقامے کہ باشد،نحوے از سکر متحقق است۔صحو تمام در مقام صدیقیت است،وبس''۔(مکتوبات امام ربانی جلد اول:مکتوب ۱۴۱ص ۵۵-مطبع نول کشور لکھنو)

توضیح:منازل ولایت میں سب سے بلند منزل صدیقیت ہے۔اس منزل میں سکر مفقود ہوتا ہے۔سکر کے سبب جو بظاہر خلاف شرع امور صادر ہوتے ہیں،وہ مقام صدیقیت میں ظاہر نہیں ہوتے،کیوں کہ منزل صدیقیت صحو کی منزل ہے۔مقام صدیقیت کے علاوہ ولایت کے دیگر منازل میں کچھ سکر موجود ہوتا ہے۔

مقام صدیقیت میں علوم شرعیہ سے کامل موافقت

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا:''موافقت معارف باطن با علوم شرعیہ ظاہر بتمام وکمال بحدے کہ در حقیر وفقیر مجال مخالفت نماند،در مقام صدیقیت است کہ بالاتر مقام ولایت است۔فوق مقام صدیقیت مقام نبوت است''۔

(مکتوبات امام ربانی جلد اول:مکتوب ۱۴۱ص ۵۵-مطبع نول کشور لکھنو)

توضیح:مقام صدیقیت میں شریعت کے ظاہری علوم سے کامل مطابقت پائی جاتی ہے۔ولایت کے دیگر درجات میں سکر کے سبب کچھ مخالفت ممکن ہے۔توحید وجودی کی منزل میں حلول واتحاد کے قول کا ظہور ہوتا ہے۔دیگر منازل میں بھی قدرے سکر ہوتا ہے۔کمال صحو کی منزل منصب نبوت ہے۔منزل صدیقیت میں گر چہ شریعت سے مخالفت متصور نہیں،لیکن منزل نبوت کی طرح کمال صحو بھی نہیں ہوتا۔

منصب نبوت میں سکر کا شبہہ نہیں

منصب نبوت سکر سے بالکل پاک اور منزہ ہوتا ہے۔حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام قوم کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوئے،اس لیے رب تعالیٰ نے ان نفوس قدسیہ کو سکر سے محفوظ رکھا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''ہر چند صحو بیش تر باشد،افاضہ علوم موافق شریعت غرا می افتد،چہ کمال صحو انبیا را

الرسالۃ العاشرۃ

بودعلیہم الصلوۃ والسلام ومعارفے کہ از ایشاں سر برزدہ اند،شرائع است وعقائدے کہ درذات وصفات بیان فرمودہ اند،ومخالف ظاہر آں از بقیہ سکر است‘‘۔(مکتوبات امام ربانی جلداول:مکتوب۲ص۵-مطبع نول کشور لکھنو)

کشف کے خلاف شرع ہونے کا سبب

حضرت مجددالف ثانی قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا:’’وآں چہ بعضے صوفیہ مخالف ظاہر شریعت کشفہا را بیان می کنند-یا از سہوست یا از سکر باطن‘‘۔(مکتوبات امام ربانی جلداول:مکتوب۱۳ص۱۸-مطبع نول کشور لکھنو)

توضیح:ظاہر شریعت کے خلاف جو کشف ہے۔اس کی وجہ سکر ہے،یا سہو۔خواہ سبب کچھ بھی ہو،لیکن خلاف شرع کشف کو قبول نہیں کیا جائے گا۔کشف والہام،شرعی دلائل میں سے نہیں ہے کہ کشف سے ظاہر ہونے والے خلاف شرع امر کو قبول کیا جائے۔

خلاف شرع کشف قابل قبول نہیں

حضرت مجددالف ثانی قدس سرہ القوی نے رقم فرمایا:’’مقتدائے معارف ایں صوفیہ کشف والہام ست کہ خطا را بوے راہ است ومصداق صحت کشف والہام مطابقت است باعلوم علمائے اہل سنت۔اگر سر مو مخالفت است،از دائرۂ صواب بیرون است۔ہذا ہو العلم الصحیح والحق الصریح فماذا بعد الحق الا الضلال‘‘۔(مکتوبات امام ربانی جلداول:مکتوب۱۱۲ص۱۳۳،۱۳۴-مطبع نول کشور لکھنو)

صحو عوام اور صحو عارفین

عوام الناس کا صحو اور عارفین وانبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کا صحو دونوں مغایر شئ ہے۔

حضرت مجددالف ثانی قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا:’’صحوے کہ عوام الناس راست،از مبحث خارج است‘‘۔

(مکتوبات امام ربانی جلداول:مکتوب۹۵ص۱۱۵-مطبع نول کشور لکھنو)

علوم سکر لائق تقلید نہیں

حالت سکر میں ظاہر ہونے والے علوم لائق تقلید نہیں ہیں۔حضرت امام ربانی نے رقم فرمایا:’’علوم شرعیہ کہ مصدر آنہا را مرتبہ نبوت است،سراسر صحو است،ومخالف آں علوم ہر چہ باشد،از سکر است۔صاحب سکر معذور است۔شایان تقلید علوم صحو است،نہ علوم سکر‘‘۔

(مکتوبات امام ربانی جلداول:مکتوب۹۵ص۱۱۵-مطبع نول کشور لکھنو)

توضیح:علوم شرعیہ کا ماخذ مرتبہ نبوت ہے،یعنی حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے اقوال وفرمودات ہیں۔اگر اولیائے کرام سے ان علوم شرعیہ کے خلاف کچھ ظاہر ہو تو وہ سکر کے سبب ہے اور سکر کے علوم قابل تقلید نہیں ہیں۔

حضرت امام ربانی مجددالف ثانی قدس سرہ القوی نے رقم فرمایا:﴿غیر السکاری غیر معذور فی تقلیدھم-لا عندھم ولا عند اھل الشرع﴾(مکتوبات امام ربانی جلداول:مکتوب۲۳ص۳۲-مطبع نول کشور لکھنو)

الرسالة العاشرة

توضیح: حالت سکر میں جن امور کا ظہور ہو، ان پر عمل کی اجازت نہیں۔ اس پر اولیا اور علما ہر دو طبقہ کا اتفاق ہے۔

حالت سکر میں کفر کی تعریف

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ القوی نے رقم فرمایا:﴿ما وقع فی عبارات بعض المشائخ قدس اللّٰہ تعالیٰ اسرارھم فی غلبات السکر من مدح الکفر والشرعیة علیٰ شد الزنار وامثال ذلک فمصروف عن الظاھر ومحمول علی التاویل—فان کلام السکاری یحمل ویصرف عن الظاھر المتبادر—فانھم معذورون بغلبة السکر فی ارتکاب ھذہ المحظورات﴾(مکتوبات امام ربانی جلد اول: مکتوب ۲۳ص ۳۲-مطبع نول کشور لکھنو)

توضیح: حالت سکر میں سالکین سے کفر اور کفریات کی مدح سرائی کا ظہور بھی ہوتا ہے۔ سکر کے سبب یہ حضرات معذور ہوں گے۔

حالت سکر میں اہل سنت کے خلاف عقائد کا اظہار

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ القوی نے رقم فرمایا:''واز بعضے مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کہ در غلبہ حال وسکر وقت بعضے از علوم ومعارف متضادہ آرائے صائبہ اہل حق بظہور می آیند۔ چوں منشائے آں، کشف است، معذور اند۔ امید است کہ فردا آں مواخذہ نمایند۔ حکم مجتہد مخطی دارند کہ خطائے او را نیز یک اجر خواہد بود وحق بجانب علمائے اہل حق است: شکر اللہ تعالیٰ سعیہم، زیرا کہ علوم علما مقتبس از مشکوٰۃ نبوت است، علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کہ مؤید است بوحی قطعی۔ مقتدائے معارف ایں صوفیہ کشف والہام ست کہ خطا را بوے راہ است ومصداق صحت کشف والہام مطابقت است با علوم علمائے اہل سنت۔ اگر سرمو مخالفت است، از دائرۂ صواب بیرون است۔ ہذا ہو العلم الصحیح والحق الصریح فماذا بعد الحق الا الضلال''۔(مکتوبات امام ربانی جلد اول: مکتوب ۱۱۲ص ۱۳۳، ۱۳۴-مطبع نول کشور لکھنو)

توضیح: حالت سکر میں کبھی اہل سنت وجماعت کے عقائد کے خلاف عقائد کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ چوں کہ حالت سکر میں ایسے اقوال صادر ہوتے ہیں، اس لیے قائلین معذور ہوں گے۔ عمل اسی پر ہوگا جو علمائے کرام فرماتے ہیں۔ کشف کے صحیح ہونے کا معیار یہ ہے کہ وہ علمائے حق کے اقوال کے موافق ہو۔ اگر ذرہ برابر بھی مخالفت ہو تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔

حالت سکر کی تشریح

صوفیائے کرام سے حالت سکر میں بعض ایسے الفاظ صادر ہوتے ہیں، جن سے حلول واتحاد کا شبہہ ہوتا ہے۔ علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی مکی(۹۰۹ھ-۹۷۴ھ) نے شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ القوی کی (عوارف المعارف) سے نقل کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

﴿وما حکی عن ابی یزید رضی اللّٰہ عنہ من قولہ(سبحانی)حَاشَا اللّٰہ اَنْ یُعْتَقَدَ فِیْ اَبِیْ یَزِیْدَ اَنْ یَقُوْلَ مِثْلَ ذٰلِکَ—اِلَّاعَلٰی مَعْنَی الْحِکَایَةِ عَنِ اللّٰہِ تَعَالٰی—قَالَ: وذلک مما ینبغی ان یُعْتَقَدَ فِیْ الْحَلَّاجِ رَحِمَہُ اللّٰہُ فی قولہ(انا الحق)—ثانیھا: اَنَّ ذٰلِکَ وَقَعَ منھم فی حالة الغیبة والسکر الناشئین عن الفناء فی المحبة والشھود لِمَوَارِدِ

الرسالة العاشرة

اَلْاَحْوَالِ الْمُزْعِجَةِ لِلْقَلْبِ الْاٰخِذَةِ له من صحوه وتمييزه.

اَ لَا تَرٰی اَنَّ بَعْضَ الْهُمُوْمِ اَوِ الْوَارِدَاتِ الدُّنْیَوِیَّةَ اذا وردت علی القلب–اَذْهَلَتْهُ وَاَذْهَبَتْ تَمْیِیْزَهٗ لِشِدَّةِ تَمَکُّنِّهَا مِنْهُ–واستغراقه فی فکره وخطرها–فَاِنَّهٗ اِذَا کَانَ هٰذَا فِی الامور السافلة التی لاتقاوم جناح بعوضة–فکیف بِوَارِدَاتِ الْحَقِّ عَلَی الْقُلُوْبِ–ولواعج المحبة المذهلة عن کل مطلوب ومرغوب–وعوالم الملکوت المنکشفة لهم فی منازلاتهم ومشاهدة عجائب القدرة فی ترقیاتهم–فَاِنَّ ذٰلِکَ لَایبقی فی القلب شعورًا وَلَا تَمْیِیْزًا–بل یصیر صاحبه کالسکران الثمل–فحینئذ ینطق بما رسخ فی خلده قبل–ویرجع بطبعه قهرًا علیه الٰی مکان یلحظه ویعول علیه–فینطق لِسَانُهٗ بطبق تلک الاحوال–لٰکِنْ بِعِبَارَاتٍ لَا یُقْصَدُ بِهَا مَا یُوْهِمُهٗ ظَاهِرُهَا–مِنْ اِتِّحَادٍ اَوْ حُلُوْلٍ اَوْ اَنْحِلَال–فَتَأَمَّلْ ذٰلِکَ–وَعَوِّلْ عَلَیْهِ،تَسْلِمُ–وکل سُکْرٍ نَشَأَ عَنْ سَبَبٍ جَائِزٍ فَصَاحِبُهٗ غَیْرُ مُکَلَّفٍ–وَمِمَّنْ اِعْتَمَدَ هٰذَا الْمَسْلَکَ اَلْقُطْبُ الرَّبَّانِیُّ عَبْدُ الْقَادِرِ الْجِیْلَانِیُّ–نَفَعَ اللّٰهُ بِهٖ–الخ﴾

(الفتاوی الحدیثیہ ص۲۲۴-دارالفکر بیروت)

تعبیر میں مشابہت ومماثلت

متقدمین ومتاخرین ائمہ صوفیا کے بعض کلمات سے حلول واتحاد کا وہم ہوتا ہے،لیکن یہ ان کی مراد نہیں ہوتی۔

قال الہیتمی:﴿ان ما وقع فی کلمات بعض المتقدمین والمتأخرین من ائمة الصوفیاء مما یُوْهِمُ حُلُوْلًا وَ اِتِّحَادًا–لیس مرادهم ذلک﴾(الفتاوی الحدیثیہ ص۲۳۹-دارالفکر بیروت)

توضیح:جب سالکین فنا فی اللہ کے رتبہ تک پہنچ جاتے ہیں تو اس مقام کے احوال وکیفیات کی تعبیر کے لیے مناسب الفاظ میسر نہیں ہوتے۔جب وہ ان احوال وکیفیات کی تعبیر کرتے ہیں تو یہ تعبیر اصحاب حلول واتحاد کے احوال کی تعبیر کے مشابہ ہو جاتی ہے۔

قال التفتازانی:﴿وَحِیْنَئِذٍ رُبَّمَا یَصْدُرُ عَنِ الْوَلِیِّ عِبَارَاتٌ تُشْعِرُ بِالْحُلُوْلِ اَوِالْاِتِّحَادِ–لِقُصُوْرِ الْعِبَارَةِ عَنْ بَیَانِ تِلْکَ الْحَالِ–وَبُعْدِ الْکَشْفِ عَنْهَا بِالْمِثَالِ﴾(الفتاوی الحدیثیہ ص۲۴۰-دارالفکر بیروت)

(۳)علامہ ابن حجر شافعی(۹۰۹ھ-۹۷۴ھ)نے علامہ سعد الدین تفتازانی(۷۲۲ھ-۷۹۲ھ)سے نقل کرتے ہوئے رقم فرمایا:

﴿ان اللفظ المصطلح علیه حقیقةٌ عِنْدَ اَهْلِهٖ فیما اصطلحوا علیه–وَاِنَّ الْعَارِفَ اِذَا اِسْتَغْرَقَ فِیْ بِحَارِ التَّوْحِیْدِ–رُبَّمَا صَدَرَتْ عَنْهُ عِبَارَاتٌ تُوْهِمُ الْحُلُوْلَ وَالْاِتِّحَادَ–وَلَا حُلُوْلَ وَلَا اِتِّحَادَ﴾

(الفتاوی الحدیثیہ ص۳۸-دارالفکر بیروت)

قال الہیتمی:﴿وانما الذی ینبغی اَنْ یُعْتَنٰی بِتَحْقِیْقِهٖ وتحریره وحفظه وتقریره–هُوَ اَنَّ مَا وَقَعَ فِیْ کَلِمَاتِ

الرسالة العاشرة

بَعْضِ الْمُتَقَدِّمِيْنَ وَالْمُتَاَخِّرِيْنَ مِنْ اَئِمَّةِ الصُّوْفِيَّةِ مِمَّا يُوْهِمُ حُلُوْلًا وَاِتِّحَادًا—لَيْسَ مرادهم ذلک بالنسبة لاحوالهم واصطلاحهم.

ومن ثم قال العلامة المحقق زمام المتاخرين فی العلوم الحکمية والنقلية السعد التفتازانی:''اِنَّ السَّالِکَ اِذَا انْتَهٰی سُلُوْکُهٗ اِلَی اللّٰہ تَعَالٰی—اَیْ اِلٰی مَرْتَبَةٍ مِنْ قُرْبِهٖ وَشُهُوْدِهٖ—وَفِی اللّٰہِ تَعَالٰی—اَیْ وَفِیْ بُلُوْغِ رِضَاهُ وما يؤمله من حضرته العلية—يستغرق فی بحار التوحيد والعرفان—بحيث تضمحل ای باعتبار الشهود—لا الحقيقة—ذَاتُهٗ فِیْ ذَاتِهٖ—وصفاته فی صفاته—ويغيب عن کل ما سواه—وَلَا يَرٰی فِی الْوُجُوْدِ اِلَّااللّٰہَ تَعَالٰی—قَالَ:وَهٰذَا هوالَّذِیْ يُسَمُّوْنَهٗ((الفناء فی التوحيد))—واليه يشير الحديث الْاِلٰهِيُّ:((لَا يَزَالُ عَبْدِیْ يَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ—فاذا احببته—کنت سمعه يسمع به—وبصره الذی يبصربه—ويده يبطش بها......الحديث))—وحنيئذ ربما يصدر عن الولی عباراتٌ تُشْعِرُ بِالْحُلُوْلِ اَوِالْاِتِّحَادِ—لِقُصُوْرِالْعِبَارَةِ عَنْ بَيَانِ تِلْکَ الْحَالِ—وَبُعْدِ الْکَشْفِ عَنْهَا بِالْمِثَالِ.

قال:ونحن عَلٰی ساحل التمنی نغترف من بحرالتوحيد بقدرالامکان—ونعترف ان طريق الفناء،فيه العيان دون البرهان.

قال:وهنا مذهب ثَانٍ يُوْهِمُ ذٰلِکَ وَلَيْسَ مِنْهُ اَيْضًا—وهو ان الواجب هو الوجود المطلق—وهو واحد،لا کَثْرَةَ فِيْهِ اَصْلًا—وَاِنَّمَا الْکَثْرَةُ فِی الْاِضَافَاتِ والتعينات التی هی بمنزلة الخيال والسراب—اِذِ الْکُلُّ فِی الْحَقِيْقَةِ وَاحِدٌ—يَتَکَرَّرُعَلٰی مَظَاهِرِلَابِطَرِيْقِ الْمُخَالَطَةِ—وَيَتَکَثَّرُ فِی الْبَوَاطِنِ—لَابِطَرِيْقِ الْاِنْقِسَامِ—فَلَاحُلُوْلَ وَلَااِتِّحَادَ—لِعَدَمِ الْاِثْنَيْنِيَّةِ وَالْغَيْرِيَّةِ—انتهٰی کلام السعد رحمه اللّٰہُ تَعَالٰی.

وَبِهٖ يُعْلَمُ اَنَّ مَا يَقَعُ مِنْ کَلِمَاتِ الْقَوْمِ—لَاسِيَّمَا اِبْنِ عَرَبِیٍّ وَاِبْنِ الْفَارِضِ وَاَتْبَاعِهِمَا رَحِمَهُمُ اللّٰہُ وَنَفَعَ بِهِمْ—فِیْ حَضْرَاتِ التَّوْحِيْدِ،مُنَزَّلٌ عَلٰی مَا ذَکَرَهُ السَّعْدُ رَحِمَهُ اللّٰہُ تَعَالٰی﴾(الفتاوی الحدیثیہ ص۲۴۰-دارالفکر بیروت)

تعبیر میں مماثلت اور مفہوم میں مغایرت

وحدۃ الوجود حق وصحیح ہے،اور یہ حلول واتحاد کے مغایر ہے۔رب تعالیٰ کی ذات وصفات میں اتحاد وحلول محال ہے۔اس بارے میں حضرات صوفیائے کرام اور اصحاب حلول واتحاد کا عقیدہ ایک دوسرے کے مباین ہے،گرچہ الفاظ وعبارات میں مماثلت پائی جاتی ہے۔

قال الهيتمی:﴿واياک ان تقع فی ورطة الاعتراض عليهم—فتتسابق اسهم القواطع اليک—فانهم برآءُ من ذلک،مُنَزَّهُوْنَ عَنْهُ—اِذْ هُمْ اَکْمَلُ الْخَلْقِ عَقْلًا وَمَعْرِفَةً—فکيف يتوهمون ما هو بديهی البطلان—وبيان ذلک ان الاتحاد—بعد ما قام من البراهين المقررة فی کتب الحکمة والکلام عَلٰی امتناع اتحاد الاثنين—هو يستلزم

الرسالة العاشرة

كون الواجب هو الممكن وعكسه—وذلک محال بالضرورة.

واما الحلول فوجوه:(۱)الاول:ان الحال فی الشیء یفتقر الیه فی الجملة—سواء کان حلول جسم فی مکان—او عرض فی جوهر—اوصورة فی مادة،کما هو رأی الحکماء—اوصفة فی موصوف—والافتقار الی الغیر ینافی الوجوب—ومن ذلک حلول الامتزاج کالماء فی الورد—فانه من خواص الاجسام—وهی مفتقرة الی الغیر.

(۲)الثانی:ان الحلول فی الغیران لم یکن صفة کمال،وجب نفیه عن الواجب—وَاِلَّا لَزِمَ کَوْنُ الْوَاجِبِ مُسْتَکْمِلًا بالغیر—وهو باطل.

(۳)الثالث:لوحل فی جسم علٰی مَا زَعَمَ بَعْضُ الْمُلْحِدِیْنَ الذین لاعقول لهم ولادین—فاما ان یحل فی جمیع اجزائه،فیلزم الانقسام—او فی جزء منه فیکون اصغر الاشیاء—وکلاهما باطل بالضرورة والاعتراف—والادلة علٰی ذلک کثیرة—مَحَلُّ بَسْطِهَا کُتُبُ الْکَلَامِ.

وَاِذَا بَانَ وَاتَّضَحَ بُطْلَانُ الْحُلُوْلِ وَالْاِتِّحَادِ—وامتناعهما علی الذات فکذا علی الصفات—لاستحالة انتقال صفة الذات المختصة بها الٰی غیرها—فَرَأسُ الْقَائِلِیْنَ بِهَا النَّصَارٰی—وبعض المنتسبین اِلَی الْاِسْلَامِ کَغُلَاةِ الشِّیْعَةِ—قالوا:لَا یَمْتَنِعُ ظُهُوْرُ الرُّوْحَانِیِّ فی الجسمانی—کجبریل فی صورة دحیة—وکالجنی فی صورة اِنْسِیٍّ—وَحِیْنَئِذٍ فَلَا یَبْعَدُ اَنْ یَظْهَرَ اللّٰهُ—سبحانه تَعَالٰی عَمَّا یَقُوْلُ الظَّالِمُوْنَ الْجَاهِلُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا—فی صورة بعض الکاملین—و اولی الناس بذلک عَلِیٌّ رضی اللّٰهُ عنه—واولاده الذین هم خیرالبریة رضی اللّٰه عنهم—واطالوا فی هذه الترهات البدیهیة البطلان—لکن لفساد عقولهم حَتّٰی صَارُوْا کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا،رَاجَتْ عَلَیْهِمْ—حَتّٰی حَسِبُوْا اَنَّهُمْ عَلٰی حَقٍّ فزَلُّوْا وَاَزَلُّوْاوَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا—وَکَفَرَتُهُمْ یَزْعَمُوْنَ اَنَّهُمْ من عداد الصوفیة—وَلَیْسُوْا کَمَا زَعَمُوْا—بل هم من عداد الحمقاء الذین لایدرون ما یقولون—وَلَایعون ما یزعمون—فَهُمْ اَضَلُّ مِنَ الْحَیْوَانِ وَاَحْمَقُ مِنَ الْفَرَاشِ الَّتِیْ تَرْمِیْ نَفْسَهَا اِلَی النِّیْرَانَ﴾(الفتاوی الحدیثیہ ص۲۳۹-دارالفکر بیروت)

قول حلاج کی تاویل

حضرات صوفیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان میں حضرت حسین بن منصور حلاج قدس سرہ العزیز سے ایسے اقوال صادر ہوئے جو بظاہر حلول واتحاد کو بتاتے ہیں،اسی لیے ان کی زندگی میں بھی ان کی سخت مخالفت ہوئی،اورانجام کارانہیں بطور تعزیر قتل کیا گیا۔

قال القاری:﴿واستدل بعضهم علٰی کُفْرِهٖ بِمَا حُکِیَ عَنْهُ—انه کان یقول:مَنْ هَذَّبَ نَفْسَهٗ بِالطَّاعَةِ وصبر عن اللذة والشهوة وَصَفَا حَتّٰی لَایبقی فیه شائبة من البشریة—حل فیه روح الْاِلٰهِ—کما حل فی عیسٰی علیه السلام—

الرسالة العاشرة

قیل:وَلَا یُرِیْدُ بِذٰلِکَ مَا یَعْتَقِدُہُ النَّصَارٰی فِیْ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامِ:واللّٰہ اعلم—وَاِنَّمَا اَرَادَ اَنْ تَکُوْنَ اَفْعَالُہٗ کُلُّھَا فِعْلُ اللّٰہِ تَعَالٰی کَمَا یُشِیْرُ اِلَیْہِ الْحَدِیْثُ الْقُدْسِیُّ—والکلام الانسی—لَا یَزَالُ الْعَبْدُ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبُّہٗ—فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ،کُنْتُ سَمْعَہٗ وَبَصَرَہٗ وَیَدَہٗ:الحدیث—وھذا،وَاِنْ صَحَّتْ تَوْبَتُہٗ—فَلَا شَکَّ اَنَّہٗ عَاشَ سَعِیْدًا وَمَاتَ شَھِیْدًا﴾

(شرح الشفاء للقاری ج۴ص۵۳۷-دار الکتاب العربی بیروت)

توضیح:حضرت حلاج قدس سرہ العزیز سے بعض قابل اعتراض باتیں حالت سکر میں صادر ہوئیں۔اسی طرح حالت صحو میں بھی بعض قابل اعتراض کلمات کا صدور ہوا۔علما وفقہا کے اعتراض کے بعد حضرت حسین بن منصور حلاج علیہ الرحمۃ والرضوان نے توبہ بھی کی،لیکن چوں کہ کئی بار ایسا حادثہ ہوا،اس لیے تکرار کفر کے سبب آخری مرتبہ توبہ قبول نہ کی گئی،اور فقہائے مالکیہ نے بطور تعزیر قتل کا حکم دیا۔

ملحدین کے یہاں حلول واتحاد کا مفہوم

ایک طبقہ حلول واتحاد کا قائل ہے۔یہ صوفیائے کرام کے علاوہ ایک گمراہ جماعت ہے۔یہ لوگ اعتقاد رکھتے ہیں کہ رب تعالیٰ کا بندوں میں حلول ہوتا ہے،جیسے کچی لکڑی میں پانی کا حلول ہوتا ہے کہ جب لکڑی نچوڑی جائے تو پانی ظاہر ہوتا ہے۔یہ کفر خالص ہے۔

بعض اولیائے صادقین کے اقوال سے بھی بظاہر ایسا متبادر ہوتا ہے،لیکن یہ ان کی مراد نہیں۔

قال الھیتمی:﴿ومن جملۃ خرافاتھم وکذبھم وجھالاتھم—قَوْلُھُمْ اِنَّ السَّالِکَ اِذَا اَمْعَنَ فِیْ سُلُوْکِہٖ—وخاض لجۃ الوصول—یحل اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَقَدَّسَ عَنْ مِرْیَۃِ الْمُفْتَرِیْنَ،فیہ—کما تحل النارفی الجمر—بحیث لا یتمایز—اویتحد بحیث لااثنینیۃ وَلَاتَغَایُرَ—وَصَحَّ اَنْ یَقُوْلَ:ھُوَاَنَا وَاَنَا ھُوَ—وَحِیْنَئِذٍ یَرْتَفِعُ الْاَمْرُ وَالنَّھْیُ—وَیَظْھَرُ مِنَ الْغَرَائِبِ وَالْعَجَائِبِ—مَا لَایَصِحُّ اَنْ یَکُوْنَ مِنَ الْبَشَرِ—وفَسَادُ ھٰذَا کَالَّذِیْ قَبْلَہٗ غَنِیٌّ عَنِ الْاِیْضَاحِ وَالْبَیَانِ﴾

(الفتاوی الحدیثیہ ص۲۳۹-دار الفکر بیروت)

اصحاب حلول واتحاد کے نظریہ کی تشریح

علامہ علی قاری حنفی اور علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی نے اصحاب حلول واتحاد کے نظریہ کی تشریح اور اس کا ابطال کیا ہے۔

قال القاری:﴿(لدعواہ الالٰھِیَّۃِ وَالْقَوْلِ بِالْحُلُوْلِ) کغیرہ من المتصوفۃ المتصفۃ بسمۃ الاسلام من الوجودیۃ وغیرھم—قالوا:ان السالک اذا وصل—فربما حَلَّ اللّٰہُ فیہ کالماء فی العود الاخضر—بحیث لَا تَمَایُزَ وَلَا تَغَایُرَ وَلَا اِثْنَیْنِیَّۃَ—وَصَحَّ اَنْ یَقُوْلَ:ھوانا وانا ھو—مع امتناعہ حقیقۃً لِصَیْرُوْرَۃِ اَحَدِ شَیْئَیْنِ بعینہ الاٰخر—وَالْاٰخَرُ بِعَیْنِہٖ ھُوَ—لِحُکْمِ الْعَقْلِ ضَرُوْرَۃً—بِدُوْنِ اِحْتِیَاجٍ اِلٰی حُجَّۃٍ—وَلَایمتنع مجازًا—بِاَنْ یَکُوْنَ بِطَرِیْقٍ وَاحِدَۃٍ—اما اتصالیۃ کجمع مائین فی اناء واحد—واجتماعیۃ کامتزاج ماء وتراب حتی صار طینًا—واما بطریق کون وفساد

كصيرورة ماء بالغيلان هواءً واحدًا—واستحالةٍ اَیْ تَغَیُّرٍ کَصَیْرُوْرَةِ جِسْمٍ بَعْدَ کَوْنِهٖ سَوَادًا بَیَاضًا اَوْعَکْسِهٖ.

وَھٰذَا کُلُّهٗ فِیْ حَقِّ اللّٰهِ تَعَالٰی محالٌ—لِتَنَزُّهِهٖ عن الحلول والاتصال والانفصال—وما للتراب ورب الارباب—وانما هو انعكاس نور من انواره وسر من اسراره—ویلمح فی قلب السالک المتصف بالتخلیة والتحلیة و كمال التصفية—فقد يتوهم انه حل فيه—كما يتوهم الطفل انه یر ی الشمس فی الماء﴾(شرح الشفاج۴ص ۵۳۷)

قال الخفاجی:﴿(ودعواہ الحلول)ای ان اللّٰه یحل فی بعض الناس ویظهر بصورته—كما ظهر جبرئیل علیه الصلٰوة والسلام بصورة دحیة رضی اللّٰه عنه—اویسری فیه سریان الماء فی العود الاخضر—کَمَا قَالَ بَعض الملحدین—وهو امر باطل—زَیَّنَهٗ لَهُمُ الشَّیْطَانُ—ولیس هذا وحدة الوجود التی ذهب الیها الصوفیة—کَمَا بَیَّنَهُ السید الشریف فی شرح التجرید﴾ (نسیم الریاض ج۴ص ۵۳۷-دارالکتاب العربی بیروت)

☆☆☆☆☆

فصل سوم

حضرت حسین بن منصور حلاج قدس سرہ العزیز کے حالات

حضرت حسین بن منصور حلاج قدس سرہ العزیز شیخ المشائخ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلامذہ میں سے تھے۔

حضرت حسین بن منصور حلاج (۸۵۸ء-۹۲۲ء) کی شہرت ''منصور انا الحق'' کے لقب سے ہے۔

اظہار وکتمان

حضرت حلاج قدس سرہ العزیز سے مقام کتمان کی جگہ اظہار واقع ہوا۔یہ آپ کی لغزش تھی۔

قال الخفاجی:﴿وَصَحَّ عن الشبلی انه قال: کُنْتُ اَنَا وَالْحَلَّاجُ شَیْئًا وَاحِدًا—اِلَّا اَنَّهٗ اَظْهَرَوَ کَتَمْتُ﴾

(نسیم الریاض ج۴ص ۵۳۸-دارالکتاب العربی بیروت)

قال القاری:﴿یُقَالُ اَنَّهٗ قَالَ یَوْمًا لِلْجُنَیْدِ:(اَنَا الْحَقُّ)فَقَالَ لَهُ الْجُنَیْدُ:(اَنْتَ بِالْحَقِّ)ای خشیة تفسد—فَکُوْشِفَ فِیْهِ لِمَا یَؤُوْلُ حَالُهٗ مِنَ الصَّلْبِ﴾(شرح الشفاء للقاری ج۴ص ۵۳۷-دارالکتاب العربی بیروت)

توضیح: حضرت حسین بن منصور حلاج علیہ الرحمۃ والرضوان سے چند ایسے کلمات صادر ہوئے، جو بظاہر شریعت اسلامیہ کے خلاف تھے۔ایسا متعدد بار ہوا۔سوال ہونے پر آپ غیر شرعی امور کرتے،اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ امور حالت سکر میں صادر ہوئے۔آخری مرتبہ بھی آپ نے انکار وتوبہ کی،لیکن بطور تعزیر آپ کا قتل ہوا۔فقہائے مالکیہ نے کفریہ کلمات کی تکرار اور بار بار صدور کے سبب آخری

الرسالة العاشرة

مرتبہ توبہ قبول نہ کی،اور مذہب مالکیہ کے مطابق قتل کا حکم صادر ہوا۔کفریہ کلمات کی تکرار کے سبب دیگر فقہی مذاہب میں بھی قتل کا حکم ہے۔

تکرار کفر کے باوجود متکلمین کے یہاں توبہ قبول ہوگی اور قائل پر حکم قتل نہیں ہوگا۔ہاں،شاتم رسول کے حق میں متکلمین بھی توبہ قبول نہیں کرتے ہیں اور حکم قتل جاری کرتے ہیں،گرچہ مجرم توبہ کر لے۔اس کا تفصیلی بیان البرکات:رسالہ اول،باب سوم میں ہے۔

حضرت حسین بن منصور حلاج علیہ الرحمہ نے آخری مرتبہ توبہ کی،لیکن فقہائے مالکیہ نے ان کی توبہ قبول نہ کی۔آپ کا قتل عباسی خلیفہ مقتدر باللہ(۲۸۲ھ-۳۲۰ھ)کے عہد میں قاضی القضاۃ ابو عمر مالکی(م۳۲۰ھ)کے فتویٰ کے مطابق مقتدر باللہ کے حکم سے منگل کے دن ۲۳:ذی قعدہ کو سال ۳۰۹ھ میں ہوئی۔(شرح الشفا للقاری ج۴ص۵۳۷-دار الکتاب العربی بیروت)

انا الحق کی تاویل صحیح

امام احمد رضا قادری نے رقم فرمایا:''حضرت حسین منصور''انا الحق''نہیں کہتے تھے،بلکہ''انا الاحق''۔ابتلائے الٰہی کے لیے سامعین کی فہم کی غلطی تھی۔ان کی بہن اکابر اولیائے کرام سے تھیں۔ہر روز اخیر شب میں جنگل کو تشریف لے جاتیں،اور عبادت الٰہی میں مشغول ہوتیں۔ایک روز حضرت حسین منصور کی آنکھ کھلی اور بہن کو نہ پایا۔شیطان نے شبہہ ڈالا۔دوسری رات قصداً جاگتے رہے۔جب وہ اپنے وقت معمول پر اٹھ کر باہر چلیں۔یہ آہستہ اٹھ کر پیچھے ہو لیے۔وہ جنگل میں پہنچیں اور عبادت میں مشغول ہوئیں۔یہ پیڑوں کی آڑ میں چھپے دیکھتے تھے۔قریب صبح انہوں نے دیکھا کہ آسمان سے سونے کی زنجیر میں یاقوت کا جام اترا،اور وہ ان کی بہن کے دہن مبارک کے پاس آ گیا۔انہوں نے پینا شروع کیا۔یہ بے چین ہوئے اور چلا کر کہا:بہن!تمہیں خدا کی قسم،تھوڑا میرے لیے بھی چھوڑ دو۔انہوں نے صرف ایک جرعہ ان کے لیے چھوڑا،جس کے پیتے ہی ان کو ہر شجر وحجر ودرو دیوار سے آواز آنے لگی کہ کون اس کا زیادہ احق ہے کہ ہماری راہ میں قتل کیا جائے۔یہ اس کا جواب دیتے۔''انا الاحق''بے شک میں احق ہوں۔لوگوں نے کچھ سنا اور جو منظور تھا،واقع ہوا''۔

(فتاویٰ رضویہ جلد دوازدہم ص۱۹۷-رضا اکیڈمی ممبئی)

ملا علی قاری حنفی(۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ)نے تحریر فرمایا:﴿ان قولہ"انا الحق"لیس بظاهر فی دعوی الالوهیة،لان الحق یاتی بمعنی الثابت وضد الباطل—هذا—وَقَدْ اِعْتَذَرَ الْغَزَالِیُّ فی مشكاة الانوار عن الالفاظ التی كانت تَصْدُرُ مِنْهُ﴾

(شرح الشفاء للقاری ج۴ص۵۳۷-دار الکتاب العربی بیروت)

ترجمہ:حضرت حلاج کا قول''انا الحق''معبودیت کے دعویٰ میں ظاہر نہیں ہے،اس لیے کہ حق(کا لفظ)ثابت اور ضد باطل کے معنی میں آتا ہے۔اسے یاد کر لو۔امام محمد غزالی شافعی نے مشکات الانوار میں ان الفاظ کی تاویل پیش کی ہے جو حلاج سے صادر ہوتے تھے۔

توضیح:اگر یہی تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت حلاج قدس سرہ القوی''انا الحق''فرمایا کرتے تھے تو اس سے بھی الوہیت کا دعویٰ مراد لینا متعین نہیں۔حق کا لفظ متعدد معانی میں مشترک ہے۔لفظ حق کا اطلاق رب تعالیٰ کے لیے بھی ہوتا ہے اور صحیح وصادق کے لیے بھی،مثلاً یہ قول حق ہے،یعنی واقع اور حقیقت کے مطابق ہے۔غلط یا جھوٹ نہیں ہے۔

الرسالة العاشرة

حضرت حلاج علیہ الرحمۃ والرضوان کو دعویٰ الوہیت اور حلول واتحاد کے قول کے سبب دوبار گرفتار کیا گیا تھا۔دعویٰ الوہیت کے بارے میں اہل تحقیق کا قول یہ ہے کہ وہ حالت سکر میں صادر ہوا،کیوں کہ اگر وہ حالت صحو میں صادر ہوتا تو حضرت حلاج خود کو خدا سمجھتے اور رب تعالیٰ کی طاعت وبندگی نہیں کرتے،حالاں کہ روایتوں میں ہے کہ وہ بہت زیادہ نوافل پڑھتے تھے،یہاں تک کہ قید میں بھی ہر رات ایک ہزار رکعت نوافل ادا کرتے تھے۔رب تعالیٰ کی عبادت سے واضح ہو جاتا ہے کہ وہ خود کو معبود نہیں،بلکہ عابد وعبد سمجھتے تھے۔

حلول واتحاد کا قول بھی حضرت حلاج علیہ الرحمۃ والرضوان کی جانب منسوب ہے،لیکن یہاں حلول کا وہ مفہوم مراد نہیں جو اہل ضلالت کے یہاں مراد لیا جاتا ہے۔حلول واتحاد سے جو مفہوم حضرت حلاج قدس سرہ العزیز کی مراد ہے،اس کی تفصیل ملا علی قاری حنفی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) کی شرح شفا کے حوالے سے ماقبل میں مرقوم ہوئی۔

حضرت حلاج کی گرفتاری کا سبب

حضرت حلاج علیہ الرحمۃ والرضوان (۸۵۸ء-۹۲۲ء) کی گرفتاری کا سبب ان کا دعویٰ الوہیت اور حلول واتحاد کا قول تھا۔

حضرت حسین بن منصور حلاج قدس سرہ العزیز کی دوبار گرفتاری ہوئی تھی۔پہلی بار طویل مدت تک قید کی سزا کے بعد رہائی ہوئی۔

دوسری بار خلافت عباسیہ کے وزیر حامد بن عباس (م۳۲۱ھ) کے حکم پر گرفتاری ہوئی۔چند ماہ قید میں رہے،پھر قتل کی سزا دی گئی۔

پہلی مرتبہ امیر ابوالحسین علی بن احمد راسبی (م۳۰۱ھ) نے آپ کو گرفتار کر کے بغداد بھیجا تھا۔علی بن احمد راسبی،واسط سے جندیسا پور اور سوس سے شہر زور تک کے علاقوں کے حاکم تھے۔بہت بہادر اور کافی مالدار تھے۔سال ۳۰۱ھ میں وفات ہوئی۔

قال الذہبی:﴿قال الصولی:اول من اوقع بالحلاج الامیر ابو الحسین علی بن احمد الراسبی-وادخله بغداد وغلامًا له علٰی جملین،قد شهرهما فی سنة احدی وثلاث مأة-وکتب معهما کتابًا-ان البینة قامت عندی ان الحلاج یدعی الربوبیة ویقول بالحلول-فحبس مدة﴾(سیر اعلام النبلاء ج۱۴ص۳۴۷-مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

توضیح:پہلی بار امیر ابوالحسین علی بن احمد راسبی نے حضرت حلاج کو گرفتار کیا اور انہیں بغداد بھیجا اور ساتھ میں ایک مکتوب بھی بھیجا کہ میرے پاس ان کا دعویٰ الوہیت اور اتحاد وحلول کا قول گواہوں سے ثابت ہو چکا ہے۔اس مرتبہ طویل مدت تک آپ کو قید میں رکھا گیا۔

قال صلاح الدین الصفدی(۶۹۶ھ-۷۶۴ھ):﴿وکان قد قبض علیه بالسوس-وحمل الی علی بن احمد الراسبی-فاقدمه الی الحضرة،فجری ما جری﴾(الوافی بالوفیات ج۴ص۲۹۷-المکتبۃ الشاملہ)

توضیح:حضرت حلاج کی پہلی گرفتاری سال ۳۰۱ھ میں ہوئی تھی۔آپ کو سوس میں گرفتار کر کے حاکم علی بن احمد راسبی کے پاس بھیجا گیا تھا۔اس نے آپ کو دربار خلافت میں بغداد بھیج دیا۔دوسری گرفتاری سال ۳۰۸ھ میں ہوئی۔قریباً ڈیڑھ سال قید میں رکھا گیا،پھر ماہ ذی قعدہ ۳۰۹ھ میں خلیفہ مقتدر باللہ کے حکم سے آپ کو قتل کیا گیا۔

قال الذہبی:﴿وقفت علٰی تالیف ابی عبد اللّٰہ بن باکویه الشیرازی فی حال الحلاج،فقال:حدثنی حمد

الرسالة العاشرة

بن الحلاج–ان نصرا القشوری لما اعتقل ابی،استأذن المقتدر ان یبنی له بیتًا فی الحبس–فبنی له دارًا صغیرة بجنب الحبس وسدوا باب الدار وعملوا حوالیه سورا–وفتحوا بابه الی الحبس–وکان الناس یدخلون علیه سنة،ثم منعوا–فبقی خمسة اشهر لایدخل علیه احد،الا مرة رأیت اباالعباس بن عطاء دخل علیه بالحیلة–ورأیت مرة ابا عبد اللّٰه بن خفیف–وانا برا عند والدی–ثم حبسونی معه شهرین–ولی یومئذ ثمانیة عشر عامًا﴾

(سیر اعلام النبلاء ج۱۴ص۳۴۹-مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

حضرت حلاج کی توبہ اور عدم قبولیت

قاضی عیاض مالکی (۴۷۶ھ-۵۴۴ھ) نے تحریر فرمایا:﴿اجمع فقهاء بغداد اَیَّامَ الْمُقْتَدِرِ من المالکیة وقاضی قضاتها ابو عُمَرَ الْمَالِکِیِّ عَلٰی قَتْلِ الْحَلَّاجِ وَصَلْبِهٖ لِدَعْوَاه الالٰهِیَّةِ والقول بالحلول–وقوله:اَنَا الْحَقُّ–مَعَ تَمَسُّکِهٖ فی الظاهر بالشریعة–ولم یقبلوا توبته﴾ (الشفاء ج۲ص۲۹۸)

ترجمہ:حضرت حلاج کے بظاہر شریعت پر پابندی کے باوجود خلیفہ مقتدر باللہ کے عہد میں بغداد کے مالکی فقہا اور ان کے قاضی القضاۃ حضرت ابوعمر مالکی کا حضرت حلاج کے معبودیت کا دعویٰ کرنے،حلول واتحاد کا قول کرنے اور ان کے قول ''انا الحق'' کے سبب ان کے قتل اور سولی دینے پر اجماع ہوا،اور فقہائے مالکیہ نے حضرت حلاج کی توبہ قبول نہ کی۔

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی مصری (۹۷۷ھ-۱۰۶۹ھ) نے تحریر فرمایا:﴿(وَلَمْ یَقْبَلُوْا تَوْبَتَهٗ)لِتَکَرُّرِ ذٰلِکَ مِنْهُ﴾

(نسیم الریاض ج۴ص۵۳۷-دارالکتاب العربی بیروت)

ترجمہ:(فقہائے مالکیہ نے حضرت حلاج کی توبہ قبول نہ کی)ان سے ان امور کے بار بار صادر ہونے کی وجہ سے۔

ملاعلی قاری حنفی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے تحریر فرمایا:﴿(ولم یقبلوا توبته)بمقتضٰی مذهب المالکیة﴾

(شرح الشفاء ج۴ص۵۳۷-دارالکتاب العربی بیروت)

ترجمہ:فقہائے مالکیہ نے حضرت حلاج کی توبہ قبول نہ کی،مالکی مذہب کے مطابق۔

توضیح:ارتداد کی تکرار استخفاف بالدین کو ظاہر کرتی ہے،اسی لیے فقہ مالکی اور دیگر فقہی مذاہب میں بطور تعزیر قتل کا حکم ہے۔متکلمین کے یہاں توبہ قبول کی جائے گی،اور حکم قتل نہیں ہوگا۔اسی طرح توبہ کے سبب فقہاو متکلمین حکم کفر بھی جاری نہیں کریں گے۔

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی (۹۷۷ھ-۱۰۶۹ھ) نے تحریر فرمایا:

﴿(لِدَعْوَاه الْاِلٰهِیَّةِ)ای قوله:انا اللّٰه–کَمَا هو مشهور عنه﴾ (نسیم الریاض ج۴ص۵۳۷-دارالکتاب العربی بیروت)

ترجمہ:(حضرت حلاج کے معبودیت کا دعویٰ کرنے کے سبب)یعنی حلاج کے قول ''انااللہ'' کے سبب،جیسا کہ ان سے مشہور ہے۔

توضیح:حضرت حسین بن منصور حلاج قدس سرہ العزیز کے لیے قتل کا حکم بطور تعزیر تھا۔توبہ کے بعد تکفیر کی صورت نہیں۔

الرسالة العاشرة

واضح رہے کہ حضرات اولیائے کرام حالت سکر میں شرعی احکام کے مکلّف نہیں ہوتے ہیں، جس طرح نابالغ بچہ عقل کامل نہ ہونے کے سبب شرعی امور کا مکلّف نہیں ہوتا۔اسی طرح فقدان عقل کے سبب مجنوں اور بے ہوش بھی احکام شرعیہ کے مکلّف نہیں ہوتے۔جب اولیائے کرام حالت صحو میں ان غیر شرعی امور کا انکار کردیں جوان سے حالت سکر میں صادر ہوئے ہیں تو یہی انکاران کے حق میں توبہ ورجوع کی منزل میں ہوگا۔حضرت حلاج قدس سرہ العزیز نے بھی متعدد بار حالت سکر میں صادر شدہ غیر شرعی امور کا انکار کیا تھا۔

قاضی کے دربار میں الزامات کا انکار

حضرت حسین بن منصور حلاج نے قریباً پچاس کتب ورسائل تصنیف فرمائے۔حافظ شمس الدین ذہبی شافعی (۶۷۳ھ-۷۴۸ھ) نے چونتیس کتابوں کے نام (سیر اعلام النبلا) میں درج کیا ہے۔خلافت عباسیہ کے وزیر حامد بن عباس کے دربار میں قاضی القضاۃ ابوعمر مالکی، حضرت حلاج کی جانب منسوب الزامات کی تفتیش وتحقیق کررہے تھے۔حضرت حلاج قدس سرہ العزیز نے تفتیش کے دوران بہت سے الزامات کی تردید فرمائی، اور بیان فرمایا کہ میری کتابوں میں تحریف کی گئی ہے۔انہوں نے اپنے لیے دعویٰ الوہیت ودعوائے نبوت کی خبر کو جھوٹی قرار دیا۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت حلاج علیہ الرحمہ کے معتقدین نے بہت سے غلط امور ان کی جانب منسوب کردیئے تھے۔ اسی طرح مخالفین نے بھی مبالغہ آرائی کے ساتھ ان امور کو بیان کیا، جس سے معانی ومفاہیم میں مزید قباحت پیدا ہوگئی تھی۔

(۱) قال الذہبی: ﴿وقیل: ان القناعی الکاتب یعبد الحلاج ویدعو الیه-فکبس بیته واحضروا من داره دفاتر ورقاع بخط الحلاج-فنهض حامد فدفعه المقتدر الٰی حامد-فاحتفظ به وکان یخرجه کل یوم الی مجلسه لیظفر له بسقطه- فکان لا یزید علی اظهار الشهادتین والتوحید والشرائع -وقبض حامد علٰی جماعة یعتقدون الٰهیة الحلاج-فاعترفوا انهم دعاة الحلاج-وذکروا انه قد صح عندهم انه اله-وانه یحیی الموتٰی وکاشفوا بذلک الحلاج- فجحد وکذبهم وقال: اعوذ باللّٰه ان ادعی النبوة والربوبیة-انما انا رجل اعبد اللّٰه واکثر الصلاة والصوم وفعل الخیر ولا اعرف غیر ذلک﴾ (سیر اعلام النبلاج ۱۴ص ۳۳۷-مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

توضیح: حضرت حلاج نے الوہیت ونبوت کے دعویٰ کا انکار کیا اور فرمایا کہ میں اللہ کی بندگی کرتا ہوں اور میں نماز پڑھتا ہوں اور روزے رکھتا ہوں، اور نیک اعمال کرتا ہوں۔جب وہ خود بندگی کرتے ہیں تو الوہیت کا دعویٰ کیوں کرسکتے ہیں۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ الوہیت کا دعویٰ حالت سکر میں صادر ہوا۔اسی طرح (اناالحق) کا یہ مفہوم متعین نہیں کہ میں خدا ہوں، بلکہ یہ مفہوم بھی مراد ہوتا ہے کہ میں سچا ہوں۔حق وصدق کا اطلاق باطل وکذب کے بالمقابل ہوتا ہے۔لفظ حق متعدد معانی میں مشترک ہے۔بعض امور معتقدین نے ان کی طرف منسوب کردیا تھا۔کچھ قابل اعتراض ثابت بھی ہوئے۔گرچہ ان امور کی تاویل بعید موجود تھی، لیکن فقہا تاویل بعید قبول نہیں کرتے۔

(۲) قال الذہبی: ﴿قال ابوعلی التنوخی، اخبرنی ابوالحسین بن عیاش القاضی عمن اخبره-انه کان بحضرة حامد بن العباس لما قبض علی الحلاج-وقد جیء بکتب وجدت فی داره من دعاته فی الاطراف

الرسالة العاشرة

یقولون فیھا:وقد بذرنا لک فی کل ارض ما یزکو فیھا–واجاب قوم الٰی انک الباب یعنی الامام–وآخرون یعنون انک صاحب الزمان–یعنون الامام الذی تنتظرہ الامامیۃ–وقوم الی انک صاحب الناموس الاکبر یعنون النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم–وقوم یعنون انک ہو ہو–یعنی اللّٰہ عزوجل.

قال:فسئل الحلاج عن تفسیر ھذہ الکتب فاخذ یدفعہ ویقول: ھذہ الکتب لا اعرفھا–ھذہ مدسوسۃ عَلَیَّ –ولا اعلم ما فیھا–ولا معنی ھذا الکلام﴾(سیراعلام النبلاج ۱۴ص ۳۳۶-مؤسسۃ الرسال بیروت)

توضیح: جو کتابیں حضرت حسین بن منصور حلاج علیہ الرحمہ کی جانب منسوب تھیں، تفتیش کے وقت خلافت عباسیہ کے وزیر حامد بن عباس کے دربار میں حضرت حلاج قدس سرہ القوی نے ان کتابوں کا انکار فرمایا اور کہا کہ ان کتابوں کی نسبت میری جانب غلط ہے۔ میں ان کتابوں سے ناآشنا ہوں۔ نہ میں ان کتابوں کو جانتا ہوں، نہ ان کتابوں میں لکھے ہوئے کلام کے معانی سے واقف ہوں۔

(۳) مؤرخ ابن خلکان: قاضی شمس الدین احمد بن محمد بن ابراہیم، ابوالعباس برمکی اربلی شافعی (۶۰۸ھ-۶۸۱ھ) نے حضرت حسین بن منصور حلاج قدس سرہ العزیز کے انکار سے متعلق رقم فرمایا:

﴿ویقال:ان ابا العباس ابن سریج کان اذا سئل عنہ،یقول:ھذا رجل خفی عنی حالہ–وما اقول فیہ شیئًا–وکان قد جری منہ کلام فی مجلس حامد بن العباس وزیر الامام المقتدر بحضرۃ القاضی ابی عمر–فافتی بحل دمہ وکتب خطہ بذلک وکتب معہ من حضر المجلس من الفقھاء –فقال لھم الحلاج:ظھری حمی ودمی حرام–وما یحل لکم ان تتأولوا عَلَیَّ بما یبیحہ–وانا اعتقادی الاسلام ومذھبی السنۃ وتفضیل الائمۃ الاربعۃ الخلفاء الراشدین وبقیۃ العشرۃ من الصحابۃ رضوان اللّٰہ علیھم اجمعین–ولی کُتُبٌ فی السُّنَّۃ موجودۃ فی الوراقین فاللّٰہ فاللّٰہ فی دمی–ولم یزل یردد ھذا القول وھم یکتبون خطوطھم الٰی ان استکملوا ما احتاجوا الیہ ونھضوا من المجلس وحمل الحلاج الی السجن–وکتب الوزیر الی المقتدر یخبرہ بما جری فی المجلس وسیر الفتوی فعاد جواب المقتدر بان القضاۃ اذا کانوا قد افتوا بقتلہ فلیسلم الٰی صاحب الشرطۃ–الخ﴾

(وفیات الاعیان ج۲ص۱۴۴، ۱۴۵-المکتبۃ الشاملہ-سیراعلام النبلاج ۱۴ص۳۴۰-مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

توضیح: خلیفہ مقتدر باللہ کے وزیر حامد بن عباس کے دربار میں قاضی ابوعمر مالکی نے جب حضرت حلاج قدس سرہ القوی کے حلال الدم ہونے کا فتویٰ دیا تو حضرت حلاج نے فرمایا کہ میرا قتل حرام ہے۔ آپ لوگوں کے لیے جائز نہیں کہ میرے کلام کی ایسی تاویل کی جائے ،جس سے میرا خون حلال ہو جائے۔ میرا دین اسلام اور میرا مذہب اہل سنت وجماعت اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو افضل قرار دینا اور باقی عشرہ مبشرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو افضل قرار دینا ہے، اور سنت میں میری کتابیں کاتبوں کے یہاں موجود ہیں، پس میرے خون سے پرہیز کیا جائے۔ انہوں نے اتنا ہی فرمایا۔ دوسری جانب فقہائے مالکیہ اپنے فتاویٰ لکھ رہے تھے۔ اس

کے بعد حضرت حلاج کو قید خانے میں ڈال دیا گیا، اور وزیر نے خلیفہ مقتدر کو ان حالات کی خبر دی۔

پہلی گرفتاری میں الزامات کا انکار

حضرت حلاج قدس سرہ العزیز نے پہلی گرفتاری میں بھی الزامات کا انکار کیا تھا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ امور حالت سکر میں صادر ہوئے تھے۔ پہلی گرفتاری میں قید کی سزا کے بعد رہائی مل گئی تھی۔ رہائی کی ایک مدت بعد معلوم ہوا کہ انہوں نے ربوبیت کا دعویٰ کیا ہے، اس لیے دوبارہ گرفتاری ہوئی۔ پہلی گرفتاری کے وقت عباسی خلیفہ مقتدر باللہ (۲۸۲ھ-۳۲۰ھ-۸۹۵ء-۹۳۲ء) نے حضرت حلاج قدس سرہ العزیز کو اپنے وزیر علی بن عیسیٰ بن داؤد بن جراح: ابوالحسن بغدادی (م۳۳۴ھ) کے سپرد کیا تھا۔ دوسری گرفتاری کے وقت خلیفہ مقتدر باللہ نے حضرت حلاج کو اپنے وزیر حامد بن عباس (م۳۲۱ھ) کے سپرد کیا۔ پہلی گرفتاری کا حال مندرجہ ذیل ہے۔

قال الذهبی: ﴿قال اسماعيل الخطبی فی تاريخه: وظهر رجل يعرف بالحلاج و كان فی حبس السلطان بسعاية وقعت به فی وزارة علی بن عيسی – وذكر عنه ضروب من الزندقة ووضع الحيل علٰی تضليل الناس من جهات تشبه الشعوذة والسحر وادعاء النبوة فكشفه الوزير وانهی خبره الی المقتدر – فَلَمْ يُقِرَّ بما رُمِیَ به – وعاقبه وصلبه حيا اياما ونودی عليه – ثم حبس سنين – ينقل من حبس الی حبس – حتی حبس باٰخرة فی دار السلطان – فاستغوی جماعة من الغلمان وموه عليهم واستمالهم بحيلة – حتی صاروا يحمونه ويدفعون عنه – ثم راسل جماعة من الكبار فاستجابوا له وترامی به الامر – حتی ذكر عنه انه ادعی الربوبية فسُعِیَ بجماعة من اصحابه فقبض عليهم ووجد عند بعضهم كتب له تدل علٰی ما قيل عنه – وانتشر خبره وتكلم الناس فی قتله فسلمه الخليفة الی الوزير حامد – وامر ان يكشفه بحضرة القضاة ويجمع بينه وبين اصحابه – فجرت ذلك فی خطوب – ثم تيقن السلطان امره – فامربقتله واحراقه لسبع بقين من ذی القعدة سنة تسع وثلاث مأة فضرب بالسياط نحوا مت الف وقطعت يداه ورجلاه وضربت عنه واحرق بدنه ونصب رأسه للناس وعلقت يداه ورجلاه الی جانب رأسه﴾ (سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص۳۳۵ - مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

حضرت حلاج کے ظاہری حالات

ملا علی قاری حنفی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے تحریر فرمایا: ﴿(مع تمسكه فی الظاهر بالشريعة) فی سائر اقواله وافعاله – حَتّٰی قِيْلَ: اِنَّهٗ كَعَادَتِهٖ كُلَّ لَيْلَةٍ يُصَلِّیْ اَلْفَ رَكْعَةٍ فِی الْحَبْسِ﴾ (شرح الشفاء ج۴ ص۵۳۷ - دار الکتاب العربی بیروت)

ترجمہ: (حضرت حلاج کے بظاہر شریعت پر پابندی کے باوجود) اپنے تمام اقوال وافعال میں، یہاں تک کہ بتایا گیا کہ ان کی عادت کریمہ تھی کہ قید میں ہر رات ایک ہزار رکعت پڑھتے تھے۔

الرسالة العاشرة

قتل کے وقت کے عجائب

جب حضرت حسین بن منصور حلاج قدس سرہ العزیز کو سولی دی گئی اور بعد قتل خون کے قطرے زمین پر پڑے تو ان قطروں سے زمین پر ''اللہ، اللہ'' کے نقش بن گئے۔موت کے بعد ان کے سر سے بھی ''اللہ، اللہ'' کی آواز آتی تھی۔ان کی صحت باطن کی دلیل یہ ہے کہ بعض اہل کشف نے ان کی زیارت قبر کی تو انہوں نے دیکھا کہ ان کی قبر سے آسمان تک ایک چمکتا ہوا نور ہے۔

انھوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ: یا اللہ! فرعون کے قول ''انا ربکم الاعلیٰ'' اور حضرت حلاج کے قول میں کیا فرق ہے؟ اس اہل کشف کو الہام ربانی ہوا کہ فرعون نے اپنے آپ کو دیکھا اور مجھ سے بے خبر رہا، اور حلاج نے مجھے دیکھا اور اپنے آپ سے بے خبر رہا، یعنی حضرت حلاج فنا فی اللہ کی منزل میں ہونے کے سبب اپنی ذات کا ادراک واحساس نہ کر سکے، وہ خود اپنے آپ سے غافل ہو گئے۔اہل فنا کی یہی کیفیت وحالت ہوتی ہے۔علمائے اسلام کے اقوال درج ذیل ہیں۔

ملا علی قاری حنفی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے تحریر فرمایا: ﴿قیل: اِنَّهُ لَمَّا صُلِبَ، جَرٰی دَمُهُ فِی الْاَرْض وَیَنْتَقِشُ: اَللّٰه اَللّٰه﴾

(شرح الشفاء للقاری ج۲ص ۵۳۷-دار الکتاب العربی بیروت)

ترجمہ: کہا گیا کہ جب حضرت حلاج قدس سرہ القوی کو سولی دی گئی تو ان کا خون زمین پر بہا اور ''اللہ، اللہ'' کا نقش بنتا گیا۔

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی مصری (۹۷۷ھ-۱۰۶۹ھ) نے تحریر فرمایا: ﴿وَلَمَّا اَنْ رُمِیَ عُنُقُهُ، صَارَتْ رَأْسُهُ تَنِطُّ وَتَقُوْلُ: ''اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰه''-وَالنَّاسُ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْهَا﴾ (نسیم الریاض ج۲ص ۵۳۸-دار الکتاب العربی بیروت)

ترجمہ: حضرت حلاج علیہ الرحمہ کو جب قتل کیا گیا تو ان کا سر اچھلنے لگا اور وہ ''اللہ، اللہ'' بول رہا تھا اور لوگ اسے دیکھ رہے تھے۔

ملا علی قاری حنفی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے تحریر فرمایا: ﴿والدلیل علی صحة باطنه-اَنَّهٗ کَانَ یُقْطَعُ یَدَاهُ وَرِجْلَاهُ-وَهُوَ یَقُوْلُ: ''حسب الواحد بافراد الواحد''-وَقَدْ زَارَ قَبْرَهٗ بَعْضُ اَهْلِ الْکَشْفِ-فَرَاٰی نُوْرًا سَاطِعًا مِنْ قَبْرِهٖ اِلَی السَّمَاءِ -فَقَالَ: یَا رَبِّ! مَا الْفَرْقُ بَیْنَ قَوْلِهٖ وَبَیْنَ قَوْلِ فِرْعَوْنَ-''اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی''-فَاُلْهِمَ اَنَّ فِرْعَوْنَ رَاٰی نَفْسَهٗ وَغَابَ عَنَّا -وَهٰذَا رَاٰنَا وَغَابَ عَنْ نَفْسِهٖ﴾ (شرح الشفاء للقاری ج۲ص ۵۳۷-دار الکتاب العربی بیروت)

ترجمہ: حضرت حلاج کے باطن کے صحیح ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ان کے دونوں ہاتھ اور دنوں پاؤں کاٹے جا رہے تھے، اور وہ کہتے تھے، (حسب الواحد بافراد الواحد) اور بعض اہل کشف نے ان کی زیارت قبر کی تو انہوں نے ان کی قبر سے آسمان تک ایک چمکتا نور دیکھا، پس انھوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ: یا اللہ! فرعون کے قول ''انا ربکم الاعلیٰ'' اور حضرت حلاج کے قول میں کیا فرق ہے؟ اس اہل کشف کو الہام ربانی ہوا کہ فرعون نے اپنے آپ کو دیکھا اور مجھ سے بے خبر رہا، اور حلاج نے مجھے دیکھا اور اپنے آپ سے بے خبر رہا۔

توضیح: یہ کشف ظاہر کرتا ہے کہ حضرت حسین بن منصور حلاج قدس سرہ سے دعویٰ الوہیت حالت سکر وحال غیبت میں صادر ہوا تھا۔

قال القاری: ﴿وقد افرد ابن الجوزی ترجمته بالتالیف فی کراسین او اکثر﴾ (شرح الشفا ج۲ص ۵۳۷)

الرسالة العاشرة

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان عالیشان

قال القاری:﴿قال القطب الربانی الشیخ عبدالقادر الجیلانی:"عَثر الحَلَّاجُ–فَلَمْ یَجِدْ مَنْ یَاخُذُ بِیَدِہٖ–وَلَوْ اَدْرَکْتُہٗ–لَاَخَذْتُ بِیَدِہٖ"﴾(شرح الشفاء للقاری ج۲ص۵۳۷-دارالکتاب العربی بیروت)

توضیح:حضور سیدنا غوث اعظم بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں حضرت حلاج کو پا تا تو ان کی دستگیری کرتا۔اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت حسین بن منصور حلاج (۸۵۸ء-۹۲۲ء) سے بعض قابل اعتراض قول حالت صحو میں بھی صادر ہوئے ،کیوں کہ حالت سکر میں صادر ہونے والے اقوال قابل اعتراض نہیں ہوتے۔نہ ہی اس حالت میں دستگیری کا کوئی سوال ہوسکتا ہے۔

قال الخفاجی:﴿وقد شهد بولایته کثیر من کبار المشائخ–وقالوا:انه عالم ربانی–منهم الشیخ عبد القادر الجیلانی،وقال:عثر الحلاج ولم یکن له من یاخذ بیده،ولو ادرکت زمانه لاخذت بیده–وقال:"ان قوله(انا الحق)–انما قال لَمَّا غَلَبَ عَلَیْهِ شَوْقُهٗ–وَسَکرَمِنْ کَاسِ مَحَبَّتِهٖ–حَتّٰی عَایَنَ قُدْرَتَهٗ فِیْ کُلِّ شَیْءٍ–فَکُلُّ شَیْءٍ رَاٰهُ،ظَنَّهٗ قَدَحًا–وَکُلُّ شَخْصٍ رَاٰهُ،ظَنَّهُ السَّاقِیَ"–وَهو مقام الجمع عندهم–لکن اهل الشرع حفظوا حمی الشریعة–ولذا سکت عن حاله بعضهم–وقال:تلک امة قد خلت،لها ما کسبت ولکم ماکسبتم–والاعتقاد خیر من الانتقاد–وَالْکَفُّ اَسْلَمُ﴾(نسیم الریاض ج۲ص۵۳۸-دارالکتاب العربی بیروت)

توضیح:مذکورہ بالا اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ (انا الحق) کا قول حالت سکر میں صادر ہوا تھا۔

امام غزالی کی توضیحات

امام محمد غزالی شافعی (۴۵۰ھ-۵۰۵ھ) نے حضرت حسین بن منصور حلاج قدس سرہ العزیز کے الفاظ کی عمدہ تشریح فرمائی ہے،جس سے اعتراضات ختم ہوجاتے ہیں اور شبہات دور ہوجاتے ہیں۔ہاں،یہ تاویلات بعیدہ ہیں۔فقہا تاویلات بعیدہ کو قبول نہیں کرتے،اس طرح فقہا کے یہاں حضرت حلاج کا کفر اور کفر کا مکرر ہونا ثابت ہوجائے گا اور توبہ کے باوجود بطور تعزیر قتل کا حکم عائد ہوگا۔

قال الهیتمی:﴿وقد بسط الغزالی رحمه اللّٰه احواله–فَاَجَابَ عَن کلماته ووقائعه بما ینزه ساحته عن حلول او غیره من الاعتقادات الباطلة–وکلماته الدالة علٰی مَعْرِفَتِهٖ وَحَقِیْقَةِ مَا هُوَ عَلَیْهِ–منها:الحق اذا استولی علٰی سرملکه الاسرار فیعاینها ویخبرعنها–وقوله:لما سئل عن التصوف–هو مطلوب اهونه ما تری.

وقوله لَمَّا قَالَ خَادِمُهٗ وَقَدْ قَرُبَ صَلْبُهٗ–(اَوْصِنِیْ)قال:علیک بنفسک،ان لم تشغلها شغلتک.

وقوله وهو یتبختر فی قیده للصلب شعرًا.

نَدِیْمِیْ غَیْرُ مَنْسُوْبٍ اِلٰی شَیْءٍ مِنَ الْحَیْفِ

الرسالة العاشرة

سَقَانِیْ مِثْلَ مَا یُشْرَبُ   كَفِعْلِ الضَّیْفِ بِالضَّیْفِ

فَلَمَّا دَارَتِ الْكَاسَاتُ   دَعَا بِالنِّطْعِ وَالسَّیْفِ

ثم قال:(یَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِیْنَ لَایُؤْمِنُوْنَ بِهَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا وَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ)وهذا منه رحمه اللّٰه صریحٌ فِیْمَا ذَكَرْنَاهُ–اَنَّ مَا صَدَرَ مِنْهُ،اِنَّمَا كَانَ فِیْ حَالِ سُكْرِہٖ وَغَیْبَتِہٖ﴾(الفتاوی الحدیثیہ ص۲۲۵-دارالفکر بیروت)

حضرت حلاج کا تسامح

حضرت حسین بن منصور حلاج قدس سرہ العزیز سے جوظاہر ہوا،وہ لغزش تھی ،اوران کے ساتھ کوئی شیخ کامل نہیں تھے،جوانہیں سلامتی کی راہ کی طرف رہنمائی کرسکیں،پس ان سے مقام اخفا میں اظہار کا صدور ہوا۔

اسی جانب حضورغوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشارہ فرمایا،اورحضورغوث اعظم بغدادی نے ارشادفرمایا:

﴿عثر الحلاج،فلم یجد من یاخذ بیدہ–ولو ادرکتہ،لاخذت بیدہ﴾

(شرح الشفاءللقاری ج۴ص۵۳۷-نسیم الریاض ج۴ص۵۳۸-دارالکتاب العربی بیروت)

قال الخفاجی:﴿وَصَحَّ عن الشبلی انه قال:(كُنْتُ اَنَا وَالْحَلَّاجُ شَیْئًا وَاحِدًا–اِلَّا اَنَّهٗ اَظْهَرَوَكَتَمْتُ)﴾

(نسیم الریاض ج۴ص۵۳۸-دارالکتاب العربی بیروت)

توضیح:حضورسیدناغوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت حسین بن منصورحلاج علیہ الرحمہ کوکوئی ایسارہنمانہ مل سکاجوان کی دستگیری کرسکے۔اگرمیں ہوتاتوان کی دستگیری کرتا۔یہ بات ظاہر ہے کہ حضرات اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے جوامورحالت سکرمیں صادرہوتے ہیں۔فقہااورمتکلمین ان امورپرکوئی حکم صادرنہیں فرماتے،بلکہ اس حالت میں وہ معذورقراردیئے جاتے ہیں۔

حضرت حسین بن منصورحلاج علیہ الرحمہ پرمواخذہ ہوا۔اس سے ظاہرہوتا ہے کہ بعض قابل اعتراض امورحالت صحومیں بھی صادر ہوئے،اسی کی جانب حضورغوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشارہ فرمایا کہ میں اس کی دستگیری کرتا۔

حالت سکرمیں صادرہونے والے امرپرنہ مواخذہ ہوتا ہے،نہ ہی اس حالت میں وہ دستگیری قبول کرنے کے اہل ہوتے ہیں،بلکہ حالت سکرمیں وہ اپنے آپ سے بھی غافل ہوتے ہیں۔ایسی صورت میں دستگیری قبول کرنے کی کوئی صورت ہی نہیں۔

انکاروتوبہ کے باوجودبطورتعزیرقتل کاحکم تکرارکفر کے بعدہوتا ہے۔تکرارکفرکامفہوم یہ ہے کہ ایک بارکفرکاصدورہوا،پھردوبارہ اس سے کفرکاصدورہو۔اب تکرارکفرکامرحلہ آیا۔

علامہ ابن حجرہیتمی شافعی (۹۰۹ھ-۹۷۴ھ)نے رقم فرمایا کہ امام غزالی شافعی (۴۵۰ھ-۵۰۵ھ)نے حضرت حلاج قدس سرہ القوی کے تمام قابل اعتراض کلمات کی ایسی تشریح فرمادی کہ اس سے تمام اعتراضات ختم ہوگئے۔

الرسالة العاشرة

سوال یہ ہوتا ہے کہ جب ان قابل اعتراض کلمات کی موافق اسلام تشریح تھی تو فقہائے مالکیہ نے ان کلمات کو کفر پر کیوں محمول فرمایا ،اور پھر تکرار کفر کے سبب حکم قتل کیوں جاری فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام غزالی کی تاویلات ،تاویلات بعیدہ ہیں ،جو فقہا کے یہاں قابل قبول نہیں ہوتی ہیں۔فقہائے مالکیہ نے مذہب فقہا کے مطابق ان کلمات کو کفر قرار دیا اور آخری مرتبہ حکم قتل جاری فرمایا۔

حضرت حلاج سے متعلق صوفیائے کرام کا اختلاف

بہت سے صوفیائے کرام نے حضرت حسین بن منصور حلاج (۸۵۸ء-۹۲۲ء) کی تعریف وتوصیف کی ،اور بعض صوفیائے کرام نے ان کے طریق کار کی مخالفت کی ،اوران کو مجاذیب میں شمار کیا۔واضح رہے کہ اختلاف کرنے والے صوفیائے کرام نے ان کی صحت باطنی کو تسلیم فرمایا ہے۔امام غزالی قدس سرہ القوی نے حضرت حسین بن منصور حلاج کے اقوال کی تاویل وتشریح فرمائی ہے۔

علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی مکی (۹۰۹ھ-۹۷۳ھ) نے حضرت حلاج قدس سرہ القوی کے بارے میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو نقل کرنے کے بعد رقم فرمایا:

﴿وَیَکْفِی الْحَلَّاجُ شَرَفًا شَهَادَةُ هٰذَا الْقُطُبِ لَهُ بِهٰذَا الْمَقَامِ–مَعَ اَنَّ الصُّوْفِیَّةَ وَغَیْرَهُمْ مُخْتَلِفُوْنَ فِیْهِ اِخْتِلَافًا کَثِیْرًا–فَجَمَاعَةٌ مِنَ الْعَارِفِیْنَ کَاَبی العباس بن عطاء وابی عبد اللّٰه بن حنیف وابی القاسم النصرآباذی رضی اللّٰه عنهم اَثْنَوْا عَلَیْهِ–وَصَحَّحُوْا لَهُ حَالَهُ–وَجَعَلُوْهُ اَحَدَ الْمُحَقِّقِیْنَ.

وَخَالَفَهُمْ اَکْثَرُ الْمَشَائِخِ–فَلَمْ یُثْبِتُوْا لَهُ قَدَمًا فِی التَّصَوُّفِ–وَلَمْ یَقْبَلُوْهُ وَلَمْ یَاخُذُوْا عَنْهُ–وَهٰذَا لَایُنَافِیْ مَا قَالَهُ الْاَوَّلُوْنَ–لِاَنَّهُ وَاِنْ کَانَ مُحِقًّا–بَلْ عَالِمًا رَبَّانِیًّا کَمَا قَالَهُ اِبْنُ حُنَیْفٍ–اِلَّا اَنَّهُ کَانَ مُخْلِطًا–تَکَثَّرَ مِنْهُ الکلماتُ الَّتِیْ ظَواهِرُهَا مُنْتَقَدَةٌ–فَلِذَا اَعْرَضُوْا عَنِ الْاَخْذِ عَنْهُ–وَلَمْ یُثْبِتُوْا لَهُ قَدَمًا فِی التَّصَوُّفِ–ای فی التربیة والاقتداء–وَجَعَلُوْهُ فِیْ حَیِّزِ الْمَجَاذِیْبِ الَّذِیْنَ یُعْتَقَدُوْنَ وَلَا یُوْخَذُ عَنْهُمْ–وَلَا یُعَدُّوْنَ مِنْ اَصْحَابِ الْمَرَاتِبِ وَالتَّصَرُّفِ–فَتَأَمَّلْ ذٰلِکَ فَاِنَّهُ مُهِمٌّ.

وَاِیَّاکَ اَنْ تَفْهَمَ اَنَّ مِنَ الصُّوْفِیَّةِ مَنْ یُنْکِرُ عَلَیْهِ حَالَهُ الْبَاطِنَ–فَاِنَّ الْاَمْرَ لَیْسَ کَذٰلِکَ–وَقَدْ بَسَطَ الْغَزَالِیُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَحْوَالَهُ–فَاَجَابَ عَنْ کَلِمَاتِهٖ وَوَقَائِعِهٖ بِمَا یُنَزِّهُ سَاحَتُهٗ عَنْ حُلُوْلٍ اَوْ غَیْرِهٖ مِنَ الْاِعْتِقَادَاتِ الْبَاطِلَةِ﴾

(الفتاوی الحدیثیہ ص۲۲۴-دار الفکر بیروت)

حضرت حلاج کا مقدمہ دربار رسالت میں

ہمارے رسول حضور اقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رب تعالیٰ کے خلیفہ ہیں،اس لیے اہل عالم کے مقدمات دربار رسالت علیٰ صاحبہ التحیۃ والثنا میں پیش ہوتے رہتے ہیں اور فیصلے جاری رہتے ہیں۔حضرت حلاج کا مقدمہ بھی دربار اعظم میں پیش ہوا۔

الرسالة العاشرة

قال الخفاجی:﴿قال الشاذلی:اضطجعت فی المسجد الاقصٰی فی وسط الحرم–فَدَخَلَ خَلْقٌ كَثِيْرٌ اَفْوَاجًا –فقلت:ما هذا الجَمْعُ؟ قَالُوْا:جَمْعُ الْاَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ–قَدْ حَضَرُوْا لِيُشَفِّعُوْا فِیْ حُسَيْنِ الْحَلَّاجِ عِنْدَ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ الصَّلاةُ وَالسَّلامُ فِیْ اِسَائَةِ اَدَبٍ وَقَعَتْ مِنْهُ–فنظرت الی التخت،فاذا نَبِيُّنَا عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلامُ جَالِسٌ عَلَيْهِ بِانْفِرَادِهٖ–وَجَمِيْعُ الْاَنْبِيَاءِ عَلَی الْاَرْضِ جَالِسُوْنَ–مثل ابراهيم وموسٰی وعيسٰی ونوح عَلَيْهِمُ الصَّلاةُ وَالسَّلامُ–فَوَقَفْتُ،اَنْظُرُوَاَسْمَعُ كَلامَهُمْ.

فَخَاطَبَ مُوْسٰی مُحَمَّدًا عَلَيْهِمَا الصَّلاةُ وَالسَّلَامُ–فقال له:اِنَّکَ قُلْتَ:عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ كَاَنْبِيَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ فَاَرِنِیْ مِنْهُمْ وَاحِدًا–فقال هذا:وَاَشَارالی الغزالی–فَسَأَلَهُ مُوْسٰی سوالًا–فَاَجَابَهُ بِعَشَرَةِ اَجْوِبَةٍ.

فَاعْتَرَضَ عَلَيْهِ مُوْسٰی بان السوال ينبغی ان يطابق الجواب–و السوال وَاحِدٌ وَالْجَوَابُ عَشَرَةٌ–فقال له الغزالی:هذا الاعتراضُ وَارِدٌ عَلَيْکَ اَيْضًا حِيْنَ سُأِلْتَ:(وَمَا تِلْکَ بِيَمِيْنِکَ يَا مُوْسٰی)–وَكَانَ الْجَوَابُ هِیَ عَصَایَ–فَعَدَّدْتَ لَهٗ صِفَاتٍ كَثِيْرَةً.

قَالَ:فَبَيْنَمَا اَنَا مُتَفَكِّرٌ فِیْ جَلَالَةِ قَدْرِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ–وَكَوْنِهٖ جَالِسًا عَلَی التَّخْتِ بِانْفِرَادِهٖ–والبقية عَلَی الْاَرْضِ–اِذْ زَقَّنِیْ شَخْصٌ بِرِجْلِهٖ زَقَّةً مُزْعِجَةً–فَانْتَبَهْتُ–فَاِذَا بِقَيِّمٍ يُشْعِلُ قَنَادِيْلَ الْاَقْصٰی–فقال:لَا تَعْجَبْ–فَاِنَّ الْكُلَّ خُلِقُوْا مِنْ نُوْرِهٖ–فَخَرَرْتُ مغشيا–فَلَمَّا اَقَامُوْا الصَّلَاةَ–اَفَقْتُ وَطَلَبْتُ الْقَيِّمَ–فَلَمْ اَجِدْهُ اِلٰی يَوْمِیْ هٰذَا–ومن ههنا قال صاحب البردة:فَانْسِبْ اِلٰی ذَاتِهٖ مَا شِئْتَ مِنْ شَرَفٍ–وانسب الٰی قَدْرِهٖ مَا شِئْتَ مِنْ عظم–كذا فی المحاضرات﴾(نسیم الریاض ج۳ص۵۳۹-دارالکتاب العربی بیروت)

☆☆☆☆☆

فصل چہارم

کیا حضرت حلاج کی تکفیر کی گئی تھی؟

جب حضرت حسین بن منصور حلاج قدس سرہ العزیز نے توبہ صادقہ کر لی تھی تو اب کفر کے فتویٰ کی کوئی صورت نہیں۔
ایسے موقع پر قتل کا حکم تعزیر کے طور پر ہوتا ہے،نہ کہ تکفیر کے سبب۔

فقہ کے مذاہب اربعہ میں سے فقہ حنفی،مالکی وحنبلی میں تکرار کفر کے سبب بطور تعزیر قتل کا حکم ہوتا ہے،گر چہ وہ توبہ کر لے۔اگر پہلی بار کفر کا صدور ہوا ہے تو توبہ کے بعد حکم قتل نہیں۔اگر توبہ نہیں کیا تو قتل کا حکم عائد ہوگا۔تکرار کفر کے سبب توبہ کے بعد بھی قتل کا حکم ہے۔

الرسالة العاشرة

فقہ حنفی میں گیارہ مجرموں کی توبہ قبول نہیں

مرتد جب توبہ کر لے تو اس کی توبہ پر اعتماد کیا جائے گا، اور اسے چھوڑ دیا جائے گا۔ مذہب حنفی میں گیارہ لوگوں کی توبہ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، بلکہ ان کو سزا دی جائے گی۔ اسی طرح مذاہب اربعہ میں سے ہر فقہی مذہب میں متعدد افراد کی توبہ قبول نہیں کی جاتی ہے۔

توبہ قبول نہ کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ بطور حد یا بطور تعزیر ان لوگوں کی جو سزا مقرر ہے، وہ سزا دی جائے گی۔ خواہ وہ توبہ کریں یا توبہ نہ کریں۔ توبہ قبول نہ کرنے کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ ان کو کافر قرار دیا جائے گا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کی سزا معاف نہیں کی جائے گی۔

قال ابن نجيم:﴿كل كافر تاب فتوبته مقبولة فى الدنيا والأخرة الا جماعة–الكافرين بسب النبى صلى اللّٰه عليه وسلم وسائر الانبياء وبسب الشيخين او احدهما وبالسحر ولو امرأة،وبالزندقة اذا اُخذ قَبْلَ توبته﴾

(الاشباہ والنظائر: باب الردۃ ص۱۸۹-دار الکتب العلمیۃ بیروت)

قال الحصكفى:﴿(وكل مسلم ارتد فتوبته مقبولة،الا)جماعة:من تكررت ردته علىٰ ما مر،و(الكافر بسب نبى من الانبياء،فانه يقتل حدا–ولا تقبل توبته مطلقا﴾(الدر المختار ج۴ص۲۶۱-دار الفکر بیروت)

قال الشامى:﴿وكل مسلم ارتد فتوبته مقبولة الا احد عشر:من تكررت ردته،وساب النبى صلى اللّٰه عليه وسلم،وساب احد الشيخين،والساحر والزنديق،والخناق والكاهن،والاباحى والمنافق ومنكر بعض الضروريات باطنًا–اه ط

قلت:لكن الساحر لا يلزم ان يكون مرتدا بان يكون مسلما اصليا فعلى ذلك فانه يقتل ولو كافرًا كما مر –والخناق غير كافر وانما يقتل لسعيه بالفساد كما قدمناه.

واما الزنديق الداعى والملحد وما بعده فيكفى فيه اظهاره للاسلام وان كان كافرًا اصليا–فعلم ان المراد بيان جملة من لا تقبل توبته سواء كان مسلمًا ارتد او لم يرتد–او كان كافرًا اصليا–وعليه فكان المناسب ذكر قطاع الطريق وكذا اهل الاهواء كما مرعن التمهيد وكذا العوانى كما مر فى باب التعزير–وكذا كل من وجب عليه حد زنا او سرقة او قذف او شرب﴾ (رد المحتار ج۴ص۲۳۲-دار الفکر بیروت)

قال الشامى:﴿وفى نورالعين عن التمهيد: اهل الاهواء اذا ظهرت بدعتهم بحيث توجب الكفر فانه يباح قتلهم جميعا اذا لم يرجعوا ولم يتوبوا–واذا تابوا واسلموا تقبل توبتهم جميعا الا الاباحية والغالية والشيعة من الروافض والقرامطة والزنادقة من الفلاسفة–لا تقبل توبتهم بحال من الاحوال–ويقتل بعد التوبة وقبلها–لانهم لم يعتقدوا بالصانع تعالىٰ حتى يتوبوا ويرجعوا اليه–وقال بعضهم:ان تاب قبل الاخذ والاظهار تقبل توبته،والا

الرسالة العاشرة

فلا –وهو قياس قول ابی حنیفة–وھو حسن جدا﴾(ردالمحتار ج۴ص۴۲۹-دارالفکر بیروت)

قال الشامی:﴿فاما فی بدعة لا توجب الکفر فانه یجب التعزیر بای وجه یمکن ان یمنع من ذلک–فان لم یمکن بلا حبس وضرب یجوز حبسه وضربه–وکذا لو لم یمکن المنع بلا سیف–ان کان رئیسهم ومقتداهم جاز قتله سیاسة وامتناعًا–والمبتدع لو له دلالة ودعوة للناس الٰی بدعته ویتوهم منه ان ینشر البدعة وان لم یحکم بکفره جاز للسلطان قتله سیاسة وزجرًا–لان فساده اعلٰی واعم حیث یؤثر فی الدین–والبدعة لو کانت کفرًا یباح قتل اصحابها عامًا–ولو لم تکن کفرًا یقتل معلمهم ورئیسهم زجرًا وامتناعًا–۱۵)

(ردالمحتار ج۴ص۴۲۹-دارالفکر بیروت)

قال الشامی:﴿قوله:(ای خنق مرارا)اراد مرتین فصاعدا بقرینة قوله الأتی:والا بان خنق مرة–وفی البحر: قید بتعدده لانه لوخنق مرة واحدة فلا قتل عند الامام﴾(ردالمحتار ج۴ص۲۹۳-دارالفکر بیروت)

توضیح:علامہ شامی نے چار قسم کے لوگوں کا ذکر کیا،جن کو ان کے جرائم پر سزا دی جائے گی،اور توبہ قبول نہیں کی جائے گی،نیز ان کی تعداد گیارہ سے زائد ہے۔

(۱)ایک قسم ان لوگوں کی ہے،جو مسلم تھے،پھر ان سے مذکورہ تفصیل کے مطابق کفریہ قول صادر ہوا،ان کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔
اس گروپ میں مذکورہ تفصیل کے مطابق مجرمین شامل ہیں،یعنی جن سے کفریہ کلمات کی تکرار ہوئی،یا کسی نبی کی بے ادبی ہوئی۔

(۲)دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جن سے کفر صادر نہیں ہوا،بلکہ کوئی دوسرا جرم صادر ہوا تو ان کو سزا ہوگی،توبہ قبول نہیں،جیسے خناق۔
خناق(گلا گھونٹ کر مارنے والا)کے لیے بھی شرط ہے کہ متعدد بار اس سے یہ جرم صادر ہوا ہو۔

(۳)تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جو کافر اصلی تھے اور ان سے کوئی قابل حد یا لائق تعزیر جرم صادر ہوا تو ان کو سزا ہوگی،توبہ قبول نہیں ہوگی،جیسے کسی کافر نے رہزنی(قطع طریق)کی تو سزا ہوگی۔

(۴)ایک قسم اہل بدعت کی ہے۔جب ان سے کفریہ قول صادر ہو تو قتل کا حکم ہوگا،جب کہ وہ توبہ نہ کریں۔

اہل بدعت میں چند لوگوں کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی،جیسے اباحیہ،قرامطہ وغیرہ۔ان لوگوں کو بہر صورت قتل کیا جائے گا۔خواہ یہ توبہ کریں یا نہ کریں۔بعض اہل بدعت سے کفریہ قول نہ بھی صادر ہو تو بھی ان کو قتل کیا جائے گا،جب کہ وہ قتل کے علاوہ کسی اور سزا سے اپنی بدعت سے رجوع نہ کرے،اور یہ اہل بدعت کا پیشوا ہو۔

الحاصل مذکورہ بالا صورتوں میں قتل یا دیگر سزا وتعزیر کا یہ مفہوم نہیں کہ مجرم کافر ہو گیا،بلکہ مذکورہ جرم پر یہ سزا ہوگی۔خواہ وہ توبہ کرے، یا نہ کرے۔توبہ کے سبب دنیاوی سزا معاف نہیں ہوگی۔اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ قتل کا حکم الگ امر ہے اور کسی کو کافر قرار دینا امر دیگر ہے۔حضرت حلاج قدس سرہ العزیز کا قتل بھی اسی قبیل سے ہے۔قتل پر فقہائے مالکہ کا اتفاق ہوا،نہ کہ کفر پر۔قتل وکفر دو مغایر امر ہیں۔

الرسالة العاشرة

اباحی وعوانی کی تشریح:

قال الشامی:﴿قوله(والاباحی)ای الذی یعتقد اباحة المحرمات وهو معتقد الزنادقة﴾

(ردالمحتار ج۴ص ۴۲۸-دارالفکر بیروت)

توضیح:اباحی وہ ہے جوحرام چیزوں کوحلال قرار دیتا ہو۔یہ زندیقوں کاعقیدہ ہے۔

قال ابراهیم بن ابی الیمن محمد الحنفی:

﴿لا تقبل شهادة العوانی الذی یاخذ بغیر حق لانه یکون ظلمًا فیکون فسقا﴾(لسان الحکام ج۱ص ۲۴۵)

توضیح:عوانی وہ ہے جولوگوں سے ظلماً ناحق طریقے پر مال وصول کرتا ہے۔یہ ظلم اورفسق ہے،جیسے عہد حاضر میں بازاروں میں غنڈے لوگ دوکانداروں سے رقم وصول کرتے ہیں۔فقہ کی کتابوں میں اسی کو ماکس ومکاس بھی کہا جاتا ہے۔

تکرارکفر پر مذاہب ثلاثہ کاحکم

قال عبد الرحمن بن محمد الجزیری(۱۲۹۹ھ-۱۳۶۰ھ):

﴿المالکیة والحنابلة-قالوا:لا تقبل توبة الکافر المرتد الذی تکررت ردته-بل یجب قتله لقوله تعالٰی:((ان الذین آمنوا ثم کفروا ثم آمنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرًا لم یکن اللّٰه لیغفر لهم ولا لیهدیهم سبیلا))(آیة ۱۳۷-من النساء) ولو قتله شخص قبل عودته الی الاسلام فلا شیء علیه من الدیة والقصاص.

الشافعیة-قالوا:انه تقبل توبة الزندیق والمرتد اذا طلب التوبة ورجع الی الاسلام-ولو تکرر منه ذلک مرارًا،ما دام فی کل مرة یرجع الی الاسلام-ولا یقتل الا ان یأبی ان یسلم.

الحنفیة-قالوا:فی قبول توبة الزندیق روایتان-روایة تقول:لا تقبل توبته کمالک واحمد-وفی روایة،تقبل توبته اذا رجع کقول الشافعی-وهذا فی حق احکام الدنیا-اما فیما بینه وبین اللّٰه تعالٰی،اذا صدق،قبله سبحانه بلاخلاف﴾(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ جلد پنجم ص ۳۸۵-دارالکتب العلمیہ بیروت)

توضیح:مذکورہ بالاعبارت سے واضح ہوگیا کہ فقہ مالکی اورفقہ حنبلی میں تکرارکفر کے سبب قتل کاحکم دیا جائے گا،گرچہ مجرم توبہ بھی کرلے۔فقہ شافعی میں توبہ قبول کی جائے گی اورقتل کاحکم نہیں ہوگا۔تکرارکفر سے متعلق فقہ حنفی کاحکم ماقبل میں تفصیل کے ساتھ بیان کردیا گیا۔

مذکورہ بالاعبارت میں واضح کردیا گیا ہے کہ قتل کاتعلق حکم دنیا سے ہے۔اگراس مجرم نے توبہ صادقہ کی ہے توعنداللہ مقبول ہوگی اور اس میں کسی امام کااختلاف نہیں ہے۔صرف ایمان یاس قبول نہیں۔گناہوں سے توبہ ہروقت مقبول ہے،حتی کہ توبہ غرغرہ بھی مقبول ہے۔

بطور تعزیر قتل سے کفر لازم نہیں آتا

قال العدوی المالکی المصری عن ساب النبی صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم:

﴿لا یخفی ان المراد من عدم قبول توبتہ،قتلہ﴾ (حاشیۃ العدوی علیٰ شرح کفایۃ الطالب الربانی ج۷ص۱۰۱)

توضیح: فقیہ عدوی مالکی مصری (م ۱۱۸۹ھ) نے فرمایا کہ شاتم نبی اگر توبہ بھی کرلے تو بھی اسے قتل کی سزادی جائے گی۔توبہ قبول نہ کرنے کا مفہوم یہی ہے کہ اس کی دنیاوی سزاختم نہیں ہوگی، بلکہ اسے قتل کیا جائے گا۔

ہاں،وہ توبہ کے سبب حکم آخرت میں مومن تسلیم کیا جائے گا۔اس سے ظاہر ہوگیا کہ توبہ قبول نہ کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ اسے سزادی جائے گی۔توبہ کے سبب سزا ساقط نہیں ہوگی۔توبہ کا تعلق حکم آخرت سے ہوگا کہ اگر سچی توبہ ہے تو وہ انجام کار جنت کا مستحق ہوگا۔

اگر کسی کو کفر کے سبب قتل کیا جائے تو فقہ مالکی کے اعتبار سے نہ اسے غسل دیا جائے گا، نہ اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی،اور اس کا مال، مال غنیمت کی طرح بیت المال میں دیا جائے گا اور کسی کو بطور حد قتل کیا جائے تو اسے غسل دیا جائے گا،اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی،یعنی وہ مومن تسلیم کیا جائے گا اور اس کا مال وارثین کو دیا جائے گا۔

قال النفراوی المالکی (۱۰۴۴ھ-۱۱۲۶ھ): ﴿قتل المرتد لیس کقتل الزندیق المستتر-لان الزندیق یقتل حدا فترثہ ورثتہ-ویغسل ویصلی علیہ-واما المرتد وکذلک الساحر المتجاھر فیقتل کفرًا فلا یغسل ولا یصلی علیہ-ومالہ یکون فیئًا یوضع فی بیت المال لا لورثتہ﴾ (الفواکہ الدوانی علیٰ رسالۃ ابن ابی زید القیروانی ج۷ص۱۳۸)

قال النفراوی المالکی: ﴿وفائدۃ کون القتل حدا-الحکم ببقائہ علی الاسلام فی ارثہ والصلوۃ علیہ-وفائدۃ قتلہ کفرًا عدم ذلک فلا یغسل ولا یصلی علیہ-وانما تستر عورتہ ویواری کما یفعل بالکافر﴾

(الفواکہ الدوانی علیٰ رسالۃ ابن ابی زید القیروانی ج۷ص۱۴۷)

فقہ مالکی میں تکرار کفر پر قتل کا حکم مختلف فیہ

جس سے بار بار کفر وارتداد صادر ہو، پھر وہ توبہ ورجوع کرلے تو اس کی توبہ حکم آخرت کے اعتبار سے قبول کی جائے گی،گرچہ بطور تعزیر اسے قتل کیا جائے۔حکم دنیا میں اس کی توبہ قبول نہ ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ سزا سے محفوظ نہیں ہوگا۔

قال ابن عبد البر المالکی: ﴿ومن ارتد مرارًا،قبل منہ رجوعہ الی الاسلام ابدًا﴾

(الکافی فی فقہ اہل المدینۃ-باب حکم المرتد)

فقہ مالکی کی بعض کتابوں میں ہے کہ تکرار کفر کے سبب ضرب کی سزادی جائے گی،قتل کی سزا نہیں،لیکن یہ منصوص روایت نہیں۔

قال نور الدین الاجہوری المالکی: علی بن محمد بن عبد الرحمن بن علی (۹۶۷ھ-۱۰۶۶ھ):

الرسالة العاشرة

﴿فی عیون المجالس للقاضی عبد الوهاب:اذا ارتد ثم تاب–ثم ارتد ثم تاب–لم یعزر فی المرة الاولٰی–ویجوز ان یعزر فی المرة الثانیة والثالثة والرابعة–اذا رجع الی الاسلام.

ولست اعرفه منصوصًا ولکن یجوز عندی–والفرق بین الاولٰی وغیرها انه فی الاولٰی یجوز ان یکون حصلت له شبهة فارتد ثم رجع بسبب زوالها فاذا عاود الردةَ بعد زوال الشبهة ثم تاب ضُرِبَ–لانه لم یبق له شبهة–ولا یزاد علی التعزیر ولا یحبس ولا یقتل:انتہی﴾(مواہب الجلیل فی شرح مختصر الخلیل ج۸ص۱۸۶)

توضیح:مذکورہ بالاعبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ جس سے تکرار کفر صادر ہو،اور وہ ہر بار توبہ بھی کر لے تو فقہ مالکی میں اس کے قتل کا حکم مختلف فیہ ہے۔بعض فقہا قتل اور بعض ضرب کے قائل ہیں۔ہاں،وہ حکم آخرت میں مومن ہے۔یہ حکم قتل کفر کے سبب نہیں،بلکہ تعزیر کے طور پر ہے۔چوں کہ کفر سے توبہ کے سبب وہ مجرم مومن ہو چکا ہے تو تکرار کفر کی وجہ سے قتل کیا جائے،یا نہیں؟اس میں اختلاف ہے۔

فقہ حنبلی میں تکرار کفر پر قتل کا حکم مختلف فیہ

فقہ حنبلی میں تکرار کفر کا دو حکم ہے۔قول اول یہ ہے کہ حکم دنیا میں اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی،اور اسے قتل کیا جائے گا۔اس کے علاوہ بھی متعدد لوگوں کی توبہ قبول نہیں کی جاتی ہے۔دوسرا قول یہ ہے کہ توبہ قبول کی جائے گی۔مندرجہ ذیل عبارت میں تفصیل ہے:

قال ابوعلی علی بن سلیمان المرداوی الحنبلی(۸۱۷ھ–۸۸۵ھ):﴿قوله:وهل تقبل توبة الزندیق ومن تکررت ردته او من سب اللّٰه او رسوله والساحر یعنی الذی یکفر بسحره علٰی روایتین–واطلقهما الزرکشی.

احداهما:لا تقبل ویقتل بکل حال–وهو المذهب صححه فی التصحیح وادراک الغایة وجزم به فی الوجیز وغیره–وقدمه فی المحرر والنظم والرعایة وغیرهم–وهو اختیار ابی بکر والشریف وابی الخطاب وبن الْبَنَّا والشیرازی فی الزندیق–قال القاضی فی التعلیق:هذا الذی نَصَرَهُ الاصحابُ–وهو اختیار ابی الخطاب فی خلافه فی الساحر–وقطع به القاضی فی تعلیقه–والشیرازی فی ساب الرسول صلی اللّٰه علیه وسلم–والخِرَقِیُّ فی قوله:مَنْ قَذَفَ اُمَّ النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قُتِلَ.

والاخرٰی:تقبل توبته کغیره–وهو ظاهر ما قدمه فی الرعایة الصغری والحاوی الصغیر–وهو ظاهر کلام الخرقی–وهو اختیارالخلال فی الساحر ومن تکررت ردته والزندیق–وآخرقولی الامام احمد رحمه اللّٰه–وهو اختیار القاضی فی روایتیه فی من تکررت ردته–وظاهر کلامه فی تعلیقه فی ساب اللّٰه تعالٰی–وعنه:لا تقبل ان تکررت ردته ثلاثا فاکثر،والا قبلت–وقال فی الفصول عن اصحابنا–لا تقبل توبته ان سب النبی صلی اللّٰه علیه وسلم–لانه حق آدمی–لا یعلم اسقاطه–وانها تقبل ان سب اللّٰه تعالی–لانه یقبل توبته فی خالص حقه﴾

(الانصاف للمرداوی ج۱۰ص۳۳۲-داراحیاء التراث العربی بیروت)

توضیح:مذکورہ بالاعبارت سے واضح ہوگیا کہ جس سے تکرار کفر صادر ہو،اوروہ آخری بار توبہ کرلے تو فقہ حنبلی میں اس کے قتل کا حکم مختلف فیہ ہے۔بعض قتل کے قائل ہیں،اوربعض عدم قتل کے قائل ہیں۔ہاں،وہ حکم آخرت میں مومن ہے۔

ایمان یاس اور توبہ غرغرہ کے احکام

جس سے بار بار کفر وارتداد صادر ہو،وہ اگر حالت نزع سے قبل توبہ کرکے ایمان قبول کرلے تو حکم آخرت میں وہ توبہ قبول ہوگی۔

قال الحصکفی:﴿واختلف فی توبة الیأس–والمختار قبول توبته،لا ایمانه﴾

(الدرالمختار ج۲ص۲۰۶-دارالفکر بیروت)

توضیح:توبہ یاس قبول ہے اورحالت یاس میں ایمان مقبول نہیں۔یہی مختار قول ہے۔

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے رقم فرمایا:''تمام اہل حق از اول تا آخر اتفاق دارند کہ ایمان یاس مقبول نیست''۔

(تکمیل الایمان ص۹۶-الرحیم اکیڈمی کراچی)

توضیح:تمام اہل حق کا اتفاق ہے کہ ایمان یاس مقبول نہیں ہے۔

نزع کی تشریح

قال ابوبکر بن علی محمد الحداد الزبیدی الیمانی(م۸۰۰ھ):﴿(واذا احتضر الرجل)ای حضرته الوفاة اوحضرته ملائکة الموت–وعلامة الاحتضاران تسترخی قدماه وینعوج انفه وینخسف صدغاه وتمتد جلدة وجهه فلا یری فیها تعطف﴾ (الجوہرۃ النیرۃ ج۱ص۳۹۷-المکتبۃ الشاملہ)

توضیح:جب روح نکالنے کے لیے فرشتے حاضر ہوچکے ہوں تو یہی نزع کا وقت ہے۔

غرغرہ کی تشریح

قال الطحطاوی:﴿ قوله:(ویسن ان یلقن)قال فی النهر:وهذا التلقین مستحب بالاجماع–ومحله عند النزع قبل الغرغرة﴾ (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ج۱ص۳۶۶-المکتبۃ الشاملہ)

توضیح:کلمہ کی تلقین حالت غررہ سے قبل نزع کے وقت ہونی چاہئے۔حالت غررہ کی تشریح مندرجہ ذیل ہے۔

قال الشامی:﴿قوله:قبل الغرغرة)لانها تکون قرب کون الروح فی الحلقوم﴾

(ردالمحتار ج۲ص۲۰۶-دارالفکر بیروت)

توضیح:جب روح حلق کے قریب آجائے تو یہ غررہ کی حالت ہے۔

الرسالة العاشرة

شیخ محقق دہلوی نے رقم فرمایا:''غرغرہ کنایت از حالت موت وشدت سکرات وددرسیدن روح درحلقوم است''۔

(تکمیل الایمان ص ۹۶-الرحیم اکیڈمی کراچی)

یأس کی تشریح

قال الشامی:﴿لکن الظاهر ان الیأس زمان معاینة الهول–والمسطور فی الفتاوی:ان توبة الیأس مقبولة،لا ایمانه﴾ (ردالمحتار ج۲ص ۲۰۶-دارالفکر بیروت)

توضیح: جب عذاب دیکھ لے اورزندگی سے یقینی طور پر مایوسی ہوجائے تو یہ وقت''یأس'' کی حالت ہے۔اس وقت ایمان مقبول نہیں۔فرعون جب ڈوبنے لگااور ہلاکت کو یقینی سمجھا،تب ایمان لایا،اس لیے وہ ایمان قابل قبول نہیں۔

قال الشامی:﴿واما ایمان الیأس:فذهب اهل الحق انه لا ینفع عند الغرغرة–ولاعند معاینة عذاب الاستیصال–لقوله تعالی:(فلم یک ینفعهم ایمانهم لما رأوا بأسنا)(سورة غافر:الأیة:۸۵)ولذا اجمعوا علی کفر فرعون﴾ (ردالمحتار ج۴ص ۴۱۶-دارالفکر بیروت)

توضیح:غرغرہ اور یاس کے وقت ایمان مقبول نہیں۔صرف حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایمان عذاب دیکھنے کے وقت قبول کیا گیا۔اس کی دوسری تاویل یہ ہے کہ ابھی عذاب نہیں آیا تھا، بلکہ عذاب کے آثار نظر آئے تھے اور یہ قوم توبہ وایمان کی طرف آ گئی۔

قال الشامی:﴿ذکر ایضًا انه یستثنی من ایمان الیأس قوم یونس علیه السلام–لقوله تعالی:(الا قوم یونس)(سورة یونس:الأیة ۹۸)بناء علی ان الاستثناء متصل –وان ایمانهم کان عند معاینة عذاب الاستیصال–وهو قول بعض المفسرین بجعله کرامة وخصوصیة لنبیهم فلا یقاس علیها﴾ (ردالمحتار ج۴ص ۴۱۶-دارالفکر بیروت)

محقق علی الاطلاق نے رقم فرمایا:''وایمان الیأس غیرمقبول۔یاس دراصل بمعنی شدت وعذاب آید ومراد دریں جا سکرات موت ومعاینہ احوال آخرت است کہ دروقت حضورموت حاصل گردد۔دراخبارآمدہ است کہ ہریک دروقت موت جائے خودرامی بیند،مومن در بہشت وکافر در دوزخ،پس چوں کافر دریں حالت ایمان آرد۔این ایمان وے معتبر نباشد۔چہ ایمان باید کہ بغیب وباختیار بندہ وقصد امتثال امرمولیٰ واطاعت فرمان وے تعالیٰ باشدوایمان دریں حالت ایمان نفیسہ نبود،اضطراری بود''۔

(تکمیل الایمان ص ۹۵-الرحیم اکیڈمی کراچی)

توضیح:موت کے وقت مومن وکافر ہرایک کواس کا اخروی ٹھکانہ نظر آتا ہے۔مومن کو جنت میں اس کی منزل دکھادی جاتی ہے اور کافرکواس کا جہنمی ٹھکانہ دکھا دیا جاتا ہے۔اسی حالت کوسکرات موت کہا جاتا ہے۔اس وقت کا ایمان قبول نہیں۔اسی کوایمان باس کہا جاتا ہے۔یہ ایمان بالغیب نہیں ہے،نیز یہ ایمان اضطراری ہے۔اختیاری ایمان قابل قبول ہے،نہ کہ ایمان اضطراری۔

باب تکفیر اور تعبیرات میں تسامح

باب تکفیر کی تعبیر میں چند تسامحات پائے جاتے ہیں، جو انتہائی تشویشناک ہیں۔بعض امور کی تفصیل مرقومہ ذیل ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ پر فتویٰ کفر نہیں

خطیب ابوبکر بغدادی (۳۹۲ھ-۴۶۲ھ) نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب منسوب غلط روایت کو تاریخ بغداد میں نقل کیا ہے۔خطیب بغدادی نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ قدس سرہ القوی کے کافر ہونے کا فتویٰ نہیں دیا تھا،لیکن مشہور یہ ہے کہ خطیب بغدادی نے حضرت امام اعظم قدس سرہ العزیز پر کفر کا فتویٰ دیا تھا۔اس امر کی تفصیل باب ہفتم قسم ہفتم میں ہے۔

حضرت حسین بن منصور حلاج پر فتویٰ کفر نہیں

فقہائے مالکیہ نے حضرت حسین بن منصور حلاج قدس سرہ العزیز پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا تھا، بلکہ بطور تعزیر ان کے قتل کا حکم دیا تھا۔

متعدد کتابوں میں مرقوم ہے کہ فقہائے مالکیہ کا حضرت حلاج کے کفر پر اجماع ہے،حالاں کہ یہ اجماع قتل پر ہے۔

مجدد الف ثانی پر فتویٰ کفر نہیں

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ) نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کے نام ایک مکتوب میں حضرت شیخ مجدد الف ثانی کے مکتوبات کی بعض عبارتوں پر اعتراضات کیے تھے۔دراصل یہ سوالات تھے، نہ کہ فتویٰ۔

مشہور یہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ القوی پر حضرت شیخ محدث دہلوی نے کفر کا فتویٰ دیا تھا۔

جب حضرت شیخ مجدد الف ثانی (۹۷۱ھ-۱۰۳۴ھ) نے توضیح فرمادی تو محدث دہلوی نے اپنے قول سے رجوع فرمالیا۔اس کا ذکر شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب ((اخبارالاخیار)) میں شیخ مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے بیان میں رقم فرمادی ہے۔علامہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے مکتوب کو خلیق احمد نظامی نے حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ص ۳۰۱ تا ص ۳۳۳) میں نقل کیا ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم::والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم::وآلہ العظیم

☆☆☆☆☆

الرسالة العاشرة

خاتمۃ الکتاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم::الحمدرب العٰلمین::والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سیدالمرسلین::وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

ملک ہنداس سرزمین کا نام ہے کہ جہاں حضوراقدس سرورِدوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایسے عشاق ومحبین نے جنم لیا کہ وہ کائنات عالم کے لیے مثال ونظیر بن گئے۔اسی سرزمین کے ایک نامورفرزندمحقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی(۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ) ہیں۔یہ ملک ہند کے عظیم محدث،بلکہ امام المحدثین ہیں۔اقوال نبوی کے حافظ وارشادات مصطفوی کے محافظ ونگہبان اورناشرومبلغ ہیں۔

شیخ محقق دہلوی حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عاشق صادق اوردربار رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ماذون ومجاز تھے۔نہ جانے کتنے عشاق نے ان کے نقش قدم کواپنا کردربار رسالت میں رسائی حاصل کی۔یہ دعویٰ یقیناً قابل قبول ہونا چاہئے کہ وہ قرون مابعدمیں روئے زمین کے امام العشاق ہیں۔شیخ ممدوح ارشادنبوی((لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین))(صحیح بخاری ج۱ص۷-صحیح مسلم ج۱ص۴۹)کی تفسیرمجسم تھے۔

چندصدیوں بعداس عظیم ہستی نے سرزمین ہندکورونق بخشا کہ قیامت تک ان کی مثال تلاش کی جاتی رہے گی۔بھلااہل عالم نے کبھی عشق وفلسفہ کااجتماع دیکھا تھا۔کبھی شیخ بوعلی ابن سینا(۳۷۰ھ-۴۲۸ھ)کاقدم بھی راہ حق سے پھسلا۔کیافارابی(۲۶۰ھ-۳۳۹ھ)نے کبھی جام عشق پیا تھا۔یہ سرزمین ہندہے کہ عشق وفلسفہ میں یکجائی ہوئی۔وہ دوامرجن میں بعدالمشرقین تھا،ملک ہندمیں متحدنظرآئے۔وہ اپنے عہدمیں امام اہل سنت تھے۔سب سے پہلے ملک ہندمیں انہوں نے وہابیت پربند باندھی،اور بدمذہبیت کوکچل کررکھ دیا۔وہ خاتم الفلاسفہ تھے۔وہ عظیم شخصیت کہ جن کی ہیبت سے فرنگی حکومت بھی لرزہ براندام تھی۔

جعفرتھانیسری نے لکھا:''مولوی فضل حق معقولی خیرآبادی جواس زمانے میں حاکم اعلیٰ شہردہلی کے سررشتہ داراورعلم منطق کے پتلے اورافلاطون وبقراط وسقراط کی غلطیوں کی تصحیح کرنے والے تھے''۔(حیات سیداحمدشہیدص۳۰۴)

ذرااس عظیم فلسفی کودیکھو۔اپنی آپ بیتی میں رقم طرازہیں کہ نصاریٰ نے مجھ پراس لیے ظلم کیا کہ میں ان سے محبت نہیں کرتا ہوں،اورپھرعدم محبت کا سبب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں ان نصاریٰ سے کیوں کرمحبت کرسکتا ہوں،حالاں کہ یہ لوگ ان سے بغض رکھتے ہیں جومنشائے تخلیق زمین وآسماں ہیں۔(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

علامہ ممدوح نے''قصائدفتنۃ الہند''کے قصیدہ ہمزیہ میں فرمایا:

لَمْ اَقْتَرِفْ ذَنْبًا سِوَی اَنَّ لَیْسَ لِیْ   مَعَ ھٰؤُلَاءِ مَوَدَّۃٌ وَوِلَاءٌ

فَوِلَائُھُمْ کُفْرٌ بِنَصٍّ مُحْکَمٍ   مَا فِیْہِ لِلْمَرْءِ الْمُحِقِّ مِرَاءٌ

الرسالۃ العاشرۃ

کَیْفَ الْوِلَاءُ وَھُمْ اَعَادِیُ مَنْ لَہٗ خُلِقَ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ وَالْاِنْشَاءُ

ہاں،اسی فلسفی نے ملک ہند میں تحفظ ناموس رسالت علیٰ صاحبہا التحیۃ والثنا کی خاطر اپنے قلم کو جولانی بخشی ،یہی وہ عظیم فرزنداسلام ہیں کہ جنہوں نے ملک ہند میں ملت مصطفوی میں رخنہ اندازی کرنے والے دہلوی کولگام دیا۔احقاق حق وابطال باطل کا صور پھونکا۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حرمت وناموس کی حفاظت کے لیے میدان میں اتر پڑے،یہاں تک کہ ملک ہند میں وہابیت کا فتنہ دم توڑ گیا ۔ہاں،وہابیہ میں بعض ایسے تھے کہ جن کے دلوں میں نجدیت پیوست ہوگئی تھی،پس ان لوگوں نے اپنے باطن کی پردہ پوشی کی اوروہ ظاہر کیا، جوحقیقت کے برخلاف تھا۔اس طرح فتنے کی چنگاری باقی رہ گئی۔ہاں،مگر یہ ایک مختصرسی جماعت تھی۔

اے دنیاوالو!تم نے کبھی عشق وفلسفہ کو یکجا دیکھا ہے؟یہ سرزمین ہند ہے کہ جہاں عشق وفلسفہ میں اتحادنظر آیا۔یہ ملک ہند میں اہل سنت وجماعت کے امام اول ہیں،جنہوں نے آتش وہابیت کوسرد کردیا تھا۔یہ ارباب بدعت وضلالت کے ردوابطال میں قافلہ سالار تھے۔

علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ العزیز نے وجوب وامتناع کی بحث میں رقم فرمایا:﴿والنظر الی الاختصار منعنا من التفصیل—ومن شاء فلیرجع الٰی افادات الفاضل الکامل الاجل الابجل المولٰی فضل الحق الخیرآبای—وھو بارض الھند اول من جرح مبتدعات النجدیۃ ومفاسدھم—وآخرمن بین شرح فساد عقائدھم—فاطمأن قلوب اھل الیقین—وحصل الیقین للشاکین والمترددین—وھدی اللّٰہ بہ کثیرا من الضالین—ولہ منۃ علٰی کافۃ المسلمین—واجر جزیل عند رب العٰلمین ﴾(المعتقد المنتقد ص۱۲۳-المجمع الاسلامی مبارک پور)

بعدازاں وہ آئے کہ جن کے عشق نبوی ومحبت مصطفوی کا شہرہ آفاق تک جا پہنچا۔جنہوں نے فضائے ہند کو عشق مصطفوی سے مشک بار کردیا۔جواپنے عہد کے مجدداور ملت اسلامیہ کے عظیم مفتی تھے۔یہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان اقدس کی تصویر مجسم تھے۔

﴿اِنَّ مِنْ اَشَدِّ اُمَّتِیْ لِیْ حُبًّا نَاسٌ یَکُوْنُوْنَ بَعْدِیْ—یَوَدُّ اَحَدُھُمْ—لَوْرَاٰنِیْ بِاَھْلِہٖ وَمَالِہٖ—رواہ مسلم﴾ (مشکوۃ المصابیح ص۵۸۳)

مذکورہ بالاتینوں قائدین ملک ہند میں عشق مجسم تھے۔یہ تمام ملت اسلامیہ کے رہنما اور سرچشمہ عشق ومحبت ہیں۔ان کے متبعین کی کثرت ہے۔ان کے متبعین نے بھی حب مصطفوی سے وافر حصہ پایا،پس اللہ تعالیٰ کے لیے حمد کامل ہے۔

اے بندگان الٰہی!عقل سلیم عشق نبوی سے متاثر ہوتی رہتی ہے،یہاں تک کہ عقل،عشق کے تابع ہوجاتی ہے۔کبھی عقل وعشق میں فرق مشکل ہوتا ہے،پھر جب عشق مکمل ہوکرایک حسین انتہا تک جا پہنچتا ہے توانسان عشق مجسم بن جاتا ہے۔ان کی ہرادا میں عشق ومحبت کی خوشبومحسوس ہوتی ہے۔وہ پیکر عشق ہوجاتے ہیں،پھر جوان سے منسلک ہوتا ہے،وہ بھی عشق نبوی کے اثرات کو پالیتا ہے۔یہ لوگ دربار رسالت مآب علیٰ صاحبہ التحیۃ والثنا میں مقبول ہوتے ہیں۔اس جانب سے ان کی تائیدودستگیری کی جاتی ہے۔

الرسالة العاشرة

ملک ہند میں فرقہ وہابیہ کا مبلغ اول

ملک ہند میں سب سے پہلا شخص جس نے اللہ تعالیٰ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تنقیص و بے ادبی کا دروازہ کھولا اور حضرات اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی تحقیر وتوہین کی، وہ اسماعیل دہلوی ہے۔

خاتم الفلاسفہ دلیل العشاق حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی قدس سرہ العزیز نے ((تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ)) میں مذہب فقہا کے مطابق اسماعیل دہلوی کی تکفیر کی۔ دہلوی کی تکفیر دفع فتنہ کا ایک قوی سبب قرار پایا کہ دہلوی اب مذہب وہابیت کی تبلیغ سے باز آ گیا، لیکن وہ اپنے عقائد فاسدہ سے تائب نہ ہوا۔

امام احمد رضا قادری (۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء) نے دہلوی کی تکفیر فقہی کو برقرار رکھا اور اپنے رسائل: الکوکبۃ الشہابیۃ علیٰ کفریات ابی الوہابیہ، سل السیوف الہندیۃ علیٰ بابا النجد یہ اور فتاویٰ رضویہ میں اس کی تفصیل رقم فرمائی۔ انہوں نے بھی اسماعیل دہلوی کی تکفیر کلامی نہیں فرمائی، جس طرح کہ علامہ خیرآبادی نے تکفیر کلامی نہیں فرمائی۔ تکفیر فقہی پر دونوں متفق ہیں اور تکفیر کلامی کے منتفی ہونے پر بھی دونوں متفق ہیں، پس یہ اتفاق ہے، لیکن دہلوی کے متبعین میں بعض لوگ جیسے تھانوی اور اس کے بعض گمراہ متبعین کو حیرت ہوئی۔

تھانوی اور اس کے متبعین نے سوال اٹھایا کہ امام احمد رضا نے علامہ خیرآبادی سے اختلاف رائے کیا۔ حقائق کے عدم فہم کے سبب ان معترضین نے اتفاق کا نام اختلاف رکھا۔ یہ مغالطہ وسفسطہ ہے۔ ان لوگوں نے سمجھا کہ خاتم الفلاسفہ نے اسماعیل دہلوی پر کفر کلامی کا فتویٰ نافذ فرمایا تھا، حالاں کہ یہ قول قلت مبالات اور عدم احتیاط کے سبب صادر ہوا، یا پھر ان لوگوں نے مسلمانوں کو گمرہی میں مبتلا کرنے کے واسطے ایسا سوال کیا۔ حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز نے (الموت الاحمر) میں ان سوالوں کے مفصل جواب رقم فرمائے۔

ہم نے اس رسالہ میں وہی رقم کیا، جو مجھے دلائل وشواہد سے ظاہر ہوا۔ تکفیر کے اصول وقوانین سے یہی متعین ہوتا ہے کہ علامہ خیرآبادی نے اسماعیل دہلوی کی فقہی تکفیر فرمائی تھی۔ ارباب علم وفضل کی تحریروں سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ تکفیر دہلوی، تکفیر فقہی تھی۔

ایسا نہیں کہ ہم اسماعیل دہلوی پر تخفیف اور نرمی کے طلب گار ہیں۔ بھلا دہلوی سے ہمارا کیا تعلق ہے۔ جوامور براہین وحقائق سے ظاہر وثابت ہوئے، انہیں ہم نے سپرد قرطاس کیا۔ ارباب علم وفضل بھی غور وفکر فرمائیں: لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا

مسلمانو! ہمارا دین ومذہب وہی ہے جو حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دربار الٰہی سے لے کر آئے۔

اے میری قوم! کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ بھی کوئی ہمارا دوست ہے کہ جس کی ہم تائید وحمایت کریں گے؟

نہیں واللہ نہیں، بلکہ ہمارے رسول مقبول حضور اقدس سیدنا ومولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے واحد ویکتا اور منفرد ویگانہ حبیب ہیں۔ نہ ہمیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کی حاجت وضرورت ہے، نہ ان کے علاوہ کوئی ہمارا حبیب ہے۔

کیا ہمارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نعمت خداوندی کے قاسم نہیں ہیں؟ پھر ہم کسی غیر کی جانب کیوں دیکھیں؟ بلاشبہ آپ صلی

الرسالة العاشرة

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے ایمان وروح ایمان، ملجا وماویٰ، حاکم ومالک اور یوم جزا ہمارے شفیع ہیں۔
آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خلیفہ الٰہی ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم قیامت بندوں کے شفیع ہیں۔
دنیا وآخرت میں ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محتاج ہیں، پس بندگان الٰہی کسی غیر کی جانب کیوں ملتفت ہوں گے۔
اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ ہمیں اس عظیم المرتبت رسول کا امتی بنایا کہ ان کی مثل ساری کائنات میں کوئی نہیں۔
بلکہ ان کی مثل ہونا محال ہے۔ وہ تمام خلائق سے افضل ہیں اور مخلوقات میں بے مثل و بے مثال ہیں۔
اس بے مثل و بے نظیر رسول کی کلمہ خوانی کے سبب ہم تمام کو بھی تمام امتوں پر فضیلت حاصل ہوئی: فالحمد للہ حمدا وافرا

حسام الحرمین کی تصدیق جدید

ماہ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ مطابق ماہ فروری ۲۰۱۱ء میں بعض لوگوں نے مسلک دیوبند کے اشخاص اربعہ کی تکفیر کا انکار کیا، حالاں کہ بداعتقادی اور تنقیص خدا اور سول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے سبب عرب وعجم کے علما واصحاب فتویٰ نے ان چاروں کو کافر ومرتد قرار دیا ہے۔ مجھے ان کے انکار پر تعجب ہوا اور میں مضطرب و پریشان ہوا کہ لوگ حقائق سے آشنا ہو کر بھی محض ہوائے نفس کے سبب انکار کرتے ہیں۔ اسی مدت میں مجھے یہ خیال آیا کہ حسام الحرمین کی جدید تصدیق کا آغاز کیا جائے، تا کہ لوگ گمرہی سے محفوظ رہ سکیں۔
میں نے ملک ہند کے اکابر علما ومشائخ سے اس امر کی اجازت لے کر سال ۲۰۱۲ء سے حسام الحرمین کی تصدیق جدید کا آغاز کر دیا۔
اس کی تکمیل رب تعالیٰ کی رحمت واحسان پر موقوف ہے: حسبنا اللہ ونعم الوکیل ونعم المولیٰ ونعم النصیر۔

حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ

حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین امام احمد رضا قادری کے استفتا اور علمائے حرمین طیبین کے فتاویٰ پر مشتمل ہے۔ اس میں غلام احمد قادیانی اور مسلک دیوبند کے اشخاص اربعہ پر کفر کلامی کا حکم ہے۔ اصل مقصود کسی کو کافر قرار دینا نہیں ہے، بلکہ حکم شرعی بیان کر کے لوگوں کو ایسے قبیح جرائم سے باز رکھنا مقصود ہے۔ وہابیوں سے اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی شان اقدس میں سخت بے ادبی و بے حرمتی صادر ہوئی۔ توبہ ورجوع کے لیے انہیں آمادہ کرنے کی بہت کوشش ہوئی، لیکن وہ لوگ توبہ ورجوع کے لیے راضی نہ ہوئے۔ انجام کار علمائے حرمین طیبین کی بارگاہ میں ان لوگوں کے اقوال پیش کیے گئے اور حرم خداوندی اور حرم مصطفوی سے ان کے لیے حکم کفر آیا۔
ملک ہند میں دیوبندیوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ ہمارے اکابر کی عبارتیں اردو میں ہیں اور حرمین طیبین کے علمائے کرام اردو سے ناآشنا ہیں۔ ہمارے اکابر کی عبارتوں کا عربی ترجمہ صحیح طور پر نہیں کیا گیا، جس کے سبب کفری معنی پیدا ہو گیا۔ اسی الزام کی تردید کے واسطے شیر بیشہ اہل سنت حضرت علامہ حشمت علی خاں لکھنوی (۱۹۰۱ء-۱۹۶۰ء) نے سال ۱۳۴۴ھ/۱۳۴۵ھ میں اشخاص اربعہ اور قادیانی کی تکفیر سے متعلق علمائے ہند سے استفتا کیا۔ برصغیر کے ۲۶۸: علمائے کرام نے اشخاص اربعہ اور قادیانی کی تکفیر کی تصدیق کی۔ علمائے ہند کی

الرسالة العاشرة

تصدیقات وفتاویٰ کا مجموعہ ''الصوارم الہندیہ'' کے نام سے مشہور ومعروف ہے۔

ہمارے عہد میں بھی بعض مذبذبین نے اشخاص اربعہ کو کافر ماننے سے انکار کردیا،لیکن وہ قادیانی کی تکفیر کرتے ہیں ،کیوں کہ دیوبندیوں نے بھی قادیانی کو کافرتسلیم کیا ہے۔حالات کے پیش نظر میں نے بھی روایت ماضیہ کے مطابق حسام الحرمین کی تصدیق جدید کی تحریک شروع کی ۔یہ کوئی امر بدیع اور طرز جدید نہیں ، بلکہ شیر بیشہ اہل سنت علامہ لکھنوی کے طریق کار کا اتباع ہے۔

دیوبندیوں نے اپنے فاسدعقائد سے توبہ نہیں کی ، بلکہ وہ اپنے باطل اقوال کی تاویل کرتے رہے۔علمائے اہل سنت وجماعت نے ان کی تاویلات وتلبیسات کے بطلان کے لیے بہت سی کتب ورسائل رقم فرمائے:فجزاہم اللہ تعالیٰ خیرالجزا(آمین)

چندکتب ورسائل کے نام مرقومہ ذیل ہیں:

(۱)الموت الاحمر(۲)وقعات السنان(۳)ادخال السنان:حضور مفتی اعظم ہند علامہ مصطفٰے رضا خاں نوری (۱۳۱۰ھ-۱۴۰۲ھ)

(۴)التحقیقات لدفع التلبیسات:صدرالافاضل علامہ نعیم الدین مرادآبادی (۱۳۰۰ھ-۱۳۶۷ھ)

(۵)رادالمہند:شیر بیشہ اہل سنت علامہ حشمت علی خاں لکھنوی (۱۹۰۱ء-۱۹۶۰ء)

(۶)ردالشہاب الثاقب:مناظر اہل سنت مفتی اجمل حسین مراد آبادی۔

(۷)منصفانہ جائزہ:علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی (۱۹۲۱ء-۲۰۰۰ء)

علمائے اہل سنت وجماعت اور دیوبندیوں کے درمیان بہت سے مناظرے ہوئے ۔ان مناظروں میں بھی دیابنہ کی تاویلات باطلہ کا ردوابطال کیا گیا۔بہت سے مناظروں کی روداد شائع ہوچکی ہے۔البرکات: رسالہ ہفتم میں بھی تاویلات باطلہ کا رد مرقوم ہے۔

دیوبندیوں کی قابل اعتراض کتابیں آج تک شائع ہوتی ہیں،اوران میں وہ کفریہ عبارتیں موجود ہوتی ہیں ۔دیابنہ اپنی عبارتوں کا انکار نہیں کرتے ، بلکہ ان عبارتوں کی باطل تاویل کرتے ہیں،حالاں کہ شریعت اسلامیہ میں تاویل باطل نا قابل قبول ہے۔

میں نے منکرین کے شبہات کو سنا اور جانا ،پھران کے جوابات لکھا۔یہ سب کچھ حضوراقدس سرور دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حرمت وناموس کے تحفظ وپاسبانی کی خاطر کیا:فالحمدللہ علیٰ ذلک حمدا وافرا۔

وَھٰذَا تُحْفَةٌ مِنِّیْ اِلٰی حَضْرَةِ الْحَبِیْبِ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم مع رجاء القبول:

تَمَّتِ الرِّسَالَةُ بِجُوْدِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ   وَنِلْتُ السَّعَادَةَ بِفَضْلِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

وَمَا مِنِّیْ اِلَّا اِھْدَاءٌ اِلٰی حَضْرَتِکَ   فَھٰذَا کُلُّهٗ مِنْکَ اِلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

صلوات اللّٰہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وعلماء ملتہ واولیاء امتہ دائمًا ابدًا

دَفَعْتَ عَنِّیْ فَجَاءَ الْفَرَحُ یَا حَبِیْبُ   طَھِّرْ قَلْبِیْ مِنَ الْاَمْرَاضِ یَا طَبِیْبُ

مَا فِیْ قَلْبِیْ مَعْلُوْمٌ لَکَ یَا لَبِیْبُ   فَاقْضِ حَاجَاتِیْ یَا کَرِیْمُ یَا نَجِیْبُ

الرسالة العاشرة

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ::وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ

فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا تَامًّا::وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِهٖ دَائِمًا وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ سَرْمَدًا

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم::والصلوٰۃ والسلام علٰی حبیبہ الکریم::وآلہ العظیم

☆☆☆☆☆

الرسالة العاشرة

استفتاء ''الصورام الہندیہ''

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم::نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی حبیبہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت ومفتیان دین وملت کثر ہم اللہ تعالٰی وایدہم اس مسئلہ میں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعوٰی کیا اور سیدنا عیسٰی علیہ السلام کی سخت سخت توہین اور گستاخیاں کیں۔ رشید احمد گنگوہی نے اللہ عزوجل کو جھوٹا کہا اور اسی گنگوہی و خلیل احمد انبیٹھی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو شیطان کے علم سے کم بتایا اور اشرف علی تھانوی نے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم اقدس کو بچوں، پاگلوں، جانوروں، چارپایوں کے علم کی طرح لکھا، اور قاسم نانوتوی نے حضور آخرالانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نئے نبی آنے کو جائز اور ختم نبوت میں غیر مخل ٹھہرایا۔ ان لوگوں کے متعلق حرمین شریفین کے علمائے کرام ومفتیان عظام سے استفتا کیا گیا۔

ان حضرات کرام نے بالاتفاق فتوٰی دیا کہ یہ لوگ اپنے ان اقوال ملعونہ کے سبب کافر مرتد ہیں، اور جو شخص ان کے ان کفریات پر مطلع ہونے کے بعد بھی ان کو مسلمان جانے، یا ان کے کافر ہونے میں شک کرے، یا انہیں کافر کہنے میں توقف کرے وہ بھی کافر مرتد ہے۔

ان فتاوٰی مقدسہ کا مجموعہ مدت ہوئی ''حسام الحرمین'' کے نام سے چھپ کر شائع ہو گیا ہے۔ یہ فتاوٰی حق ہیں یا نہیں؟ اور تمام مسلمانوں پر ان کا ماننا اور ان کے مطابق عمل کرنا لازم وضروری ہے یا نہیں؟ اظہار حق فرمایئے اور اللہ عزوجل سے اجر پایئے: بینوا توجروا

المستفتی: عرب حسن بن احمد مصری عفی عنہما

از گونڈل کاٹھیاواڑ، رسالدار پنشنر ریاست، جونا گڈھ

☆☆☆☆☆

الرسالة العاشرة

سوالنامہ تصدیق جدید

باسمہ تعالٰی و بحمدہ و الصلٰوۃ و السلام علٰی حبیبہ الاعلٰی و آلہ

بخدمت اقدس حضرت..دام ظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور اور عند القوم مشکور ہوں۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء: آمین

غلام احمد قادیانی، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھوی و اشرف علی تھانوی، ان تمام کی صریح کفری عبارتیں متواتر و مشہور ہیں۔ مجدد دین وملت اعلٰی حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ العزیز (۱۲۷۲ھ-۱۳۴۰ھ) نے ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء میں ''المعتمد المستند'' میں مذکورہ افراد خمسہ کے متعلق کفر کلامی کا حکم صادر فرمایا۔ یہ کتاب ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۹۰۳ء میں پٹنہ سے چھپ کر شائع ہوئی۔ علمائے حرمین طیبین نے ۱۳۲۳ھ؍۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۶ء میں اس فتویٰ کی تصدیق فرمائی۔

علمائے حرمین طیبین کی تصدیقات ''حسام الحرمین'' میں موجود ہیں۔ ایک مدت بعد شیر بیشہ اہل سنت حضرت علامہ حشمت علی خاں لکھنوی (۱۹۰۱ء-۱۹۶۰ء) کے مشورہ پر سال ۱۳۴۴ھ/۱۳۴۵ھ میں غیر منقسم ہندوستان کے دوسو اڑسٹھ (۲۶۸) اکابر علمائے کرام نے امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے فتویٰ کی تصدیق کی۔ تمام تصدیقات ''الصوارم الہندیہ'' میں موجود ومطبوع ہیں۔

(۱) آپ مسلک دیوبند کے عناصر اربعہ: نانوتوی، گنگوہی، انبیٹھوی، تھانوی اور قادیانی کی تکفیر سے متفق ہیں یا نہیں؟

(۲) جو شخص ان افراد خمسہ کی کفریہ عبارات کے قطعی ویقینی علم اور علمائے عرب وعجم کی جانب سے ان افراد خمسہ کی تکفیر پر قطعی ویقینی اطلاع کے باوجود ان افراد خمسہ کو مومن اعتقاد کرے، وہ شخص مومن ہے یا کافر؟

السائل:: ....

طارق انور مصباحی

۱۵: ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ

مطابق ۱۳: دسمبر ۲۰۱۹ء

بروز: جمعہ مبارکہ